

لُغَةِ خَمْثَنَبَت



محمد عبدالرؤوف

تفہیم ختم نبوت

تحقيق وتدوین : محمد طاہ عبدالرازق

عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری با غ روڈ ملتان

الشہاب

محب خاتم النبین
• جناب عنایت اللہ رشیدی

خادم ختم نبوت
• جناب محمد طیب

مرزا شکن، مرزا نیت سوز

• جناب محمد طاہر حجازی

کے نام — بصد اکرام

اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے ان بندوں نے تیرے نبی ﷺ کی آبرو
اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قدم قدم پر میری رہنمائی اور مدد فرمائی۔ میں نے انہیں
جب بھی تیرے حبیب جناب محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے کام کے لئے آواز
دی تو انہوں نے ہمیشہ لبیک کی صدا میں جواب دیا۔ سارے کام پس پشت ڈال کر
آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے کام کو سبقت دی۔

اے رب محمد! میری دعا ہے کہ ان عظیم دوستوں کو دنیا و آخرت میں سرفرازو
سرخود فرمانا اور زمانے کے مصائب و آلام سے محفوظ رکھنا (آمین)

آئینہ مضمائیں

9	محمد طاہر عبدالرزاق	آنکھوں کی نذر	✿
15	ارشاد الرحمن	اذان	✿
17	احمد علی ظفر	حروف خجراں	✿
19	عقیدہ فتحم نبوت اور مقام تاجدار فتحم نبوت مولانا عبدالکوثر ترمذی	مولانا عبدالکوثر ترمذی	✿
41	ذات محمد ﷺ اور وصف فتحم نبوت میں تحقیق عبد القیاس - مولوی عمار احمد	عبد القیاس - مولوی عمار احمد	✿
47	فتحم نبوت از احادیث علامہ محمود احمد رضوی	فتحم نبوت از احادیث	✿
		کافر اور مرتد کو کافرنہ کہنے سے انسان خود	✿
56	سید رفیقی حسن چاند پوری	کافر اور مرتد ہو جاتا ہے	✿
58	سید رفیقی حسن چاند پوری	مرزا قادیانی کی پدردہ وجہات کفر	✿
61	حضرت پیر سید مہر علی شاہ کلڑوی	علامات ظہور مہدی	✿
65	منور احمد ملک	قادیانی نبوت اور چندہ	✿
73	مولانا تاج محمد	قادیانی نبی اور برطانوی نجومی	✿

79	مفتی محمد شفیع	مسئلہ تکفیر اہل قبلہ	✿
90	مولانا مودودی	مسجح موعود کی حقیقت	✿
105	سید سلمان ندوی	آخری نبی ﷺ کی تمام سنتیں محفوظ ہیں	✿
108	مفتی محمد شفیع"	اسلام و ایمان اور مسلم و موسمن میں فرق	✿
112	مولانا عبدالرجیم	آخری نبی۔ آخری کتاب	✿
123	مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی	قادیانی مذهب والوں سے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟	✿
142	مولانا محمد عبداللہ	عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قادیانیوں کی دلیلیں اور ان کا رد	✿
159	محمد مسلم بھیروی	ایک سابق قادیانی کے قادیانیوں کو منیڈ مشورے	✿
167	مولانا محمد مالک کاندھلوی	قادیانیوں کا اسلامی شعائر استعمال کرنا	✿
		اسلام پر ڈاکہ ہے	
186	مہدی معاویہ	تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء.....	✿
		پس منظر پیش منظر	
193	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	خانم راشدین اور قتل مرتد	✿



آنکھوں کی نذر

○ فتح نبوت کے پانچ کہتے ہیں کہ نبوت رحمت خداوندی ہے۔ اگر نبوت بند ہو گئی تو رحمت بند ہو گئی لہذا نبوت کا فتح ہونا رحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ اس لئے اس رحمت کو جاری رکھنے کے لئے نبوت جاری ہے۔ ہم باعین ان فتح نبوت سے کہتے ہیں کہ نبوت بہت بڑی رحمت خداوندی ہے۔ ہاں نبوت کی پہلی رحمت آدم علیہ السلام کی صورت میں آئی پھر یہ رحمت کبھی نوحؑ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ کبھی ابراہیمؑ کی شکل میں، کبھی داؤؑ کی شکل میں، کبھی مویؑ کی شکل میں اور کبھی رحمت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں تشریف لائی۔ لیکن یہ رحمتیں مخصوص مقامات اور مخصوص زمانوں کے لئے تھیں۔ ان میں کوئی بھی رحمت دائی، ہمہ گیر اور عالمگیر نہ تھی۔ لیکن جب محبوب رب العالمین خاتم النبیوں صلی اللہ علیہ وسلم اس گلشن ہستی میں رونق افروز ہوئے تو مالک کائنات نے پوری کائنات کو مخاطب کر کے یہ مرشدہ جان فراستادیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(ترجمہ) "اور نہیں بھیجا ہم نے آپؑ کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر"

نی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات القدس کو رب العزت نے سارے جہانوں اور سارے زمانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحمت کا سلسلہ جو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ تاجر فتح نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت پر فتح ہو گیا اور رحمت اپنی بھیل و معراج کو پہنچ گئی۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے اس مثال کو دیکھئے۔ آسمان نبوت خالی پڑا تھا۔ نبوت کا کوئی بھی ستارہ ابھی آسمان نبوت پر چکا نہیں تھا۔ نبوت کا پہلا ستارہ آدم علیہ السلام کی صورت میں چکا، پھر نوح علیہ السلام کا ستارہ منور ہوا، پھر ابراہیم علیہ السلام کا ستارہ ضوفشاں ہوا، کہیں ہو و

علیہ السلام کا ستارہ فیا بار ہوا، کہیں یعقوب علیہ السلام کا ستارہ جگانے لگا، کہیں صیلی علیہ السلام کی نبوت کا ستارہ تابعہ ہوا۔ ستارے آتے رہے اور اپنی اپنی روشنیاں بکھیرتے رہے۔ حتیٰ کہ آسمان نبوت ان ستاروں سے بھر گیا۔ مگر دنیا میں اجالانہ ہوا، وہ نہ لکھا۔ ابھی رات ہی رات تھی۔ پھر فاران کی چونٹوں سے وہ آفتاب نبوت طلوع ہوا۔ جس کی فیا بار کروں نے اندریوں کے سینے چیر دیئے، کفر و شرک کے سائے چھٹ کئے، سحر کا پسیدہ نمودار ہوا اور یہ ٹللت کردہ کائنات جوہ نور بن گئی۔ پھر آفتاب نبوت نے اعلان کر دیا کہ اب کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں۔ پوری دنیا کو روشن کرنے کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں اور میں قیامت کی آخری شام تک روشن ہوں۔ مندرجہ بالا مثال سے ہر صاحب فہم یہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب کی موجودگی میں کسی ستارے سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں اسی طرح خاتم النبیین محمد علی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کی موجودگی میں کسی نہیں کی نبوت کی ضرورت نہیں۔

○ قاویانی کہتے ہیں کہ مرزا قادریانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی وجہ سے نبوت ملی، اس نے سرور کائنات کی اتباع کا حق ادا کر دیا۔ وہ فتنی الرسل تھا اور وہ نبوت کے راستے پر چلتے چلتے خود نہیں بن گیا (نوذ بالله)

ان عیاروں، مکاروں، دغا بازوں اور جعل سازوں سے کوئی پوچھئے کہ کیا حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی الرضا، حضرت علیہ، حضرت زبیر، حضرت بلاں جبشی، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت سلیمان فارسی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت انس، حضرت عباس، حضرت ابو ذر، حضرت جابر، حضرت معاویہ بن جبل، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو موی اشعری، حضرت سعد اور حضرت زید بن ثابت ایسے جلیل التدریس صحابہ کرام، امام بخاری، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، این باجہ، طبرانی، ابو الحسن، ابن حبان، ابن عساکر، ابن جوزی، حافظ ابن حجر، طحاوی، اور نسائی ایسے محدثین، ابن کثیر، علامہ زمخشری، سید محمود الوسی، علامہ بنحوی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ جلال الدین سید ملی، قاضی شاء اللہ پانی، اور علامہ اسماعیل حقی ایسے مفسرین کتاب پشتی اجیری، حضرت علی ہجویری، بابا فرد

سچنگ شکر،^{۱۰} حضرت میاں میر نظام الدین اولیاء، قطب الدین بختیار کاکی اور مجدد الف ثانی ایسے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع نہیں کی؟

اطاعت کی تو تمہارے ہنسپتی نبی مرتضیٰ عزیز قاریانی نے جس نے فرجی کی گود میں بینچہ کرنیوت کا ذر رامہ رچایا، دین اسلام کی امدادی قیا پہنالے کی ہاپاک جارت کی۔ تر آنی آیات میں تحریف کے جھکڑ چلائے، احادیث رسول کو اپنے گار بھر قلم سے سمح کیا، شعائر اللہ کو الجیس پلڈوزروں سے کچل ڈالا، اپنی زہری زبان سے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ دشمن اسلام فرجی کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا اور پوری امت مسلمہ کی اجلی پیشانی پر کفر کا غصہ لگا دیا۔

نفس ارماد کے اسیر قاریانیو! تمہارے انگریزی براعظ نبی کی اطاعت کا یہ عالم کہ وہ عورتوں سے منہ کالا کرتا تھا، الفون کھاتا تھا، شراب کے جام لندھاتا تھا، بے تحاشا کھالیاں بکھاتا تھا۔ مردوں کا چندہ ہڑپ کر کے یوں کے زیورات ہنا تھا۔ حیا سوز شاعری کرتا تھا، محمری بیگم سے شادی رچانے کے لئے غلیظ خط و کتابت کرتا تھا اور مسلمانوں کو رسول رحمت کے دین سے ہٹا کر انہیں مرتد ہنا کہ جنم کے گھوڑے میں پھینکتا تھا۔ کیا یہی اطاعت ہے؟ کیا یہی اتباع ہے؟ کیا یہی بیروی ہے؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جموئی نبوت کے فریب خورده انسانو! نبوت ایک عطاگی اور دہمی گوہر ہے۔ کوئی شخص اطاعت، اتباع، عبادت، ریاضت، محنت اور لیاقت کے ذریعے منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا، اگر نبوت ان اوصاف کے حصول سے ملتی ہوتی تو ابو بکرؓ کا کون ٹانی تھا۔ عز کا کون ہسر تھا، عثمانؓ کا کون میل تھا، علیؓ کا کون مقابل تھا اور دیگر صحابہؓ ان اوصاف میں کتنے متاز تھے؟ لیکن ان میں سے کسی نے دعویٰ نبوت نہ کیا بلکہ ہمیشہ خاتم النبیوں کی ختم نبوت کا اعلان اور تحفظ کیا اور اس عقیدہ کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کی سرکوبی کی اور اس راہ میں کبھی بھی کسی قربانی سے دریغہ نہ کیا۔

سچ مصلحت ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

کلمہ طیبہ اور دلیل ختم نبوت: لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ، إِنَّمَا كَلْمَةُ طِيبٍ كَيْفَيَّةٌ

(۱) لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (۲) مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ

پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے اور دوسرے حصہ میں خاتم انسان صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت و رسالت کا ذکر ہے۔

پہلے حصہ کے حروف بارہ ہیں۔ اور دوسرے حصہ کے حروف بھی بارہ ہیں۔ پہلے حصہ میں کوئی نقطہ نہیں اور دوسرے حصہ میں بھی کوئی نقطہ نہیں۔ جو پہلے حصہ کے حروف کی تعداد میں تبدیلی کرے وہ بھی کافر۔ اور جو دوسرے حصہ کے حروف کی تعداد میں تبدیلی کرے وہ بھی کافر، جو پہلے حصہ میں کوئی نقطہ لگائے وہ بھی کافر اور جو دوسرے حصہ میں کوئی نقطہ لگائے وہ بھی کافر۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو حکم دینا ہوتا تو "یا" جو عربی زبان میں خطاب کے لئے آتا ہے، سے خطاب کر کے اور نبی کا نام لے کر حکم دیا جاتا تھا۔ مثلاً قرآن مجید میں یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ۔ مالک کائنات اپنے بیسمیل ہوئے انبیاء کرام سے اسی طرح خطاب فرماتے رہے لیکن جب خاتم انسان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سارے قرآن مجید میں تاجدار ختم نبوت کو کہیں بھی "یا محمد" کہہ کر خطاب نہیں فرمایا۔ بلکہ سید المرسلین کو ہما ایها النبی اور ہما ایها الرسول سے خطاب فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت واوہ، حضرت یحیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کہیں بھی ہما ایها النبی اور ہما ایها الرسول نہیں فرمایا اور اس لئے نہیں فرمایا کہ "ہن کے بعد نبی اور رسول آئے تھے۔ لیکن جس ذات اقدس کے بعد کوئی اور نبی و رسول پیدا نہیں ہوا تھا" اسے ہما ایها النبی اور ہما ایها الرسول کے خطاب سے نوازا گیا۔ لہذا کلمہ طیبہ سے ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ روہیت اللہ پر ختم ہے اور نبوت و رسالت رسول اللہ پر ختم ہے۔ خدا کے سوا جو خدائی کا دعویٰ کرے وہ فرعون، نمرود اور شداد ہے اور جو انہیں رب مانتے وہ مشرک فی الربوبیت ہے۔ اور رسول اللہ کے بعد جو دعویٰ نبوت و رسالت

کرے، وہ اسود منی، میلہ کذاب اور مرزا قادریانی ہے اور جو انسیں نبی مانیں وہ مشرک فی النبوت ہیں۔ دونوں حرم کے مشرکین اپنے جعلی خداوں اور جعلی نبیوں سیست جنمی ہیں۔

○ تمام نبیوں نے اپنے بعد آنے والے نبیوں کے بارے میں پیش گوئیاں کیں لیکن جب رحمتِ وہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے کسی نئے نبی کے آنے کی پیش گوئی نہ کی بلکہ اعلان فرمایا۔۔۔ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

○ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کما، خاتم الرسلین نہیں کہ مبادا اس کا مطلب کوئی یوں لے کر رسالت ختم ہو گئی اور نبوت ختم نہیں ہوئی کیونکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے۔ خاتم النبیین میں ”النبیین“ رسول اور نبی دونوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہذا آپؐ کی ذات اقدس پر نبوت درسالت دونوں ختم ہو گئیں۔

○ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اول النبیین بھی ہیں اور آخر النبیین بھی کیونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے منصب نبوت آپؐ کو عطا کیا گیا اور بعثت میں سب سے آخر میں۔

آپؐ کی ہستی مبارک پر نبوت ختم ہوئی تو نبوت کے سارے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے جملہ انبیاء کرام کو جزوی طور پر جو کمالات نبوت ملے تھے، وہ آپؐ کو کلی طور پر عطا کر دیئے گئے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، یہ بیضا داری
آنچہ خوبیں ہسہ وارند تو تھا داری

○ قانون فطرت ہے کہ ہر چیز کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہا نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا جاتب محمد علی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انتہا کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہا کرتی۔

○ بعثتِ محمری سے پہلے خدا تک پہنچنے کے بہت سے دروازے تھے۔ یہ آدم کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جائیے، خدا کا قرب مل جائے گا۔ یہ نوحؑ کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جائیے، اللہ تک رسائی ہو جائے گی۔ یہ ابراہیمؑ کا دروازہ ہے، اس سے

داخل ہو جائیے، خدا مل جائے گا۔ یہ موسیٰ کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جائیے، خدا مل جائے گا یہ موسیٰ کا دروازہ ہے، اس سے داخل ہو جائیے، اللہ کی صرفت نصیب ہو جائے گی، یہ میںیٰ کا دروازہ ہے، مالک سے رابطہ ہو جائے گا۔ لیکن جب بنتِ محمدیٰ ہو گئی تو یہ سارے چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر دیئے گئے اور نبوتِ محمدیٰ کا "مین گیٹ" کھول دیا گیا اور ربِ نبی المجلال نے یہ اعلان کر دیا اب جو بھی مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے، اسے "مین گیٹ" سے گزر کے آتا ہو گا۔

○ جس طرح ہر مسلمان کا ایک جسمانی باپ ہے اسی طرح ہر مسلمان کا ایک روحانی باپ ہے۔ جس کے جو توں کی خاک کے ذروں پر جسمانی باپ کو قربان کیا جاسکتا ہے اس روحانی باپ کا نام ہای اسم گرامی "محمد" ہے اگر کوئی شخص دوسرے جسمانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنی ماں کی محنت کے سلفینے کو اپنے ہاتھوں سے غرق کرتا ہے اور اگر کوئی دوسرے روحانی باپ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی کشتی کو اپنے ہاتھوں سے ڈبو رہتا ہے لہذا جس طرح کسی مسلمان کا دوسرا جسمانی باپ نہیں ہو سکتا، اسی طرح کسی مسلمان کا دوسرا روحانی باپ (نی) نہیں ہو سکتا۔

تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ ختم نبوت نے پوری امت کو وحدت کی لڑی میں پور رکھا ہے اور اس لڑی کے موتی مومنین کملاتے ہیں۔ ختم نبوت کی وجہ سے آج اسلامی برادری عالمگیر برادری ہے، ختم نبوت کی بدولت سب کے رہبر و رہنا محمد علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ختم نبوت کے طفیل قرآن سب کا امام ہے، ختم نبوت کی برکت سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سب کا کلہ ہے، ختم نبوت کی رحمت سے بیت اللہ سب کا قبلہ ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو امتِ چھوٹی چھوٹی کلڑیوں میں بنت جاتی لہذا ربِ رحیم، نبوت کا باب بند کر کے اور رحمۃ العالمین کو مبعوث فرمائیں دنیا کو بے پایاں رحمت سے نوازا ہے۔

زنانہ رہتی دنیا تک نانے گا نانے کو
درود انکا، کام انکا، کام انکا، قیام ان کا

محمد طاہر عبدالرزاق
بیالحسنی سائیم اے (تاریخ)

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت

اذان

امت مسلمہ اس وقت جن اندر ونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہے اس سے ہر باشور شخص آگاہ ہے۔ کفر اپنے جدید تھیاروں سے لیس ہو کر مسلمانوں پر حملہ آرہوتا ہے تو اسے ان کے اندر سے ایسے خداروں کی ایک کھیپ مہیا ہو جاتی ہے جو اپنا ایمان تونق پکھے ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے ایمان کا سودا کرنے کے لیے بھی دن رات ایک کر دیتے ہیں اور بعض بد بخت تو سرچشمہ ایمان و یقین ہی کو گدلا کرنے کی ناپاک جمارت کرتے ہیں اور مرکز دین و شریعت کی مسلمہ حیثیت کو عوام کے ذہنوں سے کھڑپنے کی نہ موم کوششوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

اس وقت مسلمان کے ایمان پر چار اطراف سے بدویوں کی یورش دیگوار ہے۔ اس کی تہذیبی و تہذیبی پاکیزگی، اقتصادی و سیاسی نظافت اور اعتمادی و ایمانی تاریخ کو سخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چودہ سو برس قبل شروع ہونے والا فتحہ ارماد آج تک اپنے برگ و بار لا رہا ہے۔ مسلمان غافل اور بے خبر ہے کہ اس قفتکی پھانسیں کہاں کہاں اس کے جسد میں پیوست کر دی گئی ہیں۔ اس فتحہ کی بنیاد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی نہ ہونے یا آپ کی نبوت میں کسی اور کو شریک کر لینے کی ناپاک جمارت ہے۔ بر صیر پاک و ہند میں یہ فتحہ مرزا غلام احمد قادریانی کی شکل میں منہ زور ہو کر بر سر عام آیا مگر وقت کے قد آور علماء اور مخلص مسلمانوں کی مساعی سے اس فتنہ کے وست و بازو تو نٹ گئے لیکن اس کے جسد میں اب تک جان باقی ہے۔ یہ اپنے مخصوص طریق کار کے ذریعے مسلمانوں کو بے دین بنانے میں مصروف عمل ہے۔ صرف اندروں ملک ہی نہیں بیرون ملک اس نے اپنے پنج گاڑ رکھے ہیں جہاں سے ملنے والی ذہنی و مالی امداد نے اس ناپاک ناسور کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

اس وقت ضرورت ہے کہ جس طرح ماضی میں مجاہدین تحریک ختم نبوت نے اس فتنہ کو بے دست و پا کر دیا تھا آج کے مجاہدین اس کے جسد کو بے درج کر ڈالیں تاکہ امت مسلمہ کی آنکھ نسل اس خطرناک ناسور سے اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھ سکے۔

امت کا درد دل لیے آج بھی ایک بہت بڑی تعداد اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے مصروف عمل ہے۔ اس تعداد کے بیرون جو اس میں ایک نام ”طاہر عبدالرزاق“ ہے جن کی درجنوں کتب ختم نبوت اور اس سے متعلق موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ طاہر عبدالرزاق صاحب نے تحریک ختم نبوت ہی

سے لے کر نہیں بلکہ اس سے قبل کی تاریخ سے استفادہ کر کے قادیانیت کا بھیاک چہرہ بے نقاب کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے اپنے اسی موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ کے ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا مواد یک جا کر کے طاہر عبدالرزاق صاحب نے امت مسلمہ خصوصاً نسل فور پر احسان کیا ہے۔

”ختم نبوت“ کا مفہوم جانتا ہر موسمن کے ایمان کا تقاضا ہے اور ختم نبوت کے عالیشان محل میں نقشبندیوں کی ریشد دو انبیاء کا علم ہونا بھی ایک مسلمان کے اسلام کا مطالبہ ہے۔

”تفہیم ختم نبوت“ کتاب میں مصنف نے ان وسائل و براہین کو کیجا کیا ہے جو امت کے سرکردہ علمائے دین اور مخالفین شرع متنیں کے قلم سے نکلے اور صرف قادیانیت، ہنیں بلکہ آنے والے دور میں اس نوعیت کے ہر فتنہ کے استعمال کا سامان کر گئے۔

یوں تو اس کتاب کا ہر مضمون اپنی دلیل کی قوت، بیان کے زور، اصول کی پاسداری، علمی دیانت و امانت کے تقاضوں کے لحاظ اور قرآن و سنت کے غیر مبدل موقوف کی بے لاگ ترجمانی کرتا ہے تاہم یہ میوسیں صدی عیسوی کے چند ممتاز اور مستند علماء کی بصیرت افروز اور علمی تحقیقات کے شاہکار نے اس کتاب کی اہمیت و افادیت اور قدرو و قیمت کو دو چند ہنیں دہ چند کر دیا ہے۔ مولانا عبدالشکور ترمذی، ڈاکٹر عبدالفتاح عبداللہ برکہ، علامہ محمود احمد رضوی، پیر مہر علی شاہ گوڑوی، مفتی محمد شفیع، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، مولانا محمد مالک کاندھلوی ایسے نام ہیں جن کے قاطع و مانع دلائل نے قادیانیت کے من گھرست جوڑ جمع کے تارو پوڈ بکھیر دیے ہیں۔ یہ کتاب یوں تو ہر صاحب عقیدہ مسلمان کے مطالعہ میں آنی چاہیے لیکن ان لوگوں کے مطالعہ میں تو لازماً آنی چاہیے جو نبرد محرب کی مندوں کے وارث ہیں اور امت کی دینی عنان ان کے ہاتھوں میں ہے۔

طاہر عبدالرزاق صاحب جس ترپ، لگن، جذب، جوش اور محنت سے اس ہم کو سرکرنے میں لگئے ہوئے ہیں، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جیلیہ میں خلوص کی دولت فراواں بھر دے، ان کو امت کے لیے نافع و فائدہ مند بنائے۔ غفلت کی نیند میں نہیں بے حسی کے عالم میں دنیا کے چیزیں دوڑتی ہوئی امرت مسلمہ کو ہوش کے ناخن لینے کی توفیق عطا فرمائے! — ارشاد الرحمن



حروفِ خبر

کارزار ہستی، قدرت خداوندی کا ایک شاہکار ہے، جسے قادر مطلق نے اپنی صفات کے اظہار کا ایک اشارہ بنایا ہے اور اسے اپنی مشیت کے قالب میں رکھنے کے لیے عالم ملکوئی سے اس کی جہات کا تعین بھی فرمادیا ہے اور اس سارے معاملے کی راستی کے لیے نبوت کو ایک وسیلہ کے طور پر استعمال کیا ہے جس کی روح کو ہم وہی خداوندی کا نام دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اسلام جس کی اشاعت و ترویج کے لیے تمام انبیاء تشریف لائے، اُس مشیت ایزدی کا نام ہے جس نے نظام کائنات کی اصلاح و درستگی کی ضمانت دی ہے۔ حق و باطل کی اس جگہ میں شیطانی قوتوں کا اصل ہدف اسلام ہی ہے جس کی خاطر کم و بیش ایک لاکھ چوبیں ہزار انبیاء مسحوق ہوئے تو دوسری طرف اس کو مکروہ کرنے اور اس میں درازیں ڈالنے کی سی مذموم میں شیطان اور اس کے آله کار ازل سے مصروف ہیں۔ اسلام کی ابتداء ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے ہو کر تھیل نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہو چکی ہے۔ جن پر نبوت شریعت، طریقت اور حقیقت کی انتہاء تھیل ہو چکی ہے۔ اسلام کی اجتماعی و اکملی صورت شریعت محمدیہ کی شکل میں نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر چکی ہے۔ جس سے وہی الہیہ کا دروازہ خود بخود بند ہو چکا ہے۔ انسانیت کو نبوت مصطفوی ﷺ ایک نقطے پر مرکز کر چکی ہے کہ اب فلاح وارین کے لیے کسی اور نظام و نبوت کی ضرورت باقی نہیں۔ اور تحریری ضابطے کی شکل میں وہی خداوندی کو قرآن بناؤ کر انسانیت کے حوالے کر دیا گیا ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خدائے لم بیل نے خود اٹھایا ہے تاکہ روز قیامت تک کارزار ہستی کسی رخنے سے دوچار نہ ہونے پائے۔ مختصرًا ہم یوں عرض کر سکتے ہیں کہ مٹاۓ الہی کی تھیل اب آخری نبی کی بعثت۔ آخری امت کے ظہور اور آخری آسمانی کتاب کے نزول سے ہو چکی ہے۔ جب تک یہ تینوں چیزوں اپنی اپنی جگہ پر مضبوطی سے وقوع پذیر

ہیں، شیطان کا داؤ چل نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان نے اپنے سب سے بڑے سر درد یعنی آخري نبوت، آخري امت اور آخري کتاب پر اپنی تمام تر توانائیاں مجتمع کر کے جت گیا ہے۔ آخري کتاب اور آخري وحی الہیہ یعنی قرآن پر شیطان کا حملہ کامیاب نہیں ہوا کیونکہ اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ آخري نبوت اور آخري امت پر شیطان نے بھرپور قوت سے طبع آزمائی کی ہے کہ جب تک نبوت تامہ و کالمہ اور امت آخری کی سیسہ پلاٹی دیواروں میں رخنہ پیدا ہوگا، شیطنت کا میل بے پناہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ السلام کی حیات طیبہ سے ہی اپنے طاغوتی بوزنوں کے ذریعے شیطان، اسلام کے مستحکم حصار کی فصیلوں پر سنگ باری و خشت باری میں مصروف ہے۔ ادھر یہ بھی سنت الہیہ رہی ہے کہ ہر زہر کا تریاق، ہر درد کا درماں اور ہر مشکل کا حل بھی پیدا کر دیا ہے۔ اگر نبوت د رسالت کی خاتمیت پر شیطانی حملہ ہوا ہے تو عقیدہ ختم نبوت کے محافظ بھی خم ٹھوک کر میدان عمل میں لگئے ہیں۔ ہر کاذب مدینی نبوت نے اپنے خصائص شیطانی کی بناء پر حرص و ہوا یا قوت و تشدید کے تھیار استعمال کر کے عارضی طور پر مختصر لوگوں کا گروہ اگر اپنے ساتھ ملا بھی لیا تو یہ اجتماع بھی بھی دوام پذیر نہ ہو سکے گا۔ حق و باطل کا معزک ازل سے، ابد تک جاری رہے گا۔

ایک لطیف نکتہ عرض کرنا باتی ہے کہ چونکہ قرب قیامت ہے اور احادیث مبارکہ کی رو سے علمات قیامت کافی حد تک وقوع پذیر ہو چکی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معاملات تنزل و انحطاط کی طرف روز افزود ہو جائیں گے۔ حالات بدتر سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ماضی میں شیطان نے جن کاذب مدعاں نبوت کو اپنے منصوبوں کے لیے استعمال کیا وہ اپنے اپنے معاشروں میں کچھ اثر رکھتے تھے۔ افسوس کہ آخری وقت قرب قیامت میں شیطان کو نبوت کے ناقابل تغیر حصار پر حملے کے لیے جو کند ہتھیار یعنی مرزا غلام قادری میسر آیا وہ علم و عقل، صحت و مرداگی، شرافت و نجابت، شرم و حیا، عزت و غیرت، ناموس و ناموری حتیٰ کہ اوصاف آدمیت سے بالکل عاری ملا۔ اور اس نے کفر و ارتداء، وجہ تلمیس، مکروہ فریب، دروغ گوئی اور کذب بیانی اور عیاری و مکاری کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو قادریانیت کی زہرناکیوں سے محفوظ رکھے، اور اس فتنہ کو نیست و نابود فرمائے۔ (آمن)

خاکپائے فدائیان ختم نبوت
فقیر پر تقدیر
احمد علی ظفر

عقیدہ ختم نبوت اور مقام تاجدار ختم نبوت ﷺ

مولانا عبداللہ کورتر مذمیٰ

یہ سخت غلط فہمی ہے کہ نبوت کو ان کمالات میں سے سمجھ لیا جائے جو پہلی امتوں کو کسی عبادت و ریاضت کے صدر میں یا انعام کے طور پر تقسیم کیے گئے ہیں۔ یہ صرف تشریعی ضرورتوں کی سمجھیل کا ایک منصب ہے جس میں قدرت اس کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ اس کو اس منصب کے لیے منتخب کر لیتی ہے۔

نبوت کا کسب سے تعلق نہیں بلکہ اصطفا و اجتناء سے ہے

اگر نبوت ان کمالات میں سے ہوتی جو مجاہدات و ریاضات، پاکبازی، حسن نیت وغیرہ عبادات کے صدر میں انعامی طور پر ملتے ہیں۔ تو یقیناً اس کے لیے سب سے موافق زمانہ خود نبی کی موجودگی کا زمانہ ہوتا۔ کیونکہ جتنی عملی جدوجہد، اتباع شریعت کا جتنا جذبہ خود نبی کے زمانہ میں ہوتا ہے اس کے بعد نہیں ہوتا مگر نبوت کی تاریخ اس کے برخلاف ہے۔ یعنی جب خدا تعالیٰ کی زمین شروع فساد، طغیانی و رکشی، تکبر و غور سے بھر گئی ہے، ملاج و تقوی کا حجم فاسد ہو گیا ہے، رشد و ہدایت کے آثار جو ہو گئے ہیں، وہی وقت انبياء علیہم السلام کی آمد کا سب سے زیادہ موزوں قرار پایا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان نہیں ہے کہ نبوت وہ انعام نہیں ہے کہ ولایت و صدقیقت کی طرح امتوں میں تقسیم کی جائے بلکہ دنیا کے انتہائی دور مظلالت میں خدا کی صفت ہدایت کا انتقام ہے۔ اس میں کسب و اکتساب اور ماحول کی مساعدت و نامساعدت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبوت ان کمالات میں سے نہیں ہے جو ریاضات و مجاہدات کے صدر میں بطور انعام کسی وقت بھی بخشنا گیا ہو۔ بلکہ یہ ایک الہی منصب ہے جس کا تعلق تشریعی

ضرورت اور برآہ راست خدا تعالیٰ کی صفت اجتہاد و احصفاء کے ساتھ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس منصب کے لیے جن لیتا ہے۔

رسالت کا مفہوم:

آنحضرت ﷺ کی رسالت کا صحیح اور پورا مفہوم اسی وقت ادا ہوتا ہے جبکہ آپؐ کو خاتم النبیین بھی سمجھا جائے۔ آپؐ کو صرف رسول اللہ سمجھنا اور خاتم النبیین نہ سمجھنا آپؐ کی حیثیت کے صرف ایک ہی جزو کو ادا کرتا ہے اور وہ بھی مشترک جز کو۔ آپؐ کے منصب عالیٰ کا ممتاز جزو خاتم النبیین ہے لیکن چونکہ یہ دونوں حیثیتیں آپؐ کی ذات میں جمع ہیں اور اس طرح جمع ہیں گویا ایک ذات کے دو عنوان ہیں۔ اس لیے عام طور پر صرف اقرار رسالت ختم نبوت کے اقرار کے لیے کافی سمجھا گیا جیسا کہ کلمہ توحید کا اقرار اس کا اقرار اگر رسالت کے اقرار سے ایک جدا گانہ شے ہے مگر جو توحید آپؐ کی حکم برداری میں تسلیم کی جائے وہ اقرار بالرسالة کے ہم معنی ہے۔ اس لیے بعض احادیث میں صرف کلمہ توحید کی شہادت کو مدائر بحث قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کی رسالت اور ختم نبوت کا مسئلہ سمجھنا چاہیے۔

عقیدہ ختم نبوت ایمان کا جز ہے

حدیث میں جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان آپؐ کی ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں: ”ولکن رسول اللہ“ کے ساتھ: ”و خاتم النبیین“ کا لفظ اسی لیے ہے کہ آپؐ صرف رسول نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ اس کے برخلاف آپؐ سے پیشتر جتنے رسول ہوئے وہ صرف رسول اللہ تھے۔ اسی لیے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خاتم النبیین ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا مخصوص لقب ہے اور آپؐ نے ہی اس کا دعویٰ کیا ہے۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کا یہ لقب صرف بطور مدعی نہیں ہے بلکہ یہ بحیثیت عقیدہ کے ایک عقیدہ ہے۔ خاتم الشراء اور خاتم الْمُحَمَّدِینَ کی طرح یہ صرف ایک معاورہ نہیں ہے۔

رسول اللہ کا تصور

آنحضرت ﷺ کے تصور کے لیے وہ اتوں کا تصور ضروری ہے۔ یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ کہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔ آپ کے متعلق صرف رسول اللہ کا تصور آپ کی ذات گرامی کا اوصول اور ناقص تصور ہے بلکہ ان ہر دو تصورات پر آپ کا امتیازی تصور خاتم النبیین ہے۔

ضروری تشبیہ

جب کسی لفظ کا ایک مفہوم اور اس کی مراد امت مسلمہ کے تواتر استعمال کرنے اور اجماع سے معین ہو گئی ہو تو قرآن و حدیث میں اس لفظ کے وہی معنی مراد لیے جائیں گے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لغت کی استعانت یا دمکڑ شواہد سے اس لفظ کے دوسرے معنی اور مفہوم مراد لے۔ مثلاً وہی کا لفظ ہے۔ لغت میں وہ کسی معنی کے لیے ہے۔ اب اس پر بحث کرنی غیر ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں جب اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کے دائرہ میں ہے تو اس کے معنی بندہ اور حق تعالیٰ کے مابین ہم کلامی کے ہوتے ہیں۔ اس لیے جب کہیں وہی کا لفظ انبیاء و رسل کے بارہ میں استعمال کیا جائے گا تو اس کے سبھی معنی مراد لیے جائیں گے یا مثلاً نبی کا لفظ ہے یہ باء سے مشتق ہے اور لغت میں انباء گوہر خبر کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کا عام استعمال اب صرف غیب کی خبروں میں ہوتا ہے تو نبی اللہ کے معنی (فعیل بمعنی مفعول کا لحاظ کرتے ہوئے) یہ ہوں گے: ”الذی نباه اللہ“ یعنی: ”جس کو اللہ نے نبی بنایا ہوا اور اس کو غیب کی خبریں دی ہوں۔“ اس کے بعد اب ختم نبوت کے مفہوم اور معنی پر غور کیجئے۔

ختم نبوت کے معنی

ختم نبوت کا لفظ ہمیشہ سے امت مسلمہ میں تواتر کے ساتھ استعمال ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ سے اس لفظ کا مفہوم صرف سبھی سمجھا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کسی جدید نبوت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی مرتبہ ہی کی کیوں نہ ہو ظلی ہو یا بروزی

تشریحی ہو یا غیر تشریحی ہر قسم کی نبوت ختم کردی گئی مگر اس معنی سے نہیں کہ آئندہ نفوس انسانی کو
کمال و تکمیل سے محروم کر دیا گیا ہے بلکہ اس معنی سے کہ اب یہ منصب ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

صرف لفظ کا استعمال کافی نہیں

اگر کوئی جماعت صرف ختم نبوت کا لفظ تو استعمال کرتی پھر ان معنوں سے نہیں جن
میں کہ عام مسلمان اس کو استعمال کرتے چلے آئے ہیں تو محض اس لفظ کے استعمال کر لینے سے
اس کو عام مسلمانوں کی جماعت میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ صرف جنت و دوزخ، نبوت
اور مESSAGES کے الفاظ استعمال کرنے والے فلاسفہ کو صرف ان الفاظ کے استعمال کرنے سے
مسلمانوں کے عقائد سے متفق نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ ان
الفاظ کا استعمال ان ہی معنوں میں کرتے ہیں جن میں کہ تمام مسلمان ان کو استعمال کرتے چلے
آئے ہیں کیا نصاریٰ اور ہندو بھی توحید کا اقرار نہیں کرتے مگر کیا صرف لفظ توحید کے استعمال کر
لینے سے ان کو اسلامی توحید کا معتقد کہا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان و اسلام کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان حقائق کو اپنے انہی
معنوں میں مانا جائے جن میں کہ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں میں مسلم رہے ہیں۔ صرف رُسی الفاظ کی
نقالی بے سود ہے۔

ختم نبوت کی عقلی وجہ

سنت اللہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کامل
کر کے ختم فرماتے ہیں۔ نقش کو ختم نہیں فرماتے نبوت بھی اپنے کمال کو کافی بھی تھی۔ اس لیے
مقدار یوں ہوا کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت ختم نہ ہوتی بلکہ
جاری رہے تو لازم آئے گا کہ ان کا خاتمه نقصان پر ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن عالم کا فنا
ہونا ضروری ہے۔ اس سے قبل کسی نہ کسی نبی کا آخری نبی ہونا بھی عقل لا لازم ہے۔ اب اگر وہ
اپنے سے زیادہ کامل ہو تو اس کے لیے اسلامی عقیدہ میں گنجائش نہیں اور اگر ناقص ہو تو خاتمه
نقصان پر تسلیم کرنا لازم ہو گا۔

تفصیل

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب فطرت عالم پر غور کیا جائے گا تو جزو کل میں ایک حرکت نظر آئے گی۔ ہر حرکت ایک ارتقاء اور کمال کی متلاشی ہوتی ہے۔ پھر ایک حد پر چکنچ کریہ حرکت ٹھٹم ہو جاتی ہے اور جہاں ٹھٹم ہوتی ہے وہی اس کا نقطہ کمال کہلاتا ہے۔ انسان کی حقیقت پر اگر غور کیا جائے تو وہ بھی نقطہ سے تحرک ہو کر دم و ملختہ کے قالب طے کرتا ہوا طلق آخر پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اور اسی کو اس کی استعداد فطری کا کمال کہا جاتا ہے۔ پیدا ہونے کے بعد اس کے اعضا میں پھر ایک حرکت اور ایک نشوونما نظر آتی ہے اور وہ دور شباب پر کمل ہو کر ٹھٹم ہو جاتا ہے اور اسی کو اس کا زمانہ کمال کہا جاتا ہے۔ بنا تات اور اشجار کو دیکھئے تو وہ بھی ایک چھوٹی سی سکھلی سے حرکت کرتے کرتے ایک تادور درخت بن جاتے ہیں۔ آخر کار اس پر کچل نمودار ہوتے ہیں اور جب وہ نمودار ہوتے ہیں تو یہ اس کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی کمال پر چکنچ کر درخت کا ایک دور حیات ٹھٹم ہو جاتا ہے۔ آئندہ اپنے دور حیات کے لیے پھر اس کو بہت سے انہی ادوار کو دہراتا پڑتا ہے جن میں سے گزر کر وہ اس منزل تک پہنچا تھا۔ لیکن موسم خزاں آتا ہے اور اس کے دور حیات کو ٹھٹم کر جاتا ہے۔ اگر قدرت کو اس کی پھرنشاہی قہاریہ منظور رہتی تو وہ یونہی سوکھ کر ٹھٹم ہو گیا ہوتا مگر چونکہ اس کو بھی باقی رکھنا منظور ہوتا ہے اس لیے پھر اسے وہی بیز بیز پچھاں وہی ہری ہری چک دار ڈالیاں مل جاتی ہیں۔ پھر اس پر پھول آتے ہیں اور آخر میں کچل نمودار ہوتے ہیں۔ جب تک یہ درخت موجود رہتا ہے اسی طرح اپنے ارتقائی مارچ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دہرا یا کرتا ہے جو درخت اپنی ابتدائی کڑیوں کو پھر نہیں دہراتے وہ ایک مرتبہ کچل دے کر اپنی زندگی ٹھٹم کر جاتے ہیں۔ جیسے کیلا کا درخت ہے۔

اسی طرح سمجھا جائے کہ عالم نبوت میں بھی ایک ترقیج نمایاں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں پر نظر ڈالنے تو معلوم ہو گا کہ تمام بتویں کسی ایک کمال کی جانب تحرک ہیں۔ ہر کچلی شریعت پہلی سے نسبتاً ارتقا کی ٹکل میں نظر آتی ہے۔ اس لیے اس طبعی اصول کے مطابق ضروری ہے کہ یہ حرکت بھی کسی نقطہ پر جا کر ٹھٹم ہو جس کو اس کا کمال کہا جائے۔

لیکن جب خود نبوت ہمارے ادراک سے ہالا تر حقیقت ہے تو اس کے آخری کمال کا

ادراک بدرجہ اُلیٰ ہماری پرواز سے باہر ہونا چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ قدرت خود اس کی کفالت فرمائے اور خود ہمیں اس کا اعلان کر دے کہ نبوت کا ارتقاء جہاں ختم ہوا ہے وہ مرکزی اور کامل ہستی آنحضرت ﷺ کی مبارک ہستی ہے۔ قرآن کریم میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے: ”ولَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کے بعد فرمایا ہے: ”وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ یعنی اللہ ہمیں کو ہر چیز کا علم ہے وہ ہمیں یہ جانتا ہے کہ نبیوں میں خاتم النبیین اور آخری نبی کون ہے۔ یہ بات تمہاری دریافت سے باہر ہے کہ تم معلوم کر سکو کہ اس کے رسولوں کی مجموعی تعداد کتنی ہے۔ ان میں اقل کون ہے اور آخری کون ہے۔

نبوت نے اپنا مقصد پالیا

آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی نیا رسول نہیں آئے گا۔ کیونکہ اگر کوئی رسول آئے تو یا تو وہ آپ سے افضل ہو گا یا متفضول۔ اگر افضل ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت نے ابھی تک اپنے اس کمال کو نہیں پایا جس کے لیے وہ تحرک ہوئی تھی اور اگر متفضول ہو تو کمال کے بعد پھر یہ نزدیکی حرکت اسی وقت مناسب ہو سکتی ہے۔ جبکہ عالم کی پھرنشاۃ ثانیہ تسلیم کی جائے۔ لیکن چونکہ دنیا کی اجل مقدر پوری ہو جکی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ نبوت کی آخری اینٹ بھی لگاوی جائے۔ اور اعلان کر دیا جائے کہ دنیا کی عمر کے ساتھ قصر نبوت کی بھی پھیل ہو گئی ہے۔ اور نبوت نے اپنا مقصد پالیا ہے۔

ختم نبوت و نبی ارتقاء اور خدا تعالیٰ کے انتہائی انعام کا ارتقاء ہے۔ اور وہ کمال ہے کہ اس سے بڑھ کر امت کے لیے کوئی اور کمال نہیں ہو سکتا۔ پھر حیرت ہے کہ اتنے عظیم الشان کمال کو بر عکس محرومی سے کیسے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

دین اسلام کامل ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی اقحاء عالم میں پھیل چکی ہے۔ خدائی نعمت پوری ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی اور ہمیشہ کے لیے ایک اسلام ہی پسندیدہ دین ٹھہر چکا ہے۔ اس لیے آئندہ نہ گمراہی اتنا تسلط حاصل کر سکتی ہے کہ ہدایت کو فنا کر دے اور اس کے تمام چیزوں کو خلک ہو جائیں۔ اس کی ایک کرن بھی چمکتی نہ رہے اور نہ اس لیے کسی رسول کے آنے کی ضرورت باقی ہے۔

ختم نبوت درحقیقت اس کا اعلان ہے کہ نور نبوت اب تمام عالم کو اس طرح روشن کر چکا ہے کہ اب کفر خواہ کتنا ہی سر پکھے مگر وہ اس کے بجانے سے بچنیں سکتا۔ خدا کا اقرار اور اس کی صفات کی معرفت غیب کا یقین اب مجموعہ عالم کا اس طرح جزو بن چکے ہیں کہ اگر کہیں اس مرتبہ پھر یہ معرفت ختم ہو گئی تو بس اس کے ساتھ ہی عالم کی روح بھی کل جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

بڑی غلط فہمی

یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ ختم نبوت کو کمالات کے ختم کے ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔ ہمارے اس بیان سے روشن ہو گیا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا تو خدائی نعمت کے اتمام اور دین کے انتہائی ارتقاء و عروج کی دلیل ہے۔ البتہ کمالات و برکات کا خاتمه بلاشبہ محروم ہوتی مگر روایات سے ثابت ہے کہ امت مرحومہ کے کمالات تمام امتوں سے زیادہ ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو بھی اس امت کے کمالات سن کر تمنا ہو سکتی ہے کہ وہ بھی اس امت کے ایک فرد ہوتے ہیں۔

ایک مغالطہ

ایک مغالطہ یہ ہے کہ ختم نبوت کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ نبوت کی بندش گویا آپ کی تعریف آوری کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو شاید کچھ اور افراد کو نبوت مل جاتی۔ یہ بھی انتہائی جہالت ہے۔ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اس لیے آپ کی آمد ہی اس وقت ہوئی ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کا ایک ایک فرد آپ کا تھا۔ اس لیے آپ کی آمد نے نبوت کو بند نہیں کیا بلکہ جب نبوت ختم ہو گئی تو اس کی دلیل بن کر آپ تشریف لائے ہیں اور اس معنی سے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اگر علم ازیٰ میں کچھ اور افراد کے لیے نبوت مقدر ہوتی تو یقیناً آپ کی آمد کا زمانہ بھی ابھی اور موخر ہو جاتا۔

فاش غلطی

سب سے زیادہ فاش غلطی یہ ہے کہ اس پر غور نہیں کیا گیا کہ پہلے ایک نبی کے بعد دوسرا نبی کیوں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی نبوت خاص قوم اور خاص زمانہ کے لیے ہوتی تھیں۔ اس لیے ہر نبی کے بعد لامحالہ دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہتی تھی لیکن جب وہ نبی آگئی جس کی نبوت کسی خطہ کسی قوم اور کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں تو اب اس کے بعد نبوت کا سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی موجودگی کے زمانہ میں۔

آپ کا دور نبوت دوسرے انبیاء کی طرح فتح نہیں ہوا۔ پس درحقیقت نبوت تواب بھی باقی ہے اور وہ نبوت باقی ہے جو تمام نبیوں سے کامل تر ہے۔ ہاں! نبی اور کوئی باقی نہیں۔ رہا جب آپ کی نبوت باقی ہے تواب جدید نبوت کا سوال خود بخود فتح ہو جاتا ہے:

ہنوز آد ابر رحمت و درفشاں مت

خم و خمخانہ ہامہر لشان مت

آپ کا تشریف لانا تمام جہان کے لیے رحمت ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ اب خاتم بذات خود تمام جہان کے لیے رحمت بن کر آگئی ہے۔ اتنی بڑی رحمت کہ اس کے بعد کسی اور رحمت کی ضرورت نہیں ہو گی۔ آج تک ہر رسول کے بعد دوسرے رسول کے انکار سے کفر کا خطہ لگا رہتا تھا۔ خاتم النبیین کی آمد سے یہ کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس راستے سے اب کفر کا کوئی خطہ باقی نہیں رہا۔ نہ کسی اور رسول کے آنے کا امکان ہے نہ کسی کے انکار سے کفر کا اندر یہ باقی ہے۔

بعثت عام اور فتح نبوت

اگر آپ کی بعثت عام نہ ہوتی اور نبوت فتح ہو جاتی تو آنے والی امت بغیر رسول کے رہ جاتی یہ بجائے رحمت کے ایک اور زحمت ہوتی۔ اس لیے جب نبوت کا فتح ہونا مقدر ہوا تو آپ کی بعثت کا دامن قیامت تک کے انسانوں کے لئے پھر پھیلا دیا گیا تاکہ رہتی دنیا تک تمام انسان کامل و اکمل رسالت کے نیچے آ جائیں اور کسی دوسرے رسول کے مقام نہ رہیں اور اگر

آپ کی بعثت تو عام ہوتی مگر نبوت ختم نہ ہوتی تو اب آئندہ اگر کوئی اور کامل رسول آتا اور آپ کی بجائے اس کی اجاع لازم ہوتی تو آپ کا ناقص ہونا ثابت ہوتا۔ (العیاذ باللہ) اور اگر کوئی ناقص رسول آتا تو کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کے دامن میں آتا بجائے رحمت کے زحمت بن جاتا۔ اس لیے بعثت عاصہ کے بعد نبوت کا ختم ہونا ضروری لازمی ہو گیا۔

ظلیٰ بروزی نبوت کی کوئی قسم نہیں ہے

تاریخ نبوت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو اس میں صرف دو حصہ کی نبوتیں ملتی ہیں۔ ایک تشریحی، دوسری غیر تشریحی اور یہ دونوں برآہ راست نبوتیں ہیں تواب نبوت کی ایک اور تیسرا حصہ (ظلیٰ، بروزی اور بالواسطہ) نبوت کا تراشنا تاریخ نبوت کے ظلاف ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایک آیت اور ایک حدیث بھی دستیاب نہیں ہو سکتی جس میں آنے والی امت میں سے کسی کو نبی کہا گیا ہو اور نہ ہی دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا نبی تھلا یا جا سکتا ہے جو کسی نبی کے واسطے اور اس کی اجاع کے صلہ میں انعامی طور پر نبی بنا دیا گیا ہو۔

احادیث میں آنحضرت ﷺ کے بعد ہر حصہ کی نبوت کی نسبت کی کردی گئی ہے اور کسی تفصیل کے بغیر: ”لانبی بعدی“ میرے بعد کوئی نبی نہیں کہہ دیا گیا ہے۔ اسی لیے آپ کے بعد مدی نبوت کو کذاب و دجال کہا جا رہا ہے۔ کسی حدیث سے ظلیٰ بروزی نبوت کی تقسیم ثابت نہیں ہوتی۔ بہرآ خرکسی دلیل سے نبوت کی ایک تیسرا حصہ مان کر اس کو جاری قرار دیا جائے کیا آیت خاتم النبیین کے عموم میں محض اختراعی تقسیم کی وجہ سے تخصیص پیدا کر کے قرآن کریم میں کھلی تحریف کا ارتکاب کر لیا جائے؟

فنا فی الرسول اور اتباع کی وجہ سے بھی نبوت نہیں مل سکتی

اگر فنا فی الرسول اور اتباع رسول کی وجہ سے کسی کو نبوت مل سکتی اور امت میں کوئی بھلی سے بھلی نبوت بھی جاری ہوتی تو صدیق اکبر علی المرتضیؑ کو ضرور اس سے حصہ دیا جاتا مگر حالات یہ ہے کہ شب بھرت میں حضرت علیؓ آپ کے بستر پر ساری رات آپ کی جگہ قربان ہونے کے شوق میں پڑے ہوئے ہیں۔ صدیق اکبر راست کے ہر خط را ک موقع پر سر بکف حاضر ہیں۔ مگر فنا فی الرسول کے سند رکے ان شاہزادوں کو نبوت کا چھوٹے سا چھوٹا موتی بھی ہاتھ نہیں آیا بلکہ

اگر کسی کے متعلق سیاق کلام میں نبوت کا کوئی ارتقی احتمال بھی پیدا ہوتا نظر آیا تو اس کو بڑی صفائی سے وور کر دیا گیا اور کسی کے لیے لفظ نبی کی گنجائش نہیں دی گئی۔

اس لیے آنحضرت ﷺ نے غزوہ توبک جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو جب مدینہ سورہ میں اپنا جانشیں بنایا اور: "اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من صومی" میں اس علاقہ اور نسبت کا تذکرہ آیا جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان تھا تو: "الا انه لا نبی بعدى" فرمایا اس غلط فہمی میں پڑنے سے امت کو بچالیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت و جائشی بھی کہیں حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح خلافت نبوت نہ ہو۔

تسبیح

اسی حدیثوں میں حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام کی ذات گرامی سے تشییر دینا مقصود نہیں ہے اسی لیے "انت بمنزلة هارون" نہیں فرمایا بلکہ اس نسبت اور علاقہ سے تشییر مقصود ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے درمیان تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غیبت کے زمانہ میں کوہ طور جاتے ہوئے اپنی قوم کی گمراہی کے لیے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا۔ اسی طرح اپنی غیبت میں توبک جاتے ہوئے میں تھا را انتخاب کرتا ہوں۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ نبی تھے تم نبی نہیں ہو۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو نبوت ملتی تھی تو وہ یقیناً آپ ﷺ کے اتباع ہی کی بدولت ملتی اور وہ ظلیٰ بروزی بروزی مگر جب اس احتمال کی بھی لغتی کردی گئی تو اب اتباع رسول سے نبوت کے ملنے اور ظلیٰ بروزی بروزی کسی طرح کی نبوت کا بھی احتمال باقی نہیں رہا۔

محمدؐ اور مسلمؐ بھی نبی نہیں ہوتے

حضرت علیؓ و آنحضرت ﷺ سے نسبت اخوت تھی اس کے باوجود نبی نہیں بن سکے۔ اس نسبت اخوت سے بڑھ کر ابھیس کی نسبت ہے گمان ہو سکتا تھا کہ آپ کا کوئی فرزند ہوتا تو شاید وہ نبی ہو جاتا۔ چنانچہ ان کے متعلق حدیث کا ارشاد ملتا ہے: "لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ صَدِيقًا لِّيَهَا" اگر ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔ لیکن جب ذات قادر و حکیم نے غتم

نبوت کو مقدر فرمایا تھا اس نے ان کے لیے عالم تقدیر میں اتنی عمر ہی نہیں لکھی کہ ان کی علو استعداد ظاہر ہو سکے اور تم نبوت سے لکھائے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فطرت میں رسول خدا ﷺ کے واسن القدس سے واپسی ہو جانے کے بعد کمالات نبوت کا کیسا انکاس ہوا تھا اور آپؐ کی فطرت کو نبوت سے کتنی منابع تھی۔ وہ خود آنحضرت ﷺ کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے سایہ سے شیطان ترسال و لرزائ رہنے لگے تھے اور جس راستے عُمرؓ کل جائیں شیاطین وہ راستہ ہی چلانا چھوڑ دیا کرتے تھے وہ بولتے تھے تو با اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وحی اللہی ان کی موافقت میں بولتی تھی۔ وہ ٹھہم من اللہ اور محدث امت تھے مگر ان سب اوصاف و کمالات کے باوجود بھی ان کے بارہ میں حدیث میں آیا: ”لو کان نبی من بعدی لكان عمر“ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمرؓ ہوتا۔ اس سے یہ بات اور زیادہ صاف ہے کہ محدث اور مسلم بھی نبی نہیں ہوتا۔

حضرت عمرؓ کا محدث ہونا اور نبی نہ ہونا دونوں باقیں حدیث سے ثابت ہیں۔ نتیجہ واضح ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا۔ حدیث میں بھی: ”من غیر ان يکولوا النبیاء“ مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے کہہ کر محدث کے نبی نہ ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔

اب اس پر غور کیا جائے کہ حضرت عمرؓ اگر نبی نہیں کھلاتے تو ظاہر ہے کہ مجازی طور پر یہ کھلاتے مگر جب وہ بھی نبی نہیں کھلاتے تو پھر امت میں کسی دوسرے کو نبی کھلانے کا استحقاق اور جواز کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

اگر مبشرات نبوت کا جزو ہیں تو کیا ان کو نبوت کہا جا سکتا ہے؟

احادیث میں ایک طرف تو رؤیا صاحبہ کو نبوت کا چھیالیسوں جزو کہا گیا ہے۔ دوسری طرف بعض بلند اخلاق کو چھیسوں جزو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے: ”التعوذ والاقتصاد وحسن السمعت من ستة و عشرين جزء من النبوة“ ہر برداری و متانتِ میانہ روی اور اچھی روشنی نبوت کا چھیالیسوں جزو ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان اخلاق کی وجہ سے کسی کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ جب چھیسوں جزو کو نبوت نہیں کہا جاتا تو چھیالیسوں جزو کو نبوت کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ جزءیہ اپنے کل کے مغائر ہوتا ہے۔ دیکھئے یہی کلمات جن کا

مجموعہ اذان کھلاتا ہے علیحدہ علیحدہ اذان نہیں کھلاتے۔ عناصر بعد انسان کے اجزاء ہیں مگر ان میں سے کسی کو انسان نہیں کہا جاتا۔ مثلاً پانی انسان کا ۱/۴ حصہ ہے۔ مگر انسان نہیں ہے تو رؤیا صالحة بہوت کا چھپایا یہ ساری جڑ ہو کر بہوت کیسے ہو سکتا ہے؟

افادہ

رُؤیا صالحة بہوت کے حقیقتاً اجزاء نہیں ہیں۔ کیونکہ بہوت کسی ایسی حقیقت مرکبہ کا نام نہیں ہے جس کا تجویز و تحلیل ممکن ہو۔ وہ ایک منصب ہے جس کا تعلق صرف خدائی احصفاء و اجتہاد پر موقوف ہے۔ ہاں اس کے کچھ خصائص و لوازم ہیں جو اس کی ماہیت کا جز نہیں ہوتے۔ کیونکہ اصطلاح میں خصائص و اجزاء میں فرق ہوتا ہے۔ مگر اہل عرف کے نزدیک ان خصائص و نظریں ہی کو مجاز آجڑاء کہہ دیا جاتا ہے۔

ختم بہوت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امت کمالات سے محروم ہو گئی

احادیث سے واضح ہے کہ اونچے خواب دیکھنا، الہام اور فرشتوں کے ساتھ مکانہ امت کا دینی اور دنیوی لفظ و نق قائم رکھنا یہ سب وظائف امت محمدیہ کے مدینین اور خلفاء کی طرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کہیں بہوت ختم نہ ہوئی تو یہ اپنے کمالات واستعداد کے لحاظ سے اس کے اہل تھے کہ انہیں منصب بہوت سے سرفراز کرو دیا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں بھی استعداد بہوت تو موجود ہے اور انسانی بلند سے بلند کمالات اسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ختم بہوت کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ امت کمالات سے محروم ہو گئی ہے۔ بلکہ تمام تر کمالات اور پوری استعداد و لیاقت کے باوصاف اب چونکہ عہدہ بہوت پر تقرری کے لیے کوئی جگہ خالی نہیں رہی اور منصب بہوت کا عطا ہونا بند ہو گیا۔ اس لیے اس منصب پر کسی کا تقرر نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ کسی منصب پر تقرر کے لیے ذاتی استعداد اور قابلیت کے علاوہ تقرر کی جگہ کا خالی ہونا بھی شرط ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں نبی نہیں ہوئے اگر اس کی وجہ یہ ہوتی کہ ان حضرات میں اتنی لیاقت و استعداد بھی نہ تھی۔ تو یقیناً یہ اس امت کا لفظ شمار ہوتا۔ لیکن اگر تقرر کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے تو اس میں امت محمدیہ کا کوئی قصور نہیں لکھتا۔ یہ بات حکومت کے

لهم وفق کے متعلق ہے کہ وہ کسی عہدہ پر کتنے اشخاص کا تقرر کرنا چاہتی ہے۔

امت محمدیہ کے کمالات اور عظمت

اس سے امت محمدیہ کے کمالات اور عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ جن خدمات کے لیے پہلے انبیاءؐ کرام علیہم السلام بھیجے جاتے تھے۔ اب اس امت کے علماء اور خلفاء اس کو انجام دیا کریں گے۔ اب غور کیا جائے کہ امت محمدیہ کی ہنچ عزت اس میں ہے کہ اسے نااہل قرار دے کر اس میں نبی پیدا کیا جائے۔ یا اس میں کہ اس کے خلفاء وہ خدمات انجام دیں جو پہلے کبھی انبیاءؐ کرام علیہم السلام نہ فرمایا کرتے تھے۔

اسلام میں ختم نبوت کے عقیدہ کو بنیادی عقیدہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے آپ نے غور فرمایا کہ اس عقیدہ کی کس کس طرح حفاظت کی جارہی ہے۔ اگر کہیں ذرا بھی اس بنیادی عقیدہ کو خیس لگتی نظر آتی ہے تو فوراً اضافی کے ساتھ اس کی اصلاح کروی جاتی ہے اور معمولی سے ابہام کو بھی اس سلسلہ میں برداشت نہیں کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت

اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کے متعلق ایک اصول اور سب سے مقدس عقیدہ یہ ہے کہ اس کی ذات با برکات امت کے لیے مرضیات الہیہ کا نمونہ اور اسوہ حسنة بنا کر سمجھی جاتی ہے۔ اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ خالق جل و علا کی نظر میں جتنی پسندیدہ صفات ہیں وہ سب کی ذات گرامی میں جمع کروی جاتی ہیں اور جتنی صفات ناپسندیدہ ہیں۔ وہ ایک ایک کر کے اس کی ذات عالیہ سے الگ کروی جاتی ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کے نمونہ کہنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب نمونہ کی پسندیدگی کا معیار ہے۔

حق تعالیٰ نے جہاں اپنی جانب سے اپنی کتاب قرآن کریم دے کر سرفراز فرمایا تھا اس کے ساتھ ہی اس کتاب کا ایک عملی نمونہ بھی عنایت فرمایا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ لہذا جس طرح اللہ کی کتاب ہر تم کے عیب و نقص سے محفوظ ہے اسی طرح اس کا نمونہ بھی ہر عیب و نقص سے بہرہ اور پاک و صاف ہوتا چاہیے۔ سہما وجہ ہے کہ کتاب اللہ کی طرح صحابہ کرامؓ نے اسوہ رسول اللہ کو بھی اپنا پیشوائیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی

کو اسوہ حسنہ فرمایا اور صحابہ کرام نے کسی لینٹ دلکش کے بغیر آپ کو اپنا اسوہ ہنا گیا۔

اسوہ حسنہ رسول کی عصمت کا دوسرا مدلل عنوان ہے

اللہ تعالیٰ نے جس طرح تبلیغ احکام کے لیے آپ کو اپنا رسول بنا کر خود بھیجا تھا اس طرح آپ کی ذات گرامی کو نمونہ اور اسوہ حسنہ بھی خود ہی ہنا کر بھیجا تھا۔ لہذا جس طرح آپ کے علوم کی قدرت خاصی تھی اسی طرح آپ کے اعمال و افعال کی بھی قدرت ہی خود گران تھی اور عصمتِ رسول کا مفہوم بھی یہی ہے۔ لہذا اسوہ حسنہ کو رسول کی عصمت کا دوسرا مدلل عنوان سمجھنا چاہیے۔

اب اگر رسول کے کسی قول و عمل میں معصیت کی مخالفش تسلیم کر لی جائے تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی لازم ہو گی یا رسول کی ذات اسوہ نہ رہے یا معصیت بھی اسوہ کا جز بن جائے اور امتوں کے حق میں معصیت کا یہ عمل بھی مذموم نہ رہے کیونکہ جب وہ معصیت خود قدرت کے نمونہ میں موجود ہو گی تو پھر اس کی ایتاق پر امت سے باز پرس کیوں ہو گی۔ یہ دونوں باتیں ایک لمحے کے لیے بھی قابل تسلیم نہیں۔ اس لیے یہی بات تسلیم کرنی ہو گی کہ رسول کو نہ کہ معصوم ہوتا ہے اس لیے اس کے کسی عمل پر معصیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس کا ہر عمل نظرِ ربوبیت میں حسنہ اور نیکی شمار ہوتا ہے اور نیکی بھی وہ جس کو نمونہ کہا جاسکے۔

منکرین حدیث کا عقیدہ

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا منصب رسالت صرف تبلیغ قرآن پر ختم ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آپ کی حیثیت ایک پوسٹ میں سے زیادہ نہیں تھی۔ (والعیاذ باللہ)

اب ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی کیا حیثیت قرار دی گئی ہے۔ اور معلوم ہو چکا کہ منصب رسالت برداہ راست خدا کے انتقام پر موقوف ہے اور یہ کہ رسالت صرف وہی ہے۔ بندوں کے کسب و اکتساب یعنی عبادات و ریاضات کو اس کے حصول میں کچھ دخل نہیں ہے۔ قدرت رسولوں کا انتقام خود ہی کرتی ہے۔

قرآن کریم کی واضح آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور رسولوں کی

تعلیم و تربیت خود کرتے ہیں۔ وہ ان کو خود پڑھا کر خود ہی یاد بھی کرتے ہیں: ”سُنْقِرُكَ فَلَا
تَنْسِي إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ“ ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے جو اس کے جس کو خدا
چاہے۔ ”پھر اس دھی کے بیان کی ذمہ داری بھی خوبی اٹھاتے ہیں: ”إِنَّ عَلَيْنَا هَبَانَه“ اس کا
بیان بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیاً عَلَيْهِمُ الْسَّلَامُ کے عواطف و میلان
قلیلی کی بھی مگر انی کرتے ہیں اور ان کے عزائم اور افعال قلبی خطرات کی بھی پوری مگر انی کی جاتی
ہے۔ اس لیے امت ان کے متعلق مخصوص ہونے کا عقیدہ رکھتی ہے: ”لَوْلَا أَنْ ثَبَّتَكَ لَقَدْ
كِدْتُ تُرْكِنَ إِلَيْهِمْ هَبَانَةَ قَلِيلًا“ اگر ہم آپ کو تحام نہ لیتے تو کچھ نہ کچھ آپ ان کی طرف
جھک پڑے تھے۔ اس رہانی تعلیم و تربیت، عصت اور ہمہ وقت مگر انی کی وجہ سے نبی کی جوبات
ہوتی ہے وہ خواہش نفس سے پاک اور صاف ہوتی ہے اور انہیں رائے کی عصت بھی حاصل
ہوتی ہے۔ ارشاد ہے: ”وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهُوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ وہ اپنی خواہش
سے نہیں بڑتا جو بڑتا ہے وہ خدا کی دھی ہوتی ہے جو اس پر سمجھی جاتی ہے اور ارشاد ہے: ”إِنَّا
أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ“ ہم نے آپ پر
قرآن سچائی کے ساتھ اتنا راہے تاکہ آپ لوگوں کے معاملات میں اس رائے کے مطابق فیصلہ
کریں جو اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے کہ
خلق میں فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ خود ان میں سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ رائے کی عصت انہی کے
ساتھ مخصوص ہے۔

وَمَا يَنْطَقُ عَنِ الْهُوَىٰ کے معنی

مکرین حدیث اس آہت کریمہ کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔
حالانکہ یہاں رسول کی صفتِ نُطق کی مطلقاً مدرج مقصود ہے تو قرآن پڑھنے کے لیے تمام جگہ
تلاوت یا قراءت کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اگر یہاں قرآن مراد ہوتا تو: ”وَمَا يَنْطَقُ“ کی جگہ:
”وَمَا يَعْلَمُ“ یا: ”وَمَا يَقْرَأُ“ کا لفظ ہونا چاہیے تھا۔ مکرین حدیث چونکہ حدیث کے سرے سے
مخالف ہیں۔ اس لیے وہ رسول کو کسی ایسی صفت کے ساتھ موصوف دیکھنا نہیں چاہیے۔ جس
کے بعد اس کو عام امراء و حکام سے کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو جائے۔

اصل یہ ہے کہ رسول اپنی ذات اور تمام صفات میں عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے کان وہ کچھ نہ سنتے ہیں جو عام قلوق کے کان نہیں سنتے۔ اس کی آنکھ وہ دیکھتی ہے جو عام آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ اسی لیے فرمایا: ”إِنَّ أَرْبَى مَا لَأَتَرْذُونَ“ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اسی لیے آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس منہ سے حق بات کے سوا کبھی کچھ نہیں لکھا۔ حتیٰ کہ اپنی خوش طبعی کے متعلق بھی فرمایا: ”إِنَّ لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًا“ میں خوش طبعی میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔ اس لیے فرمایا کہ غصہ اور رضا مندی کے ہر حال میں جو میرے منہ سے لٹکے سب کچھ لکھ لو۔ وہ حق ہی حق ہو گا۔ جب اس کے عام نطق کا حال یہ ہے تو جو قرآن اس کی زبان سے لکھتا ہے وہ صدق و صفا کی کس منزل پر ہو گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس جگہ قرآن نے آپ کے کسی خاص بات کہنے کے متعلق صفائی پیش نہیں کی۔ یعنی: ”وَمَا يَنطِقُ بِالْقُرْآنِ“ وغیرہ نہیں فرمایا بلکہ مضمول کو حذف کیا ہے۔ لہذا باغفت کے قاعدہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مفہول تصور نہیں۔ بلکہ صرف آپ کی صفت نطق کی پائیزگی بتانا منکور ہے۔ دیکھئے علامہ تفتازانی کی وہ تقریر جو انہوں نے: ”هُلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ میں کی ہے۔

ورائے خواہشات نفس سے پائیزگی اور خطرات کی اس عصمت کی وجہ سے وہ عالم کے لیے جسم نمونہ عمل بنتے ہیں اور وہ جو بھی کہہ دیتے ہیں سب خواہشات نفس سے پاک اور جو کرتے ہیں وہ سب نیکی ہی نیکی ہوتی۔ اس لیے ان کی ہستی آنکھ بند کر کے ابیاع کے قابل ہوتی ہے اور کسی کو ان پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوتا: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَمْوَاهٌ حَسَنَةٌ“ ہر قوم کے لیے اپنے پیشوامونہ ہوتے ہیں۔ تمہارے لیے بہترین نمونہ خدا کا یہ رسول ہے۔

احترام رسول

ابیاع کے ساتھ امت پر رسول کا احترام اتنا واجب ہوتا ہے کہ اس کے سامنے آگے بڑھ کر کوئی بات کہنا ممنوع ہوتا ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلِمُوا بَيْنَ يَدِيِ اللَّهِ

رسولہ واتقوا اللہ“ اے ایمان والوآگے نہ بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے سامنے اوپری آواز سے بولنا اس کو عام انسانوں کی طرح آوازیں دینا جطی عمل کا موجب ہو سکتا ہے۔ پڑھئے آیات ذیل:

۱ - ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقُولِ كَجَهْرٍ بِعَضِّكُمْ لِبَعْضٍ إِنْ تَجْهِرَ أَعْمَالُكُمْ وَإِنْتُمْ لَا تُشْعِرُونَ“
ایمان والواو پری نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اس سے نہ بولو تو خ کر جیسے ایک دوسرے کے سامنے تو خ کر بولا کرتے ہو کیلیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (جمرات : ۲)

۲ - ”لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بِهِنْكُمْ كَدُعًا بِعَضِّكُمْ بِعَضاً“ رسول کو آپس میں اس طرح مت پکارو جیسا ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

۳ - ”إِنَّ الَّذِينَ يَنادِنُوكُمْ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرَاتِ أَكْثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ“ جو لوگ آپ کو دیوار کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اوپنجا کرنا جب عمل کو ضائع کرنے کا موجب ہو سکتا ہے تو اس کے احکام کے سامنے اپنی رائے کو مقدم کر دینا اعمال صالح کے لیے کیونکر تباہ کن نہ ہوگا۔

اطاعت رسول

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشاد ہے: ”وَمَنْ يَطْعَمُ الرَّسُولَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ“ جو رسول کا کہنا مانے اس نے خدا ہی کا کہنا مانا..... آیات بالا سے رسول اللہ ﷺ کی واقعی حیثیت کا علم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت مطیع اور لازم الاتباع ہے اور اس کی اطاعت خدا تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ رسول جو پڑھ کر سنائیں گے پھر اس کی جو مراد بیان کریں گے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گی جو کلمہ زبان سے نکالیں گے وہ خواہشات نفس سے قطب پاک ہو گا۔ قرآن میں جو رائے دیں گے وہ بھی خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہو گی۔ یہاں تک کہ ان کے دل میں جو خطرات بھی گزریں گے وہ

بھی قدرت کی حفاظت کے لیے مجھے رہیں گے۔

اس کے بعد یہ حق کس کو ہو سکتا ہے کہ وہ رسول کے کلام میں اپنی جانب سے یہ تعریق پیدا کر دے کہ جو اس نے قرآن کہہ کر سنایا ہے وہ تو واجب الاطاعت ہے۔ لیکن جو اس کی مراد تلائی ہے یا اس نے خود فرمایا وہ واجب الاطاعت نہیں بلکہ اس کو شرعی کوئی حیثیت بھی حاصل نہیں۔

رسول بذات خود ایک شرعی منصب ہے۔ وہ آئے ہی اس لیے ہیں کہ دنیا کو ہدایت اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی کی راہ و کھلائیں۔ اس لیے اس بارہ میں وہ جو کہتے ہیں وہ سب ربُّ العزت کی رسالت کی حیثیت سے کہتے ہیں۔ جو کہنچاتے ہیں وہ خدا ہی کا حکم ہوتا ہے۔ اگر قرآن کریم پہنچانا رسالت میں داخل ہے تو اس کی مراد یہاں کرنا اس کی تفصیلات سمجھانا دین کے بارہ میں اپنی ہی جانب سے قرآنی آیات کے ماتحت کچھ اور احکام صادر کرنا رسالت کا جز کیوں نہیں۔

مکرین حديث کے عقیدہ پر تبصرہ

قرآن کریم کی کسی ایک آیت میں بھی اس طرف کوئی معمولی سا بھی اشارہ نہیں ملتا کہ رسول کی یہ تمام صفات قرآن کے ساتھ خاص ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہی دین کے معاملہ میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہتا ہے تو اس کی حفاظت نہیں کی جاتی اور اس میں خواہش نفس کا داخل ہونے لگتا ہے اور اس وقت ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں رہتی۔ (انْهِيَادُ بِاللَّهِ)

اب ایک طرف آپ ان آیات قرآنی کو پڑھئے۔ دوسرا طرف مکرین حديث کا یہ مذکورہ عقیدہ دیکھئے کہ صرف قرآن سنا کر رسالت کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے اعتقاد پر قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھ لینے کے بعد اب وہ اور ہم (نَعُوذُ بِاللَّهِ) برابر ہیں جیسا وہ قرآن سمجھتے ہیں ہم ہی سمجھ لیتے ہیں۔ دین کے معاملات میں ان کی رائے کا وزن وہی ہے جو ہماری رائے کا۔ اس کا حاصل یہ لکھا ہے کہ رسول اپنی زندگی کے طویل و عریض عرصات میں بہت ہی محفل محفلات کے منصب رسالت پر مأمور ہوتا ہے۔ باقیہ زندگی میں اس کی حیثیت پھر وہی ہو جاتی ہے جو عام انسانوں کی ہے۔ لیکن ان آیات سے یہ کہنی ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کے لیے اباع

اور اطاعت کا حق اور اس کے یہ آداب و عظمتیں کسی وقت کے ساتھ خاص ہیں بلکہ اس کا جو احترام تبلیغ قرآن کے وقت واجب ہے۔ وہی تدبیر مہمات اور فصل خصوصات اور امت کے دوسرے نظم و نسق کے وقت واجب ہوتا ہے۔ لہجہ اس کا احترام ہے وہ وقت واجب ہے تو یہی ماننا پڑے گا کہ وہ ہمہ وقت رسول ہے اور جب ہمہ وقت رسول ہے تو دین کے معاملہ میں اس کا جو حکم ہے۔ وہ ہمہ وقت واجب الاطاعت ہے۔

قرآن کریم میں رسول کی اطاعت

رسول کی اطاعت مستقل حیثیت سے بھی واجب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

“أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ” فرمائیداری کرو اللہ کی اور فرمائیداری کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں حکم کے مالک ہوں (یعنی حکام وغیرہ) پھر اگر تم کسی بات میں جھگٹپڑو تو اسے خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتیں واجب فرمائی ہیں۔ وہ مستقل اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقل واجب کی گئی ہے اور اولی الامر کی تیسرا اطاعت ان دونوں اطاعتوں کے ماتحت درج کردی گئی ہے۔ اسی لیے بھی پہلی دو اطاعتوں کے لیے لفظ اطیعوا فرمائیداری کرو تعالیٰ کیا گیا ہے اور تیسرا اطاعت کے لیے جدا گانہ امر نہیں فرمایا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح ایک مستقل حیثیت بھی رکھتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اولو الامر کی اطاعت ان اطاعتوں کی طرح مستقل حیثیت نہیں۔ سچا وجہ ہے کہ تاریخ سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے حکم کے بعد صحابہ نے کبھی آپ سے اس پر قرآن سے دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہو۔ اس کے برخلاف اماموں کو ہمیشہ اپنی اطاعت کے لیے قرآن و حدیث کے پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ ان کو اپنے قول سے رجوع بھی کرنا پڑتا ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآنی امر میں تشریعی حیثیت کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے یہاں رسول کی اطاعت بھی صرف تشریعی حیثیت سے واجب ہو گی نہ کسی اور حیثیت سے۔

اطاعت رسول کے مستقل ہونے کا مطلب

یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم ماننا چاہیے خواہ اس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآن میں موجود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ملکف عی نہیں بنایا کہ اس کی اصل کتاب اللہ میں حلش کی جائے اور اولوالامر کی اطاعت اس طرح واجب نہیں ہے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت ہے اس لیے جب تک وہ احکام خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق حکم دیں ان کی اطاعت کی جائے گی اور جب ان کا خلاف کریں واجب الاطاعت نہ رہیں گے۔ صحیح حدیث میں ہے: "لَا طَاعَةَ لِمَنْ مُخْلوقٌ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے: "الَّمَا طَاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ" اطاعت صرف نیکی میں کرنی چاہیے۔ اس بیان سے اطاعت رسول کے مستقل اور اولوالامر کی اطاعت کے غیر مستقل ہونے کا منہوم واضح ہو گیا۔ اگر رسول کی اطاعت صرف ان احکام تک عی محدود رہے جو قرآن کریم میں بھی صاف صاف موجود ہیں تو پھر: "وَاطِّبُعُوا الرَّسُولَ" کے الفاظ کا کوئی منہوم عی نہیں رہتا: "اطِّبُعُوا اللَّهَ وَاطِّبُعُوا الرَّسُولَ" اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ کی آتیت یہ چاہتی ہے کہ خدا کے نزدیک رسول کی اطاعت بھی ایک مستقل لائی ہے۔ (۷۸/۴)

مکرین حدیث کو مغالطہ

یہاں مکرین حدیث کو بڑا مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ دو اطاعتوں کی وجہ سے یہ سمجھ گئے ہیں کہ مطاع بھی دو بن گئے۔ اس لیے یہ خوب سمجھ لیتا چاہیے کہ دو اطاعتوں کے دو اطاعتوں کی وجہ سے مطاع دونہیں بنتے۔ دراصل مطاع دونوں جگہ خدائی کی ذات رہتی ہے۔ رسول کی اطاعت میں یہ سمجھنا کہ مطاع خدا کی ذات پاک نہیں ہوتی۔ بڑی غلط نہیں اور قرآن کریم سے تاوہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ يَطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ" جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدائی کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت کی صورت میں بھی مطاع خدا عی کی ذات رہتی ہے۔ پس اطاعت کے تعدد سے مطاع میں تعدد سمجھنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کا بیان اس لحاظ سے کہ اس تفصیل سے قرآن مجید میں مذکور نہیں ہوتا۔ ایک مستقل

حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور اس اعتبار سے یہاں مطاع بظاہر رسول کی ذات معلوم ہوتی ہے اور اگر یہ لمحاظ کیا جائے کہ یہ تمام تفصیل یعنی قرآن کے اجال کی مراد ہوتی ہے تو اس کی حیثیت کوئی مستقل حیثیت نہیں رہتی اور یہاں بھی اصل مطاع خدا ہی کی ذات ہو جاتی ہے۔ اس لیے احادیث رسول پر عمل کرنے والا لمحاظ بیان تو رسول کا مطیع کہلاتا ہے اور لمحاظ مراد خدا ہی کا مطیع ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والا خدا کے الفاظ پر بھی عمل کرتا ہے اور حدیث پر عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی مراد پر عمل کرتا ہے۔ اس بنا پر اطاعتیں اگرچہ دونظر آتی ہیں مگر مطاع درحقیقت ایک ہی رہتا ہے۔

بیہدہ مسئلہ کا حل

درحقیقت یہ مسئلہ ایک بیہدہ مسئلہ تھا کہ ایک طرف اسلام کی نازک توحید خدا ہی کی اطاعت اور اس کی محبت کا مطالبہ کرتی ہے اور دوسری طرف وہ اپنے رسول کی محبت و اطاعت کا بھی حکم دیتی ہے۔ قرآن کریم نے بتایا کہ نسبت رسالت کے بعد نبی کی ہستی درمیان میں صرف واسطہ ہوتی ہے۔ پھر اس کی اطاعت و محبت خدا ہی کی محبت و اطاعت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”من يطع الرسول فقد اطاع الله“ یعنی اصل حکم برداری تو خدا ہی کی چاہیے۔ ظاہری سطح میں رسول کی اطاعت گواں کے خلاف نظر آئے۔ مگر حقیقت میں وہ خدا ہی کی حکم برداری ہوتی ہے۔ بلکہ رسول کی اطاعت و محبت کے بغیر خدا کی محبت و اطاعت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

امام کی اطاعت کو یعنی خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کہا جا سکتا

رسول کی اطاعت چونکہ خدا تعالیٰ کے بیان اور اس کی ارادۃ اس کی وحی کے بعد ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو یعنی خدا کی اطاعت کہا گیا ہے۔ امام پر نہ وحی آتی ہے نہ خدا کی طرف سے اس کی صواب رسی کی کوئی خانست وی گئی۔ وہ جو حکم دیتا ہے اپنے صواب دید اپنی فہم اپنے علم کے مطابق دیتا ہے۔ اس لیے امام کی اطاعت کو یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کہنا بھی غلط ہے اور اس لیے منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے قرآن میں امام وقت کی اطاعت مرادی گئی ہے۔ سب سے بڑھ کر قرآن کریم کی تحریف ہے۔

اس کے علاوہ امام سے ہر امام مراد ہو تو قاسق امام کی اطاعت کو بھی اللہ رسول کی اطاعت کہا جاسکے گا اور اگر خاص صاحب امام مراد لیا جائے تو خلفاء راشدین کے بعد تیرہ سو سال میں خدا اور رسول کی اطاعت کا مصدقہ ہی شاذ و نادر ہو گا۔ پھر جس دور میں مسلمانوں کا کوئی امام ہی نہ رہے۔ اس میں لازم آئے گا کہ خدا اور رسول کی اطاعت کی کوئی صورت ہی پاتی نہ رہے اور: "اطیعو اللہ واطیعو الرسول" کا نظام م uphol پڑا رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور نجات کا راستہ صرف اطاعت خدا اور رسول میں مختصر ہے۔ اب اگر اس اطاعت سے مراد امام کی اطاعت ہو تو یقیناً تیرہ سو سالوں میں اماموں کی بڑی تعداد ایسی ہی ہے جن کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کہا جاسکتا۔ مگر یہ حدیث کے مطابق لازم آتا ہے کہ اس عام دور میں مسلمانوں کے لیے راہ نجات و ہدایت مدد و ہم اور مسلمانوں کے پاس اپنے باہمی نزعات رفع کرنے کی کوئی صورت ہی موجود نہ ہو۔ گویا دین اسلام ایک ایسا آئین ہو جس پر عمل کرنا دنیا کی طاقت سے ہاہر ہو۔



کتب مولانا عقیق الرحمن چنیوٹی مرحوم پلے قادریانی تھے، بعد میں اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے۔
مولانا مرحوم اپنے مسلمان ہونے کا اقدبوں سنایا کرتے تھے:

"ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں قادریان میں مرتضیٰ قادریانی کے گھر سے چوک کی طرف آ رہا ہوں۔ چوک میں میں نے دیکھا کہ بستے لوگ ایک دائرے کی صورت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ گویا کسی مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ ان لوگوں کے درمیان میں کچھ لوگ لوگ کھڑے ہیں جن کے دھڑتو انسانوں جیسے ہیں لیکن منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر جیجی کر رہے ہیں۔ مجمع کے تمام لوگ انسیں بڑی حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کا لندھا لہا کراس سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ مرتضیٰ قادریانی کے مرید ہیں۔ پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ خوف کے مارے میراجسم پینے سے شرابور تھا۔ میں نے فوراً توبہ کی اور اعلان کیا "مسلمان ہو گیا"۔"

ذاتِ محمد ﷺ اور وصف ختم نبوت میں تَطْبِق

ڈاکٹر عبدالفتاح عبد اللہ برکتہ
ترجمہ و تلخیص: مولوی مختار احمد

درحقیقت سیرت نبویہ کا ہر باب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے پر شاہد
عدل ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی کا ادراک انہی کو ہو سکتا ہے جو نبوت کے معنی سے واقف اور
انبیاء سابقین کی سیرتوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس مقالے میں سیرت نبویہ کا استیعاب مقصود
نہیں، تاہم یہاں سیرت نبویہ کی چند جھلکیاں اور اقتباسات نذر قارئین کیے جائیں گے اُن سے
مقصود اس امر کا اظہار ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ خاتم النبین اپنے معنی ختم نبوت پر
کسی طرح منطبق ہے۔ اس انتباط کی بعض علمتیں مادی ہیں اور بعض معنوی۔ معنوی وغیر
محوس علامات و نقوش میں آپ کے اس اگرای شمار کیے جاتے ہیں۔

امام مسلم زہریؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے جبیر بن مطعمؓ کو اپنے والد سے
روایت کرتے سنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں محمد و احمد ہوں، میں ”ماجی“ ہوں، جس کے ذریعے کفر مٹایا جائے گا،
میں ”حاشر“ ہوں جس کے عقب میں لوگوں کا حشر ہو گا۔ میں ”عقاب“
ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ابوموسیٰ اشعریؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے نام ذکر فرماتے رہتے تھے چنانچہ کہتے:
میں محمد، احمد، متفہی، حاشر، نبی الرحمہ اور نبی التوبہ ہوں۔

اسی طرح بعض مادی و محوس علامات و نقوش بھی آپ کی ذات میں ودیعت کیے گئے

تھے جن سے آپ کے خاتم انبیاء ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ امام مسلم نے جابر بن سمرةؓ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر کوت کے اندر چلتی مہرگانی دیکھی ہے۔

خاتم سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے سائب بن زید کو کہتے شاکر ایک مرتبہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، جب آپ کے حضور باریاب ہوئیں تو کہا: میرے بھانجے کے سر میں درد رہتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر چھووا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا میں نے وضو سے باقی ماندہ پانی پی لیا پھر میں آپ کی پشت کے پیچے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہربوت دیکھی جو مثل زر الحجلہ تھی۔

اسی مفہوم کی روایت عاصم بن عبد اللہ سے بھی مردی ہے۔

علاوه ازیں آپ کے دیگر معجزات مثلاً الگیوں سے پانی کے جشے پھونٹ شق قر، پھروں، نباتات و حیوانات کا کلام کرنا وغیرہ، جن کا ثبوت صحیح احادیث سے ہوتا ہے، ان کے سرسری جائزہ سے علم ہوتا ہے کہ آپ جامع المعجزات ہیں، آپ کے معجزات سابقہ انبیاء کے معجزات کی آخری اور حقیقی شکل ہیں۔

ختم نبوت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کو تمام خلوقات کا نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ جنات بھی آپ کی نبوت سے فیض یاب ہوئے اور آپ کی طرف کھینچنے چلے آئے، عالم جن میں تبلیغ کے آغاز کی کیفیت قرآن نے یوں بیان فرمائی۔

اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپنچے تو کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لیے واپس گئے۔ کہنے لگے کہ اے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موی کے بعد نازل کی گئی جو اپنے سے پہلی

کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو! تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ”ہرا“ نہیں سکتا اور خدا کے سوا اور کوئی اس کا حامی بھی نہ ہو گا، ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

سورہ رحمٰن میں انس و جن کے لیے ایک صیغہ استعمال کیا گیا۔ اور قرآن میں انسانوں کی مانند جنات کے حساب و کتاب کے عمل سے گزرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

آپ کی نبوت کے عام ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کے باعث رحمت ہونے کی انسانوں کے ساتھ تخصیص نہیں فرمائی، بلکہ ”عالمین“ کہہ کر تمام مخلوقات کو آپ کی آغوش رحمت میں سودیا۔

اور بے شک آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

حافظ ابن کثیر ”رحمت“ کی تفسیر کے ذیل میں ابو بردۃؓ کی اپنے والد سے روایت

نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ جل شانہ نے میری امت کے لیے دو امیں مجھ پر نازل فرمائیں۔

ایک (ارشادِ ربانی کر) جب تک آپ ان میں ہوں گے انھیں اللہ بتلاتے عذاب نہیں فرمائے گا اور دوسرے یہ کہ جب تک گناہوں کی مغفرت مانگتے رہیں گے اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہیں دے گا۔ جب میں اٹھایا جاؤں گا تو ان میں قیامت تک کے لیے استغفار کا عمل چھوڑے جاؤں گا۔ (جس کے باعث انھیں میرے نہ ہونے کے باوجود عذاب نہیں ہو گا)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ہی کا پرتو ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان موسلا دھار بارش کی طرح برس رہا ہے، اور قیامت تک رحمت کی اسی کیفیت میں ہر امتی بھیگتا رہے گا۔

آپ کی ذات کے فیض سے انیسا سابقین بھی بہرہ در ہوئے، اسراء میراج کی رات آپ کو آسمانوں پر بلایا گیا اور

پھر وہ نزدیک آیا، پھر اور نزدیک آیا سود و کمانوں کے برابر فال صدر گیا بلکہ اور بھی کم، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرماتا تھی، قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، تو کیا ان سے آن دیکھی ہوئی چیز میں نذار کرتے ہو، اور انہوں نے اس فرشتے کو ایک اور مرتبہ بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنشی کے پاس، اس کے قریب جنت الماوی ہے، جب اس سدرۃ المنشی کو لپٹ رہی تھیں جو چیز لپٹ رہی تھیں، نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی، انہوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

اللہ جل شانہ نے آپ کا ایک خاص وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔

اس آیت کی تفسیر آپ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ ”میری بعثت کی وجہ یہی ہے کہ میں مکارم اخلاق کی تمجید کروں۔“ بعض روایات میں ”حن الاحلاق“ کے اور بعض میں ” صالح الاعمال“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ غایت سب کی ایک ہی ہے۔

تمجید اخلاق ختم نبوت ہی کی شاخ ہے، ”اس لیے کہ اخلاق کی تمجید کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں، یہی وہ وصف ہے جسے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے، سعید بن ہشام کی روایت ہے:

میں نے کہا اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی بابت کچھ بتائیے! فرمایا: آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا: ضرور پڑھا، فرمایا: قرآن ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تھے۔

اس رسالت کا خاتمه الرسالات اور اس نبی کا خاتم الانبیاء ہونا۔ اس امر کا مقتضی تھا کہ کینہ پروروں اور معاندین سے آپ کی حفاظت و صیانت کا مکمل و محفوظ بندوبست کیا جائے،

تاکہ دعوت و تبلیغ کا عمل خود حفاظتی کی تدابیر میں مشغول ہو کر تحصل کا شکار نہ ہو جائے۔ برخلاف انبیاء سے سابقین کے ان کی قومیں جس طرح انھیں جھلکاتی تھیں۔ ان کے قتل سے بھی دریغ نہ کرتی تھیں، مگر اسرائیل کی بابت ارشاد ہے:

ہم نے میں اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کے پاس بہت سے چیزیں
بھیجے، جب کبھی ان کے پاس کوئی چیز برایا حکم آیا جس کو ان کا بھی نہ چاہتا
تھا۔ سو بعضوں کو جھوٹا بتالیا اور بعضوں کو قتل ہی کر دالتے تھے۔

چنانچہ اس پس منظر کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا بندوبست فرمایا:
اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا
ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ
تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ
رکھے گا۔

اس آیت کے نزول سے قبل صحابہ کرام باری باری آپ کی حفاظت اور مگر ان کا
فریضہ انجام دیتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام پھرے اٹھا
دیے اور خود کو مسبب الاصاب کی گھنڈاشت میں دے دیا۔ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے
ہوئے حافظ ابن کثیر^{رحمۃ اللہ علیہ} فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایسے اساباں بھیم
پہنچائے جن کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرداران مکہ کے حد، بعض عناوں اور عداوتوں
سے محفوظ و مامون رہے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں آپ کے پچا ابو طالب، جن کا شمار عرب
کے مقبول رہنماؤں میں ہوتا تھا، کے دل میں آپ کی طبعی محبت و عظمت پیدا فرمائے آپ کی
حفاظت کا سامان کیا۔ بعد ازاں انصارِ مدینہ کو آپ کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا اور بلاشبہ
انھوں نے انتخاب کا حق ادا کر دیا اور کسی بد خواہ کو آپ کے قریب پہنچنے نہیں دیا۔ علاوہ ازیں
جب کبھی کسی مشرک یا منافق کی جانب سے ایذا رسائی کی کوشش کی گئی، اللہ جل شانہ نے اپنی
قدرت سے اس کا قلع قلع کیا، جیسا کہ ایک مرتبہ یہود نے جادو نونے کے ذریعے آپ پر سحر پھونک
دیا تو اللہ تعالیٰ نے معوذ تین اتار کر اس کا سد باب فرمایا۔ خیر کے یہودیوں نے دوران دعوت زہر
دینے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی آپ کی حفاظت فرمائی۔

علاوہ ازیں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی بنا پر بہت سی ایسکی چیزیں اور احکام دیے

گئے جو آپ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، ان کا مقصد ختم نبوت کے انتیاز کو خوب واضح کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اعطيت خمسال میں
يعطهن احد قبلي' نصرت بالرعب مسيرة شهر' و جعلت
لی الارض مسجود طهورا' فایمارجل من امتی ادركته
الصلاۃ فلیصل' واحلت لی المفانم ولم تحل لاحد قبلي' و
اعطیت الشفاعة و كان النبی یعث الى قومه خاصة و بعثت
الى الناس عامة.

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئیں،
ایک مہینے کی مسافت سے دشمنوں پر رعب و بد بے سے میری مدد کی
گئی۔ زمین میرے لیے مسجد بنائی گئی میری امت کا کوئی فرد جہاں بھی
نماز کا وقت پا لے وہیں نماز ادا کر دے۔ مال غنیمت میرے لیے حلال
کیا گیا، جبکہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت دی گئی
اور پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں اقوام عالم کی
طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔



مرزا قادریانی کو چوہڑے کی شکل میں دیکھا۔ یہ کوئہ مطلع خوشاب کے جانب فقراءِ قابل صاحب کتے ہیں کہ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی ایک قادریانی مبلغ غلام رسول رہتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے قادریتیت کی دعوت دی اور پڑھنے کے لئے قادریانی لزیج بھی دیا۔ میری عمر بھی پختہ تھی اور نہ ہی تعلیم بھی وابحی تھی۔ اس کی وجہی گنگوشنے اور گمراہ کن لزیج پڑھنے کے بعد شیطان نے میرے دل میں دوسرا پیدا کر دیا کہ کہیں قادریانی جماعت کی ہی نہ ہو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر لیٹے کی سوچتے سوچتے سو گیا۔ رات میں نے خواب میں مرزا قادریانی کو انتہائی غلیظ اور کرہہ الصورت چوہڑے کی شکل میں دیکھا۔ صبح بیدار ہوا تو زبان پر استغفار کے جملے جاری تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور قادریانی مبلغ کے گمراہ کر اس کا لزیج اس کے منہ پر دے مارا۔

ختم نبوت از احادیث

علامہ محمود احمد رضوی

حدیث اول: وَعَنْ قَوْيَانَ إِلَى قَوْلِهِ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أَعْجَنِ كَذَابَوْنَ قَلَّا تُؤْمِنُ كُلُّهُمْ يَرْعَمُ اللَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيٌّ بَعْدِي (ابوداؤد، ترمذی، مکحونہ، کتاب الفتن)

ترجمہ: ضرور میری امت میں تیس کذاب (جو گھوٹے) پیدا ہوں گے ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں جو شخص مدعا نبوت ہو وہ کذاب ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد وغیرہ۔ اعتراض: مرزا ای کہتے ہیں کہ حدیث میں تیس کی تعین کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں کچھ پچھ بھی آئیں گے۔

جواب اول: یہ اختال ناشی عن الدلیل نہیں اس لیے مردود ہے نیز اس کے متعلق حدیث کے یہ الفاظ کافی ہیں۔ لَا نَبِيٌّ بَعْدِي۔

اعتراض: سین فضل مغارع پر داخل ہو کر استقبال کے معنوں میں کر دیتا ہے اس صورت میں اس حدیث کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ کذاب وغیرہ عنقریب پیدا ہوں گے۔

جواب اول: اس امر کا تو مرزا قادریانی کو بھی اعتراض ہے کہ وہ دجال قیامت کے قریب تک ہوں گے۔ کیا مرزا قادریانی علوم عربیہ سے تابد تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا کے آخر تک تیس کے قریب دجال پیدا ہوں گے (ازالہ اوہام ص ۱۹۹)

جواب ثانی: اس میں فک نہیں کہ سین فضل مغارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل قریب کے معنے میں کر دیتا ہے مگر حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کاذب حضور ﷺ کے زمانہ کے ساتھ فوراً ہی آجائیں گے اس لیے کہ قرب و بعد امور اضافیہ میں سے ہیں۔ ایک چیز ایک شخص کی نظروں میں قریب ہوتی ہے اور دوسرے کی نظروں میں بعید۔ جیسا کہ حضور پر نور ﷺ نے ایک دفعہ اپنے ہاتھ کی الگیوں کو طاکر فرمایا آنا وال ساعۃ کہا تھیں (یعنی قیامت میں اور مجھ میں اس طرح

اتصال ہے) تو جس طرح حضور ﷺ کی بالغ نظری کے لحاظ سے قیامت قریب ہے اور ہماری کم نگاہی کے لحاظ سے بعید ایسے ہی ان کذابوں کا آنا حضور ﷺ کے لحاظ سے بالکل قریب اور ہمارے لحاظ سے بعید۔ اس حتم کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ سَيِّدُ الْجَنَّاتِ جَهَنَّمُ دَاخِرِينَ ترجمہ: عنقریب وہ (مرزاگی وغیرہ) جہنم میں ذلیل ہوتے ہوئے داخل ہوں گے فَسَيَّدُ الْجَنَّاتِ جَهَنَّمُ دَاخِرِينَ ترجمہ: عنقریب ان کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا وَسَيَّدُ الْجَنَّاتِ جَهَنَّمُ دَاخِرِينَ عفریت میں ہے اسی طبقہ میں دیکھئے ان آیات میں میں فعل مفارع پر داخل ہوا ہے اور قیامت کا ذکر ہے اس جگہ بھی قیامت کی نسبت جب ذات واجب الوجود کی طرف جائے تو قیامت بالکل قریب ہے اور اگر ہماری طرف کی جائے تو بعید۔

اعتراض: یہ مجال آج سے پہلے پورے ہو چکے ہیں جیسا کہ اکمال الامال میں لکھا ہے
جواب: صریح حدیث کے مقابل اکمال الامال والے کا ذاتی خیال سند نہیں حدیث میں قیامت کی شرط ہے بعض دفعہ انسان ایک چھوٹے مجال کو بڑا سمجھ لیتا ہے اسی طرح انہوں نے تعداد پوری سمجھ لی۔ حالانکہ مرزا قادریانی کے دعویٰ نبوت نے وضاحت کر دی کہ ابھی اس کی تعداد میں کمی ہے۔

اعتراض: اس حدیث کو حج اکرام میں حافظ ابن حجر نے ضعیف لکھا ہے۔

جواب: یہ سراسر دروغ بے فروغ ہے لیکن ہم حافظ ابن حجر کی اصل کتاب کی عبارت جس کا حوالہ دیا گیا ہے پیش کرتے ہیں۔ وَقَدْ رَوَى أَبْنُ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَبْنِ عَمَّارٍ وَعِنْدَ الطَّبَرَانيَ لَا تَقُولُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ سَبْعُونَ كَذَابًا وَسَنَدَةً ضَعِيفًا وَعِنْدَ إِبْرَاهِيمَ يَعْلَمُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ نَحْوَهُ وَسَنَدَةً ضَعِيفَةً أَيْضًا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، مطبوعہ دہلی جزو ۲۱، ص ۵۶۳)

طبرانی میں عبد اللہ ابن عمر کی ستر دجال والی حدیث کی سند ضعیف ہے اور ایسا ہی ابویعلیٰ میں جوانسہ کی روایت ستر دجال والی ہے وہ ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے ستر دجال والی روایت کو جود طریق سے مروی ہے ضعیف لکھا ہے نہ کہ تین دجال والی کو فائدہ اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے مطلقاً مدعی نبوت کو کاذب فرمایا ہے۔ تفسیری یا غیر تفسیری کی کوئی قید نہیں اور علم اصول کا مشہور قاعدة ہے المُطْلَقُ يَجْرِي عَلَى إِطْلَاقِهِ یعنی مطلق اپنے اطلاق اور عموم پر جاری رہتا ہے لہذا مرزا ایسوں کا مطلق کو مقيد کرنا ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

حدیث دوم

عَنِ الْعَرَبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّ آدَمَ لَمْ يُنْجِدْ فِي طِينِهِ
(شرح سنہ واحمد و مکملہ باب فضائل سید المرسلین)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم جس زمانہ میں گوندھی ہوئی مٹی کی ہیت
میں تھے میں اس وقت بھی خدا کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا کھا
ہوا تھا۔

حدیث سوم

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا قَاتِلُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرٌ وَإِنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرٌ -

(رواہ الداعی، مکملہ باب مذکورہ)

ترجمہ: میں قاتل انہیاء ہوں میں خاتم الانہیاء ہوں یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا
(بلکہ اظہار حقیقت ہے)

حدیث چہارم

إِنَّ لِنِي أَسْمَاءَ إِنَّا أَحْمَدُ وَإِنَّا أَحْمَدُ إِلَى قَوْلِهِ وَإِنَّا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ -

بخاری و مسلم مکملہ باب اسماء النبی ﷺ۔ ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا میرے کئی نام
ہیں۔ محمد ہوں، احمد ہوں، عاقب ہوں اور عاقب سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔
اعتراض: عاقب کے معنی جو حدیث میں بیان کیے گئے ہیں یہ رادی کا اپنا خیال ہے ورنہ یہ
حدیث کے اپنے الفاظ نہیں۔

جواب: رادی کا ذاتی خیال نہیں یہ قطعاً غلط ہے بلکہ عاقب کے معنی خود آنحضرت نے کیے
ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وَلِنِي رَوَاهِيْتُ سُفَيَّاْنَ ابْنَ عَيْنَيَةَ عِنْدَ التَّرْمِدِيِّ وَغَيْرِهِ
بِلْفَظِ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ (فتح الباری جز ۲ ص ۳۱۳) ترجمہ: امام سفیان ابن عینیہ کی مرفوعہ
حدیث میں امام ترمذی کے نزدیک یہ لفظ ہیں کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ
بِسِّيَّتْ أَغْطِيَّتْ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصْرَتْ بِالرُّغْبِ وَأَحْلَتْ لِي الْفَنَائِمُ
وَجَعَلَتْ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ الْخَلْقَ كَافَةً
وَخَتَمَ بِي النَّبِيُّونَ

(مسلم در باب مکحودہ مذکورہ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں چھ باتوں میں
جملہ انبیا پر فضیلت دیا گیا ہوں مجھے کلمات جامع ملے (۲) میں رعب کے
ساتھ فتح دیا گیا ہوں (۳) میرے لیے شخصی حلال کی گئی ہیں (۴) تمام
دنیا میرے لیے پاک مسجد بنائی گئی (۵) میں تمام خلوقات کی طرف رسول
بنایا گیا ہوں (۶) میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے۔

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلُّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ
وَإِنَّهُ لَا تَبِي بَعْدِي وَسَيَكُونُ خَلْفَاءَ فِي مُكْثُرٍ

(بخاری ص ۲۹۱ و مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۷، ابن ماجہ وغیرہ)

بی اسرائیل کی عنان سیاست انبیاء کے ہاتھوں میں رہی۔ جب ایک نبی
نوت ہوتا اس کا جانشین نبی ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔
عقلریب خلفاء کا سلسلہ شروع ہو گا، پس بکثرت ہوں گے۔ اس حدیث
کی تشریع قول مرزا سے یوں ہوتی ہے کہ وحی اور رسالت ختم ہو گئی۔ مگر
ولادت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہو گی۔

انج (مکتوبات مرزا توحید الاذہان)

اس حدیث میں نبوت غیر تشریعی کے انقطاع پر و صریح قرینے موجود ہیں۔ پہلا قرینہ
یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بی اسرائیل کے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو صاحب شریعت مستقلہ نبی نہ
تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سینکڑوں نبی آئے جو شریعت موسویہ کے قبیح تھے اور ان نبیوں

کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کے امور کا انتظام یکے بعد دیگرے فرماتے تھے۔ ان کے بعد آپ نے فرمایا کہ إِنَّهُ لَا تَنْهِيْ بِعْدِنِيْ میرے بعد کوئی نبی میری امت کے امور کا انتظام کرنے والا نہیں ہو گا۔ جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل اور وہ غیر مستقل ہوتے تھے۔ لہذا نبی غیر مستقل کی نفی کی تصریح ہو گئی۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے بعد نبی کی مطلقاً نفی کرنے کے بعد صرف خلفاء کا اثبات فرمانا نبی غیر مستقل کی نفی کا صریح قرینہ ہے۔

حدیث ہفتہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَلَّى الْأَنْبِيَاءَ كَمَلَ
قَصْرِ أَخْسِنِ بُنْيَاهُ وَتُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لِبَنَةِ فَطَافُ بِهِ النَّظَارُ
بَتَعْجِبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَاهِ إِلَّا مَوْضِعُ تِلْكَ الْلَّبَنَةِ فَكُنْتُ أَنَا
سَدِّدْتُ مَوْضِعَ الْلَّبَنَةِ خُتِّمْ بِهِ الْبُنْيَانَ وَخُتِّمْ بِهِ الرُّسْلَ وَفِي رَوَايَةِ
فَانَا الْلَّبَنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

(بخاری و مسلم مکملہ باب فضائل النبی ﷺ)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور سابقہ انبیا کی ایک ایسے محل کی مثال ہے جس کی عمارت اچھی بنائی گئی ہو۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ لوگ اس کے ارد گرو گھومتے ہیں اور حسن عمارت پر تعجب کرتے ہیں، مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں سو میں وہ مبارک اینٹ ہوں جس نے اس جگہ کو پر کیا۔ میری ذات کی وجہ سے نبوت کے محل کی تحریک ہو گئی ہے۔ بدیں صورت میری ذات پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

مرزا نبیوں کا اعتراض

غیر احمدی کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ مبوجت نہ ہوتے تو قصر نبوت وغیرہ کامل ہو چکا تھا صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی جس کو آپ نے آ کر پر کیا مگر ہمارا ایمان ہے کہ اگر

آنحضرت ﷺ پیدا نہ ہوتے تو نظام کائنات نہ بنا یا جاتا۔

جواب: مرزا! اس وجلہ فرمی کا کیا کہنا کیا خوب رنگ بدلا ہے مگر یاد رہے

بھر رنگ کہ خواہی جامدہ میں ہوش

من انداز قدت را می شناسم

لچھے ہم تمہارا ایمان ظاہر کرتے ہیں مرزا قادیانی اپنی کتاب حیثیۃ الوجی ص ۹۹ پر یوں

کہتا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْأَفْلَاقَ

ترجمہ: اے مرزا! اگر تو نہ ہوتا تو میں آسان پیدا نہ کرتا۔ مرزا! ذرا انصاف سے

بنا کہ تمہارا حضور ﷺ کے متعلق یہ ایمان ہے یا مرزا علیہ ماعلیہ کے متعلق ذرا سمجھ سوچ کر

جواب دینا۔

بحور شعار وفا ہای من ذمر دم ہوس

بمن حساب جفا ہائے خوبیشن باد از

(غالب)

اعتراف: جب نبوت کے محل میں کسی نبی کی محجاں نہیں رہی تو آخر زمانہ میں عیسیٰ

علیہ السلام کا تشریف لانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: مثلاً اگر کہا جائے کہ مرزا قادیانی اپنے والدین کے گھر میں خاتم الاولاد

ہے۔ اور اس کی پیدائش سے قبل ان کا ایک بھائی کسی ملک میں گیا ہوا تھا۔ وہ قادیان میں آ گیا

تو اس کے آئے کو کوئی سمجھ الدماغ انسان مرزا قادیانی کے خاتم الاولاد ہونے کے منافی نہیں سمجھے

گا۔ اس لیے کہ مرزا قادیانی کے بھائی کی پیدائش اس سے پہلے ہو چکی تھی تو جس طرح مرزا کے

بھائی کا اس ملک کو چھوڑ کر قادیان میں آنا مرزا کے خاتم الاولاد ہونے کے منافی نہیں ایسے عی

عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت تشریف لانا حضور پر نو ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں اس لیے کہ

ان کو پہلے نبوت مل سمجھی ہے فقط۔

باقي رہا یہ کمینہ عذر کہ معاذ اللہ مسلمان آنحضرت ﷺ کو ایسٹ سے تشییہ دیتے ہیں سو

مرزا یہوں کو یہ بات کہتے ہوئے شرمنا چاہیے اس لیے کہ اگر اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ حدیث پر نہ کہ اس فرض پر جو اس کو نقل کر رہا ہے حضور کی غرض اس حدیث کے بیان فرمانے سے محض اپنی امت کی تفہیم مقصود ہے مگر مرزا اُنی یہودی صرف ایک وقت اعتراض کر کے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے تھا ہے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی مے کن

حدیث ہشتم:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّيٍّ أَنَّكَ مِنِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا
أَنَّهُ لَا تَبِعُنِي بِعَدْمِي -

(بخاری مسلم باب مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ترجمہ: "اے علی تیرے اور میرے درمیان وہ نسبت ہے جو کہ مویٰ اور ہارون
کے درمیان تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات تھی ظاہر ہے کہ وہ نسبت دو امور پر مختص تھی ایک قائم مقامی، دوسرے اشتراک فی المبہہ اب حضرت علی کو انہی دو امور کے متعلق اشتباہ ہو سکتا تھا۔ یعنی قائم مقامی و اشتراک فی المبہہ حالانکہ حضور کو ایک امر کا اثبات اور ایک کا انقطاع فرمانا مقصود تھا۔ لہذا حضور نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں حضرت علی یہ نہ سمجھ لیں کہ جس طرح حضرت ہارون حضرت مویٰ علیہما السلام کے تالیع ہو کر نبی تھے۔ ایسا ہی میں بھی حضور کی عدم موجودگی میں آپ کا قائم مقام ہوں اور آپ کے تالیع ہو کر نبی ہوں اس لیے حضور نے ایک امر کا اثبات فرمادیا یعنی قائم مقامی کا اور دوسرے کے متعلق لَا تَبِعُنِي بِعَدْمِي کہہ کہ اس نبوت کی نفعی کروی جو کہ حضرت ہارون میں تھی یعنی غیر تشریفی۔

حدیث نهم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ غَمْرًا لِنَبِيِّ الخطَابِ

(ترمذی محفوظ باب مناقب عمر)

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

الف: حضور ﷺ نے یہ قول حضرت عمر کی مدح میں فرمایا ہے اور مقام مدح کا تقاضا یہ تھا کہ اگر آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی ہوئی تو آپ حضرت عمرؓ کے لیے اس کا اثبات فرماتے نہ کرنی کرتے پس آپ کے مطلقاً نبی فرمانے سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔

ب: اگر حدیث میں نبی مستقل کی قید لگائی جائے اور معنی یہ کیے جائیں کہ اگر میرے بعد کوئی مستقل ہونا ہوتا تو حضرت عمر ہوتا۔ اس صورت میں حضرت عمرؓ کا نبی غیر مستقل ہونا ضروری ہے کیونکہ حضورؐ نے حضرت عمر کو منصب نبوت کے قابل مستحق بتایا ہے اور نبوت کے ملنے سے مانع صرف نبوت کا ختم ہونا فرمایا ہے پس جب نبوت غیر مستقل ختم نہیں ہوئی تو اس کے ملنے سے کوئی چیز مانع نہیں لہذا وہ ضرور نبی ہونے چاہیں حالانکہ وہ نبی نہیں تھے اگر ہوتے تو دعویٰ نبوت ضرور کرتے کیونکہ نبی کے لیے دعویٰ نبوت کا اخفاقطعاً جائز نہیں۔ جب انہوں نے دعویٰ نبوت نہیں کیا اور نہ ہی اہل اسلام میں سے کسی نے ان کو نبی مانا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ نبی نہ تھے۔ تو اب آپ غور فرمائکتے ہیں کہ جو سب سے زیادہ مستحق نبوت اور جس کا مستحق ہونا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہواں کو تو نبوت نہ ملے اور منشی غلام احمد قادریانی قادریان میں نبی بن جائے یہ امر عقولاً محال ہے۔

حدیث وہم:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي

ترجمہ: (ترمذی شریف) یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی رسول نہ ہوگا۔ اس کی بابت مرزا قادریانی کہتا ہے۔ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہی و رسالت تاقیامت منقطع ہے۔ ازالہ ادھام مطبوعہ لاہور ص ۵۳ نیز آئینہ کملات میں ص ۷۲ پر لکھتا ہے۔ ما کانَ اللَّهُ أَنْ يُرْسِلَ نَبِيًّا بَعْدَ نَبِيًّا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَمَا كَانَ يُعْدِثُ سِلْسِلَةَ النُّبُوَّةِ ثَانِيًّا بَعْدَ الْفِطْرَةِ عَلَيْهَا۔ یہ ہرگز نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاتم النبین کے بعد کسی کو نبی کر کے بھیجے اور نہ یہ ہو گا کہ سلسلہ نبوت کو اس کے منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری کرے۔ جماتہ البشری ص ۳۲ پر مرزا قادریانی لکھتا ہے۔ کہ قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَلَيْهِ وَخَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبِيِّينَ بے شک آپ کی وفات کے بعد وہی منقطع ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور

هیئت الوجی ص ۶۲ ضمیر عربی میں لکھتا ہے وَإِنَّ رَسُولَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَعَلَيْهِ الْفَطْحَ مِسْلِیْلَةُ
الْمُرْسَلِیْنَ تحقیق ہمارے رسول خاتم النبین ہیں اور ان پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حدیث یاز و هم:

حَدَّقَنَا إِسْمَاعِيلُ قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أُوْفَى أَرَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ الْبْنَ النَّبِيَّ مُصَلِّی اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَاكَ صَغِیرًا وَلَوْ فُضِّیَّ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ مُصَلِّی اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا لَعَادَ
اَنْهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيًّا بَعْدَهُ

ترجمہ: اسماعیل جو سند میں مذکور ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اویہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضور پر نو علیہ السلام کے صاحبزادہ صاحب ابراہیم کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو چھوٹے ہی رحلت فرمائے تھے اور اگر یہ فیصلہ ازل میں ہو چکا ہوتا کہ محمد علیہ السلام کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا ہو گا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے ہیں لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا لہذا ان کو زندہ نہیں رکھا گیا۔

حدیث دواز و هم:

آتَا أَخِيرَ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ أَخِيرُ الْأُمَمِ

(ابن ماجہ فتنہ دجال ص ۳۰۷)

ترجمہ: میں سب نبیوں کا پچھلا نبی ہوں اور تم تمام امتوں کی سمجھی امت ہو۔

مذکورہ بارہ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسئلہ فتح نبوت بغیر کسی قسم کی کھینچ تان کے آنکہ نمیروز سے زیادہ تر واضح ہو گیا ہے۔

کافر اور مرتد کو کافرنہ کہنے سے انسان خود کافر

اور مرتد ہو جاتا ہے

حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

یہ مسئلہ بھی خوب سمجھ لینے کے قابل ہے کہ جو شخص یقیناً کافر یا مرتد ہے اس کو اگر کوئی شخص مسلمان کہے تو یہ مسلمان کہنے والا خود کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اس کو احتیاط سمجھتے ہیں کہ کافر کو بھی کافرنہ کہا جائے۔ حالانکہ یہ احتیاط نہیں بلکہ بے احتیاط سے خود کافر ہونا ہے۔ کیونکہ جب کسی شخص نے کسی ضرورت دین کا قطعاً اور یقیناً انکار یا اس میں شک اور تردود کیا اور یہ اس کا شک یا انکار یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو یہ بوجہ انکار یا تردود ضرورت دین کے کافر ہو گیا۔ اب اس کو کافرنہ کہنا اس کی وجہ ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ یا یہ شخص ضرورت دین کے انکار کو کفر نہیں سمجھتا یا ضرورت دین کے انکار کو کفر تو سمجھتا ہے مگر اس ضرورت دین کو ضروریات دین میں شمار ہی نہیں کرتا اور یہ دونوں صورتیں کفر و مرتد کی ہیں۔

مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ نماز فرض نہیں۔ یاقل ہو اللہ قرآن کی سورۃ نہیں اور زید اس شخص کو کافر و مرتد نہیں بلکہ اس کو مسلمان ہی جانتا ہے اور اسی میں احتیاط سمجھتا ہے۔ تو اب زید یا خود نماز کو فرض اور سورۃ اخلاص کو قرآن نہیں سمجھتا۔ یا نماز کو فرض اور سورۃ اخلاص کو قرآن تو جانتا ہے۔ اور ضروریات دین سے تسلیم کرتا ہے مگر اس کے انکار کو کفر نہیں جانتا۔ تو ظاہر ہے کہ زید اب خود مسلمان نہیں رہ سکتا۔ پہلی صورت میں جیسے ایک ضرورت دین کے ضرورت دین ہونے کا انکار ہے دوسری صورت میں بھی ایک ضرورت دین کا منکر ہے۔ وہ یہ کہ ضرورت دین کے منکر کو کافر سمجھنا اس ضروریات دین میں سے ہے جس کا یہ منکر ہے۔ تو زید بہر حال اس کو کافرنہ

کہہ کر خود کا فر اور مرتد ہوتا ہے؛ جس کی تفسیر سوال اول کے جواب میں مفضل مذکور ہو چکی۔
 اگر کسی صاحب کو یہ بات ناپسند ہو تو وہ مجھے قرآن سے بتلا دیں کہ کفر و ارتاد اوس کا
 نام ہے اور یہ ثابت کرے کہ مسلمان یہ کہے کہ وہ مسلمان نہیں اس کے سوا اس کے مرتد اور کافر
 ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ جب تک انسان توحید و رسالت کا انکار نہ کرے
 مسلمان ہی رہتا ہے اور کافر اور مرتد نہیں ہوتا تو سوال یہ ہے کہ توحید و رسالت سے انکار اگر اس
 وجہ سے کفر و ارتاد ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہیں تو پھر ہر ضرورت دین کا انکار کفر و ارتاد کہتے
 ہوتا چاہیے۔ ورنہ وجہ فرق کیا ہے اور مرزا صاحب اور مرزا ایم جو اپنے مخالفوں کو کافر اور مرتد کہتے
 ہیں وہ بھی توحید و رسالت کے منکر نہیں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ پھر وہ کیوں
 ان کے نزدیک کافر ہیں۔ اور اگر صرف اسلام کے انکار کرنے سے ہی آدمی کافر اور مرتد ہے
 تو بھی مرزا صاحب کے مخالفین اور جملہ منافقین اور مدعاوین نبوت کا ذہب کیسے مرتد اور کافر ہو
 گئے۔ اس واسطے کہ ہر شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اسلام سے کوئی منکر نہیں۔

امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد مسلمان مرزا صاحب اور مرزا کیوں قادر یانبوں اور
 لاہور یوں کو مسلمان کہہ کر خود کا فرنہ ہو جائیں گے۔



توکل شاہ سے درخواست دعا ۲ مولوی محبوب عالم صحیفہ محبوب میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ
 میں نے خواجہ توکل شاہ انہالوی سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قاروانی کو راجا جاتا ہوں، آپ کے نزدیک وہ
 شخص کیا ہے؟ ان دنوں مرزا صاحب کا دعویٰ مہربت و مددت سے متجاوزہ ہوا تھا۔ خواجہ صاحب
 نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ گویا کو قوال کی حیثیت سے شرلاہور کا گشت کر رہا ہوں۔ ایک مقام
 پر مرزا غلام احمد کو دیکھا کہ کائنوں اور گندگی میں پڑا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو جبش دی اور ڈانٹ کر
 کیا۔ تیرے پاس مہربت اور مددت کا کیا ثبوت ہے؟ وہ سخت اداں اور غمزہ دکھائی دیتا تھا۔ میرے
 سوال کا پچھہ جواب نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی عمل کیا تھا، مگر بھر کسی بدپرہیزی کے باعث
 اس عمل سے گر گیا۔ مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ یہ تو میرا انہا مشاہدہ ہے کہ اس کے اکثر خط خواجہ توکل
 شاہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے، جن کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ ”حضور میرے حق میں دعا فرمائیں۔“ خط
 کے سنتے ہی خواجہ صاحب کے چوپر غصہ کے مارے لیکن پڑ جاتے تھے، مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے
 تھے۔

(”رئیس قادریان“ جلد دوم، ص ۱۹)

مرزا قادیانی کی پندرہ وجہاتِ کفر

سید مرتفع حسن چاند پوری

رئیس المذاہرین اور رئیس المتكلمين حضرت مولانا سید محمد ترشیحی حسن مرحوم سابق صدر درس مدرسہ احمدادیہ مراد آباد بہت بڑے مشہور فاضل دوران تھے عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں ناظم تعلیم رہے ہیں فن مناظرہ میں یہ طولی رکھتے تھے۔ جامع علوم و فتوح تھے۔

روز مرزا بیت میں آپ کے بہت سے رسائل لا جواب ہیں۔ مشہور مقدمہ بہاول پور میں آپ کا بیان ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء کو شروع ہو کر ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء کو ختم ہوا۔ آپ کا بیان دلائل کا ایک بحرذ خار ہے جو مرزا کی نبوت کو ایک شکل کی طرح بھائے لے جا رہا ہے اور ایک حقیقت نما آئینہ ہے۔ جس میں مرزا کی دجل و فریب اور کذب و زور کے باریک سے باریک نقش بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت محمود چن نے اپنے بیان میں مرزا قادیانی کے کفر کے لاکھوں وجہ بیان کئے ہیں جن میں سے پندرہ کو رفاقتہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ایک وجہ مرزا کی قادیانی کے کفر کی یہ ہے کہ اس نے تشریعی و شرعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ جو صریح کفر ہے۔ مرزا نے اپنے صریح کلام میں دعوا نے تشریعی کیا اور اس میں شریعت کی تفسیر بھی کر دی ہے۔

۲۔ مرزا نے اقرار کیا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ اور مرزا نے دعویٰ نبوت کیا لہذا با اقرار خود کافر ہوا۔

۳۔ مرزا نے یہ بھی کہا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید یا قدیم نبی نہیں آ سکتا اور اس کو قرآن کا انکار قرار دیا حالانکہ خود دعویٰ نبوت کیا۔

۴۔ مرزا قادیانی نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ختم نبوت کا انکار قرار دے کر اسے کفر نہیں کرایا اور پھر اپنا نبی ہونا (کہ جو اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ اسلام سے معاذ اللہ ہر شان میں اعلیٰ اور افضل سمجھتا ہے) جائز رکھا بلکہ ضروری لہذا مرزا قادیانی کافر ہوا۔

۵۔ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا آپ کا خاتم النبیین

- ہونا خاتم انبیاء اور لا نبی بعدی سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد یہ کہا کہ جو ایسا کہہ کر آپ کے بعد نبوت نہیں آئتی وہ کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوا۔
- ۶۔ مرتضیٰ نے آنحضرتؐ کے بعد جواز نبوت کو کفر قرار دیا تھا اب مرتضیٰ اسی نبوت کو فرض دایمیان قرار دیتا ہے یہ اس سے بھی بڑھ کر کفر ہوا۔
- ۷۔ مرتضیٰ نے باب نبوت کھول کر اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ کہتا ہے کہ یہ دروازہ قیامت تک کھلارہے گا اس وجہ سے بھی کافر ہوا۔
- ۸۔ مرتضیٰ نے صرف یہ نہیں کہا کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا بلکہ کہتے ہیں کہ ہزار بار آنحضرتؐ خود روز فرمادیں گے کویا آنحضرتؐ کے بعد ہزاروں نبی واقع ہو سکتے ہیں امکان ذاتی نہیں بلکہ امکان وقوعی ہے پھر مرتضیٰ نے یہ کہا کہ آنحضرتؐ کی ایک بخش پہلے تھی اور پھر بخش ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تنازع ہے اور تنازع کا قائل کافر ہوتا ہے۔
- ۹۔ مرتضیٰ کہتا ہے کہ میں عین محمد ہوں..... اس میں آنحضرتؐ کی صریح توجیہ ہے، اگر واقعی عین ہے تو کھلا ہوا کافر ہے۔ اور یہ ایک توجیہ صدھا توجیہ اور استہزا اور تنفس پر مشتمل ہے..... اور عین محمد نہیں تو پھر آپ کے بعد دوسرا نبی ہوا۔ اور ثقہ نبوت کی مہر ثوٹ گئی اور یہ وجہ کفر کی ہے۔
- ۱۰۔ مرتضیٰ نے دعویٰ وحی کیا ہے حالانکہ عبارات علماء سے ظاہر ہے کہ محض دعویٰ نبوت کفر ہے۔
- ۱۱۔ مرتضیٰ نے دعویٰ وحی نبوت کیا یہ بھی کفر ہے۔
- ۱۲۔ مرتضیٰ نے اپنی وحی کو قرآن توریت انجیل کے برادر کہا ہے اس بناء پر قرآن آخر الکتاب باقی نہیں رہتی۔ یہ بھی ایک وجہ کفر کی ہے۔
- ۱۳۔ مرتضیٰ نے اپنی وحی کو ملکو بھی کہا اور کہا اگر اس کو جمع کیا جائے تو کم از کم میں جزو کی ہوگی۔ اور یہ وجہ کفر کی ہے۔
- ۱۴۔ مرتضیٰ نے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کر دی کہ جو شخص کسی نبی کو گالیاں دے یا توجیہ کرے وہ کافر ہے۔ مرتضیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی وجہ سے

توہین کی ہے۔ کہ غالباً سو سے کم نہ ہو گی اور ہر توہین موجب کفر ہے۔ اور کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا (جن کی تعداد کو خدا ہی جانے بھض روایات میں آتا ہے سوا لاکھ ہیں) جس کی مرزا نے توہین نہ کی ہو۔ ہر نبی کی مرزا نے توہین کی تو اس لحاظ سے اتنی تعداد کے دو گنے برائے مرزا کی وجہہ علیفہ ہو سکتی ہیں۔ اگر ہر ایک نبی کی دو دو توہینیں سمجھی جائیں تو اتنی مقدار ہر وجہہ کفر ہو سکتی ہیں۔ لہذا جتنی توہینیں ہوں گیں اتنی وجہہ سے مرزا کافر ہوا مرزا نے سرورِ عالم علیفہ کی توہین کی ہے۔ یہ وجہہ بہت بڑی کفر کی ہے۔

۱۵۔ مرزا نے احکام شرع کو بدلا۔ علمائے اسلام اور مرزا کے اقرار سے فتح شرع باطل ہے لہذا اس وجہ سے بھی مرزا کافر ہوا۔ مرزا نے کہا کہ کسی مرزا ای اورت کا غیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ مرزا نے کہا کہ غیر احمدی کا جائزہ پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ تحد گلزاری میں صفحہ ۱۸ پر ہے، ”پہلی یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ کسی مکفر اور مکذب اور متردود کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہے تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔ مرزا نے کہا کہ جو مجھے نہ مانے وہ سب کافر ہیں۔ مرزا نے فتح کا بالکل انکار کیا ہے مرزا نے حشر اجداد کا انکار کیا جس طریق میں قیامت کی خبر قرآن و حدیث میں آئی ہے اس سے بالکل انکار کیا۔ ہاں ظاہری لفظ وہی چھوڑے مگر معنی دوسرے بیان کئے۔ یہ وجہہ بھی مرزا کے کفر کی ہیں۔ لہذا مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ مرزا کافر بھی ہے اور مرتد بھی اور ان عقائد کے معلوم ہونے کے بعد جو شخص مرزا کے کفر اور مرتد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کسی مسلمان مردیا عورت کا نکاح کسی مرزا ای مرد اور عورت سے جائز نہیں۔ اور اگر نکاح ہو گیا اور ان کے نکاح کے بعد کسی نے مرزا ای مذهب اختیار کر لیا تو نکاح فوراً حنخ ہو جائے گا۔ ورنہ اولاد ولد الخرثا ہو گی اور نسب ثابت نہ ہو گا۔

علامتِ ظہور مہدیؒ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گواڑویؒ

امروہی صاحب (قادیانی) اپنے اس قول (وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيٌّ بَعْدَهُ) میں تب ہی صادق کجھے جاویں گے جب کہ قادیانی صاحب کو ثبوت کے دعوے میں کاذب صحیح اور مشاہرہ معینہ کے لائق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو مطلق رازق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسح موعود ہونے پر اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدلال کیا ہے جس میں خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہوتا نزول مسح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میرے دعویٰ کے ثبوت میں یہ دونوں باقی مجمع ہو گئیں۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۷۷ ایسا ہی اس نبی کے مومن امریکی صاحب اپنی کتاب میں باز نہ صفحہ ۳۰ سطر ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

قولہ

مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی علیہ السلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جب کہ ۱۲۱۱ھ میں واقع ہوا تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اس کا شہرہ ہو گیا تھا۔ ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی اس کو شائع کر دیا تھا اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہو گی جس میں اس کا چرچا واقع نہ ہوا ہو۔ اب کس کی مجال ہے کہ اس کو خفی کرے۔

اقول

واقطبی میں محمد بن علی سے مردی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لیے دو ایسی

علمائیں ہیں جو ابتداء پیدائش آسمان و زمین سے بھی واقع نہیں ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہو گا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہو گا۔ ان للمهدی آیتین لم تكونا مند خلق السموات والارض ينكسف القمر في اول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس في نصف منه. الفاظ "لم" اول ليلة من رمضان" کا ترجمہ لڑکے بھی جانتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہو گا اور رمضان کے پندرھویں دن کو کسوف۔ انقلاب زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہو گا۔ تو گویا ہلال قمر ہوا۔ لہذا اس حدیث میں قرآن کا اطلاق بھی پہلی رات کے چاند پر کیا گیا۔ چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قریب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائے گا۔ سو یہ آج تک واقع نہیں ہوا اور نیز یہ نزول مسح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب میمکان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہو گا اور اسی کی پندرھویں کو کسوف ہو گا اور جیسا کہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی۔ ایسا ہی مندرجہ ذیل باقی علامات بھی آج تک ظاہر نہیں ہوئیں۔

-1 قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں ایک سونے کا پھاڑ ظاہر ہو گا۔

-2 آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق في ال محمد اے لوگو حق آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہے۔

شاخت مہدی کی علامات

-1 ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ تفع اور علم ہوں گے۔ یہ نشان بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ نکلے ہوں گے۔ ان پر لکھا ہوا ہو گا۔
البیعة لله بیعت اللہ کے واسطے ہے۔

-2 امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔ اس میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ ہذا مہدی خلیفۃ اللہ فاتیحہ۔ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے۔ اس کا اتباع کرو۔

-3 وہ ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائیں گے جو اسی وقت ہری ہو جائے گی اور

- اس میں برگ وبار آئے گا۔
وہ کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے۔ 4
- دریا ان کے لیے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ نبی اسرائیل کے لیے پھٹ گیا تھا۔ 5
ان کے پاس تابوت سیکھنے ہوگا۔ جسے دیکھ کر یہود ایمان لا میں گے۔ مگر چند۔ 6
امام مہدیؑ اہل بیت نبویؑ سے ہوں گے۔ عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذهب الدنيا ولا تنقضی حتى یملک رجل من اهل بیت یواطی اسمہ اسمی۔ (ابوداؤ ذرنمی) دنیا ختم نہ ہوگی 7
جب تک میری اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد ۔۔۔
۔۔۔ ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ ہو جائے۔ ابوداؤ کی دوسری روایت میں ہے یواطی اسہ اسی واسیم ابیہ اسم ابی۔ اس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمد بن عبد اللہ المہدیؑ من عترتی من ولد فاطمۃؑ ابوداؤ۔ حاکم۔ ابن الجب۔ عن ام سلمہ۔ مہدیؑ میرے کنبہ میں سے فاطمۃؑ کی اولاد سے ہوں گے۔
- ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ رواہ ابو عیم عن علی کرم اللہ وجہہ۔ 8
مہاجر یعنی جگہ بھرت ان کی بیعت المقدس ہوگی۔ 9
- حلیہ ان کا یہ ہے۔ گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشاور پیشانی، بلند بینی، کمان ابر، دونوں ابرو میں فرق، بزرگ اور سیاہ چشم، سرگلیں آنکھ دانت روشن اور جدا جدا دہنے رخسار پر قتل سیاہ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکبِ ذریؑ ریش پر انبوہ، کشاور ان عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت، جب بات کرنے میں دریہ ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے، کف دست میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی ہوگی۔ 10
-
- قادیانی صاحب اشتہر مذکور میں تکھتے ہیں کہ مہدی موعود کے فاتحی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اتنی حضرت ضرورت تو اس لیے ہوئی کہ مجہر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ آپ فرمائیے کہ مغل پچھے ہونے کیا ضرورت ہے؟ پھر فرماتے ہیں مہدی موعود، جائے نواسہ ہونے کے آپ کا ہینا ہونا چاہیے تھا۔ یہوں حضرت اکوئی چار کوئلی مضمون تو نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسا بذریعہ وحی معلوم ہوا۔ اس طرح بیان فرمایا۔ آپ فرمائیے کہ فتحی ہونے کی منافات کیا ہے۔ مہدویت بلا تبلیغ و احیاء، دین کا زیادہ مستحق اور ہمارث فاطمی ہی ہے۔ ۱۲ امن

یہ سب احادیث مولفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسجع والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی ان سب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا۔ جس میں کسی قسم کا استباہ نہ ہو گویا یہ پیش گوئی درپیش گوئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادریانی یا امثال اس کے مسح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے اور بالخصوص غلام احمد قادریانی دجال شخصی کا مکنر ہو گا۔ گویا آپ نے پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرمائ کر ان کی تکذیب پر علامات سمجھا دیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان خلل اندازوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اور اندریثہ نہ ہوتا تو بیان میں اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے کہ یہ مدعاں اور ان کے مویدان جیسے امر وہی صاحب ہے

بدوز و طمع دیدہ ہوش مند

یا یوں کہو۔

از ان بہ کہ جاہل بود غم گسار

کے مصدق اور ان جیسے دوسرے حضرات جو حق میں والی آنکھ سے اور صراط مستقیم پر چلنے والے قدم سے محروم ہیں اور عزت اسلام سے سر برہنہ۔ بیت

محبناں ول نگرانِ دکوران و شل

ہر آنجا کہ باشند در آس جا خل

امت مرحومہ کو دھوکا نہ دے سکیں۔ فسبحان من جعله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَرِيْضَ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْقَ رَجِيْم۔ آپ نے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔

قادیانی نبوت اور چندہ

تحریر: پروفیسر منور احمد ملک، جہلم

پروفیسر منور احمد ملک کو ۲۰ برسوں تک قادیانی رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قادیانیت سے نائب ہو کر اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور اب وہ قادیانیت کے چھپے گوشوں کو بے ثواب کرنے کا فریضہ ادا کر رہے ہیں تاکہ ایک عام قادیانی کو ”دہ سب کچھ“ معلوم ہو سکے جو دانستہ طور پر اس سے چھپایا جاتا ہے۔

احباب جماعت! چند باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، چند ایسی باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جونہ صرف سوچنے کی ہیں بلکہ اس پارے میں تحقیق کرنے والی بھی ہیں، میں خود چونکہ اس جماعت میں ۲۰ سال گزار چکا ہوں۔ اس لئے نہ تو آپ نے ان باتوں سے انکار کرنا ہے کیونکہ میں خود ایک ”خلص قادیانی“ کی طرح جماعتی مبلغ کی طرح تبلیغ کا کام بھی کرتا رہا ہوں اور ایک ادنیٰ کارکن کی طرح ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتا رہا ہوں۔ آخر میں نائب امیر جماعت قادیانیہ ضلع جہلم کے عہدہ پر رہا ہوں اور جماعت کے اعلیٰ افراں سے ”واہ“ اور ”راہ“ پڑنے کے بعد تحقیق اور غور و فکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جماعت سے علیمہ ہو کر اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ جماعت میں ایسا نہیں ہے تو میں یہ کہنے میں حق بجانب رہوں گا کہ یا تو آپ کو جماعت کا صحیح طور پر علم نہیں ہے یا پھر آپ وظیفہ خور ”مربی“ ہیں۔

احباب جماعت! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر قادیانی بچے کے ذہن میں بچپن سے یہ ڈالا جاتا ہے کہ قادیانیت اصل اسلام ہے۔ اس آخری زمانہ کے لئے اسلام کی مکمل فتح اور غلبے کے لئے خدا نے قادیانیت کے ذمہ کام لگایا ہے، باقی مسلمانوں کا اسلام نہ صرف فرسودہ ہو چکا ہے بلکہ اس میں ”تحريف“ بھی ہو چکی ہے، اسلام کے آغاز سے جو اسلام کی اصل صورت تھی، قادیانیت اس اسلام کو پیش کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

احباب جماعت! اسلام کے بنیادی ارکان جن کو جماعت کا ہر فرد مانتا ہے، ان کی تعداد پائی ہے، کلہ طیبہ، نماز، حج، زکوٰۃ ایک بنیادی رکن کی حیثیت رکھتا ہے ان میں سے کسی ایک پر عمل نہ کرنا اسلام کی بنیادی شرائط کو پورا نہ کرنے کے برادر ہے۔

احباب جماعت! جماعت میں چندوں پر بڑا ذرور ہے، چندہ عام وہ بنیادی چندہ ہے جو ہر طالزم پیشہ پر لاگو ہے (بلکہ اب یہ بے روزگاروں پر بھی لاگو ہو چکا ہے) اس کی ادائیگی فرض ہے۔ ہر طالزم کی تنخواہ کا ۲۵.۶ فیصد بطور چندہ عام ادا کرنا فرض ہے۔ اس کے لئے سارا سال توجہ دلائی جاتی ہے۔ سال میں دو تین بار مرکز سے انسپکٹر ز آتے ہیں اور اس چندہ کی سو فیصد وصولی یقینی ہتھی ہتھی ہے، اس کی وصولی کے لئے کئی "مہی لائی" دیے جاتے ہیں کہ سو فیصد ادائیگی والے افراد جماعت کا نام دعا کے لئے "حضور" کو بھیجا جائے گا اور فلاں وقت ان جماعتوں کا نام بھی بتایا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ مالی سال کے اختتام سے قبل جماعت کے سرمراہ اس چندہ کی اہمیت اور وصولی کی طرف توجہ دلانے کے لئے کئی خطبات دیتے ہیں اور سال کے اختتام پر پوری طرح اس چندہ کی تفصیل بتائی جاتی ہے وعده وصولی اور آئندہ کے بجٹ کے بارے میں تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔

ہر فرد پر خواہ وہ کمانے والا ہے یا بے روزگار، ان پر چندہ "تحریک جدید" لازم ہے۔ پہلے یہ نظری تھا اب آہستہ آہستہ فرض بن گیا ہے۔ تحریک جدید کی سو فیصد وصولی کے لئے علیحدہ طور پر مرکز سے انسپکٹر ز آتے ہیں، علیحدہ طور پر سرمراہ کے خطبات آتے ہیں اور جماعت کی پوری مشنری یہ چندہ وصول کرنے پر لگ جاتی ہے۔ چندہ "جلسہ سالانہ" بھی ایک لازمی چندہ ہے جو ماہوار تنخواہ کا ۱۰ فیصد بطور سالانہ لیا جاتا ہے۔ اس کی وصولی کے لئے بھی سرمراہ کے خطبات مخصوص ہوتے ہیں۔ "وقف جدید" ایک نظری چندہ کے طور پر سامنے آیا مگر اب وہ بھی لازمی چندہ کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ درج بالا چندوں کے انسپکٹر ز سال میں دو تین بار مرکز سے آ کر چندہ کی وصولی یقینی ہتھی ہتھی ہے، جن کے ذمہ بھایا ہو ان کے گروں تک پہنچ کر وصولی کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کئی چندے ہیں:

مثلاً نوجوانوں پر (خدمات القادیانیہ پر) چندہ مجلس، چندہ تعمیر ہاں، چندہ اجتماع، بزرگوں پر (انصار اللہ) چندہ بویتنا، افریقہ، وغیرہ وغیرہ۔ چندہ صد سالہ جو می ۱۶ سال تک جاری رہا ہے۔

ایک قادریانی جس کی تجوہ ۳ ہزار روپے ماہوار ہے اسے ان چندوں کی میں کم از کم ۳۰۰ روپے ماہوار دینا پڑتا ہے جبکہ اس کی بھی بچوں اور اگر والدین ساتھ ہوں تو ان کے بھی چندے اسی کی تجوہ سے نکلیں گے۔ اس طرح اسے ۳۰۰ سے ۵۰۰ روپے ماہوار تک لازماً دینا پڑے گا۔ اگر نہیں دے گا تو بھایا کے طور پر جمع ہو جائے گا۔ اس طرح سال کے آخر پر اس کے ذمہ تین سے چار ہزار روپے بھایا ہو چکا ہو گا۔ اس طرح اگر کسی کی تجوہ وہ ہزار روپے ماہوار ہو تو اسے سالانہ ۱۲ ہزار روپے سے زیادہ دینا پڑے گا۔

ان چندوں کے علاوہ ایک اور نظام بھی رائج ہے وہ اس طرح کہ اگر کوئی چاہے کہ اسے مرنے کے بعد "ربوہ" میں خاص قبرستان "بہشت مقبرہ" میں دفن کیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ چندہ عام ۲۵.۶ فیصد کی بجائے ۱۰ فیصد کے حساب سے چندہ دے اور اپنی جائیداد کا ۱۰ فیصد صدر ائمہ بن الحمیہ (جماعت قادریانیہ) کے نام کر دے گا اور آئندہ جتنی بھی آمدنی ہو گی اس کا ۱۰ فیصد حصہ مرکز کو دیتا رہے گا۔ یہ شرائط اس دن سے لاگو ہوں گے جس دن سے وہ بصیرت کرے گا اب ایک آدمی فوت ہو گیا اس کی لاش چتاب نگر (ربوہ) بخیجی ہے مگر اس کی جائیداد کا ۱۰ فیصد ابھی نام نہیں لگایا اس کے ذمہ چندہ کا بھایا ہے لہذا اس کی تدفین روک دی جائے گی جب تک اس کے ورثاتام حساب پیاس نہیں کر دیتے تدفین نہیں ہو سکتی۔

اگر ایک قادریانی درج بالا چندوں کی ادائیگی سے انکار کر دے تو وہ قادریانی رہ نہیں سکتا۔ اگر وہ چندہ نہیں دیتا یا ادائیگی میں دیر کر دیتا ہے تو وہ چندہ اس کے نام بطور بھایا جمع ہو جائے گا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لواحقین سے وصول کیا جائے گا۔ جس کے ذمہ بھایا ہو جائے اس کا نام تشریف کیا جائے گا وہ جماعت میں "واندرار" سمجھا جائے گا اور ایک دم کئے جانور کی طرح سب کی توجہ کا مرکز بنایا جائے گا۔

احباب جماعت! اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ چندوں کی ادائیگی کے بارے میں قادریانی جماعت کتنی تیز ہے اور کس طرح ایک منظم نیٹ ورک اس میں معروف ہے، مگر کیا؟

آپ نے کبھی مرکز سے زکوٰۃ کا انکپڑا بھی آتے دیکھا ہے؟ کبھی آپ سے زکوٰۃ (جو ایک لازمی اسلامی میں ہے) وصول کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ کبھی آپ کے بھایا میں زکوٰۃ بھی شامل کی گئی ہے؟ کبھی "حضور" (مرزا طاہر) کی طرف سے زکوٰۃ پچھر یا خطبہ سنائے ہے؟ کبھی

مرکزی سلسلہ پر زکوٰۃ کی وصولی کی طرف توجہ دلانے کی کوئی کوشش آپ کے سامنے آئی؟ یقیناً نہیں! آپ کا جواب یقیناً نبی میں ہو گا۔ کیا یہ بات قابل غور نہیں کہ اسلام کا بنیادی ستون نہ صرف چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ نہ ہب سے خارج تصور کیا جاتا ہے، کیا اس ستون کے بغیر اسلام قائم رہ سکتا ہے؟ میری مراد ہے کیا قادیانیت کا اسلام سے واسطہ رہ سکتا ہے؟

احباب جماعت! آپ نے ”غیفہ وقت“ (مرزا طاہر) کی زبان سے متعدد بار جلسہ سالانہ کی برکات، جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے نیک خواہشات اور دعاوں کے متعلق کمی خطبے سنے ہوں گے، جماعت کے اعلیٰ عہدیداروں کی طرف سے بار بار جلسہ سالانہ کے پروگرام اور ان میں شمولیت کی طرف توجہ دلانے والے پیغمبر اور خطبات سنے ہوں گے۔ ”الفضل، خالد توحید الاذہان، مصباح، اور انصار اللہ“ یعنی جماعتی جرائد و رسائل میں جلسہ سالانہ ربوبہ لندن کی تمام تفصیلات پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں۔ ان تمام کوششوں سے ایک نوجوان جو بھپن سے یہ سنتا آ رہا ہے اور اب ۲۵/۳۰ سال کا ہو چکا ہے، اسے جلسہ کے ہر پہلو کے بارے میں اتنی زیادہ عقیدت پیدا ہو چکی ہے جس کا تصور کوئی غیر قادری کرنی نہیں سکتا۔

مگر کیا آپ نے کبھی ”غیفہ وقت“ کی زبان سے حج کے بارے میں کوئی خطبہ نہ ہے؟ کبھی ”حضور“ نے احباب جماعت کو مناسکِ حج کے بارے میں تفصیلات بتائی ہیں؟ کسی اعلیٰ جماعتی عہدیدار سے کبھی حج پر پیغمبر نہ ہے؟ آپ کا جواب یقیناً نبی میں ہو گا۔ ایسا کیوں؟ ایک اہم اسلامی بنیادی رکن کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ اس کے مقابل پر مرزا بشیر الدین محمود احمد (دوسرے خلیفہ) نے کتنے حج کئے، ۱۵ سال قادیانیوں کی امامت میں تو انہیں ۳۰ سے زائد حج کرنے چاہئے تھے مگر آنکھوں میں دھوول جھوٹنے کے لئے غالب ایک کیا کتنے حج کئے؟ ان کو تو نہ ہب سے خاصاً کاڑ تھا، انہوں نے ہی قادیانیوں کو بتایا کہ غیر قادری نہ صرف کافر بلکہ پکے کافر ہیں، اور ان کی ایسی ہی ”زم و نازک“ تحریرات نے ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوا کر یہاں تک پہنچایا۔

پھر قادریانی پابندی کی وجہ سے حج تو نہیں کرتے مگر ہزاروں روپے لگا کر الگینڈ میں جلسہ میں شمولیت کے لئے جاتے ہیں۔ ایک سرکاری طازم سرکاری اجازت سے ملک سے باہر نہیں جا سکتا مگر قادریانی سرکاری طازم جعلی پاسپورٹوں اور خفیہ اور غلط معلومات فراہم کر کے بیرون ملک میں شمولیت کے لئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں قادیانی کے جلسہ پر بھی

جاتے ہیں، اس جلسہ کے لئے کسی پابندی کی پرواہ نہیں کرتے گویا وہ اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ جو کے مقابل پر جلسہ کی اہمیت زیادہ ہے۔

احباب جماعت! اگر آپ ابھی تک اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے پانچ بنیادی اور کان پر ایمان رکھنا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر جماعت کے دوار کان اسلام (جع، زکوٰۃ) سے کلی انحراف آپ کو کس طرف لے جا رہا ہے؟ اور آپ کیسے اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں؟

احباب جماعت! اب ایک اور اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں، جب کسی مقامی جماعت میں صدر جماعت / امیر مقامی کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو انتخاب کے وقت ایسے افراد کو باہر نکال دیا جاتا ہے، جن کے ذمہ چھ ماہ یا اس سے زائد ماہ کا چندہ بقایا ہو، خواہ وہ آدمی کتنا ہی نیک، متقیٰ پر ہیز گاڑ شریف اور مجھگانہ نماز کا پابند ہوا سے لازمی طور پر نکال دیا جائے گا۔ ایسا آدمی نہ دوٹ دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عہد یار بن سکتا ہے اب دوٹ دینے والے افراد میں ایسے بھی شامل ہوں گے جونہ تو نماز کے پابند ہیں، نہ متقیٰ ہیں، نہ کبھی وہ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں بلکہ نہ ہب سے عی در ہیں۔ بس ایکشن سے چند لمحے قبل اس نے پیسے دے دیئے ہیں، اب ان کو جماعت کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ امیر جماعت اور دیگر جماعتی عہد یاروں (مبران مجلس عاملہ) کا انتخاب کریں نہ صرف یہ بلکہ وہ آدمی پورا حق رکھتا ہے بلکہ اہل ہے کہ اسے بے تک جماعت کا عہد یار جن لیا جائے، کہاں تک کہ اسے امیر جماعت بھی بنایا جا سکتا ہے۔

احباب جماعت! ذرا غور فرمائیں کہ جماعتی عہد یار یا وثیر کی الہیت صرف اور صرف چندہ یعنی پیسہ ہے جو پیسہ دے گا، وہ متقیٰ تصور ہو گا اور جو پیسہ نہیں دے گا وہ روکر دیا جائے گا۔ کیا یہی قابلِ نہمت کردار یا اصول ہمارے سرکاری کرپٹ اور لوں یا افراد میں رائج نہیں؟ جس نے اس ملک پاک کے ماحول کو مکدر کر رکھا ہے کہ جس نے پیسہ لکایا وہ "معزز" اور سب سے آگے اور جو پیسہ نہ لگا سکے وہ قابل نفرت، جماعت قادریانیہ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ وہ ایک خالصتاً نہ ہی جماعت ہے، کہاں گیا نہ ہب؟

اب ذرا طریقہ انتخاب بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جو "اہل افراد" دوٹ دینے پیشے ہیں وہ سب کے سب یا کچھ کسی وقت بھی عہد یار بن سکتے ہیں، کیونکہ انتخاب کے آغاز پر ایک آدمی

انہوں کر کسی بھی فرد کا نام کسی عہدے کے لئے پیش کرے گا، نامزد کردہ فرد کو معلوم بھی نہیں ہو گا اور نہ اس کی اپنی رائے اس میں شامل ہو گی بلکہ وہ اگر انکار بھی کر دے تو بھی وہ نامزد ہی رہے گا، پھر ایک اور آدمی اس نام کی تائید کرے گا اس طرح کسی دوسرے شخص کا نام اس عہدے کے لئے پیش ہو گا، جس کے لئے پہلے ایک نامزد ہو چکا ہو گا، کوئی دوسرا شخص دوسرے نام کی تائید کرے گا اور یوں دو نام م مقابل سمجھے جائیں گے، ایک کھلے عام و وسیع ہو گی، لوگوں سے کہا جائے گا کہ جو پہلے کے حق میں ہیں وہ ہاتھ کھڑا کریں، اگر تو پہلا آدمی اثر و رسوخ والا ہے تو سب ہی دوٹ اس کو طیں گے اور اگر دوسرا شخص اثر و رسوخ والا ہے تو اس کے لئے دوٹ محفوظ رکھیں گے۔ خفیہ رائے شماری کا تصور ہی نہیں ہے، سیدھی ہی بات ہے کہ تمام دیہاتی مجالس میں انتخاب کے وقت صرف ڈاگنگ ماز جا گیر دار و ذیرے اور پھٹے باز کو ہی دوٹ طیں گے بلکہ ملتے ہیں، کیونکہ ایسے افراد کے رشتہ دار اور زیر اثر افراد بھی زیادہ ہوتے ہیں اور پھر دوسرے لوگ ان کے سامنے تقالف کو دوٹ دینے سے گھبراتے ہیں، اس لئے جن مجالس میں ایک دفعہ ایسا آدمی صدر جماعت / امیر جماعت بن جاتا ہے تو وہ مرتبے دم تک اس عہدے پر قائم رہتا ہے، کیونکہ تین سال کے لئے بننے والا امیر جماعت تین سال میں اپنا پوزیشن مضبوط کر لیتا ہے اس کے بعد اس کے علیحدہ ہونے کا چانس ختم ہو جاتا ہے پھر انتخاب کا طریقہ کار بھی ایسا ہے کہ کوئی آدمی کسی کے خلاف بات نہیں کر سکتا، کوئی ریکارکس نہیں دے سکتا اور نہ ہی اپنے بارے میں رائے ہموار کر سکتا ہے، اب ایک بدنام اور کرپٹ آدمی صدر جماعت بن گیا تو وہ اسی عہدے پر قائم رہے گا، اسے علیحدہ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ جماعت اسے علیحدہ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ کہتی ہے: ”جنہوں نے دوٹ دے کر اسے بنایا ہے وہ اسے اتاریں“۔ اب کون اس کے سامنے کسی اور کو دوٹ دے کر اپنے لئے دشمنی مولے؟

یہ اسی فرسودہ اور ناقابل فہم عمل نظام کا نتیجہ ہے کہ کئی جماعتوں کے امیر سال ہا سال سے چلے آ رہے ہیں، کسی شہر یا ضلع کا امیر جماعت ۲۰ سال سے ہے، تو کسی کا تمیں سال سے بلکہ ایک کا سینتالیس سال سے ہے۔ یہ تمام امراً تاریخ اس عہدے پر رہتے ہیں اور اپنے تاحیات اقتدار کی وجہ سے وہ تمام قسم کے اصولوں، خالطوں، قواعد اور مصلحتوں سے بری ہوتے ہیں، وہ فری اشائیں حکومت کرتے ہیں اور ایک آئندیں قسم کی آمریت کا چلنا پھرنا نمونہ ہوتے ہیں۔ افراد کی درج بالا ”خصوصیات“ کی وجہ سے قادری ای جماعت کو چھوڑ چلے جا رہے ہیں، یہ

سلسلہ جاری ہے اور دن بدن تیز ہوتا جا رہا ہے، جماعت سے علیحدہ ہونے والے افراد کی اکثریت تعلیم یافت اور جماعت کی فرسودہ روایات اور امراء کی زیادتوں سے بیزار ہوتی ہے۔ احباب جماعت! ایک بار پھر ذرا طریقہ انتخاب پر واپس آئیں کہ ایک غیر مతقی، غیر صالح فرد کو آپ نے امیر جماعت بنادیا، جسے تفصیل سے عرض کیا ہے کہ ایک ذیرے، جاگیر داؤ ذاںگ ماڑ پھٹے باز کو امیر جماعت بنادیا، اب پورے پاکستان کے یہ امراء پہلے اپنے خلوں کے امیر جماعت بنائیں اور پھر وہ پورے پاکستان یا پوری جماعت کا امیر یعنی "ظیفہ" کا انتخاب کریں گے۔ ذرا ملاحتہ فرمائیں زہریلے دودھ سے کتنا "پیارا مکحن" حاصل ہو رہا ہے؟ شاید یہ بھی جماعت ام "مجزہ" ہے۔ ان غیر مذہبی اور غیر مতقی افراد کا لیڈر کس طرح اور کس حد تک مतقی ہو سکتا ہے؟ اب "مخلص قاویانی" فوراً کہہ دیں گے کہ امراء کا عہدہ تو انتظامی ہے یا "ظیفہ" تو انتظامی عہدہ ہے۔

اب اس پہلو کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔ ایک ذیرے کو آپ نے امیر جماعت بنادیا، اس کی جماعت میں مرکز کی طرف سے ایک مرتبی بھی موجود ہے مربی سات سال تک مذہبی تعلیم حاصل کر کے مرکز کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے، مگر جماعت کے قواعد و ضوابط کے مطابق جموجہ کے خطبے کا پہلا حق امیر جماعت کا ہے اگر وہ مرتبی کو حکم دے تو پھر مرتبی خطبہ دے گا۔ اب جمعہ کا خطبہ تو خالصتاً ایک مذہبی دینی فریضہ ہے اس میں امیر جماعت کا کیا کام؟ کیونکہ امیر جماعت کے لئے تو کسی مذہبی تعلیم کی پابندی نہیں اور نہ ہی دنیاوی تعلیم کا ہونا ضروری ہے ہو سکتا ہے وہ بالکل ان پڑھ ہو مگر جماعتی قواعد کے مطابق خطبے کا پہلا حق امیر جماعت کا ہے۔

اسی طرح امراء جماعت کے انچارج یعنی "ظیفہ" کی حیثیت جماعت میں صرف انتظامی نہیں بلکہ وہ کل ہیں ہر معاملہ میں خواہ دینی ہو انتظامی ہو، پالیسی ہو یا معاملہ کی کچھ نوعیت بھی ہو "ظیفہ" کی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے۔ آخری فیصلہ اس کا ہے وہ کسی کے پابند نہیں اور نہ ہی کسی کے آگے جواب دہ نہ ہی اس کا کوئی فیصلہ کسی جگہ پہنچ ہو سکتا ہے، ہر قسم کا انتظامی فیصلہ اور ہر قسم کا مذہبی فتویٰ اس کی طرف سے ہو گا۔ یہ عجیب و غریب قواعد و ضوابط قول و فعل قادریانی احباب کو عقیدت کی چادر کے نیچے مسحور رکھتے ہیں۔

احباب جماعت! اب ذرا مذکورہ بالا امیر جماعت کی "طاقت" ملاحظہ فرمائیں، اگر ایک قادریانی امیر جماعت کے رویہ ریما رکس، کردار یا کسی مذہبی یا جماعتی بات پر امیر جماعت سے اختلاف رکھتا ہے تو امیر جماعت اس کے خلاف فکایت افسران بالا کو کر دے گا، ایک امیر جماعت کا موقف ہتنا مرضی کمزور ہو یا اس کا رویہ ہتنا مرضی قبل اعتراض ہو اور جس کے خلاف فکایت کی جا رہی ہے وہ ہتنا مرضی تھیک ہو بات امیر جماعت کی سنی جائے گی، امیر جماعت کی فکایت پر کیا کارروائی ہو گی اس کی بات پھر سکی، اس وقت اس قادریانی کے مستقبل کے بارے میں ذرا پڑھئے:

اس تخلص قادریانی سے کیونکہ امیر جماعت ناراض ہے۔ لہذا اس سے "ظیفہ وقت" بھی ناراض ہوں گے، کیونکہ امیر جماعت خلیفہ کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے، لہذا خلیفہ کا ناراض ہونا لازمی امر ہے اور جس سے خلیفہ ناراض ہے۔ قادریانی عقیدت و عقائد کے مطابق خدا تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہے، اب جس سے خدا ناراض ہے اس کے مستقبل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
 اب اگر امیر جماعت اس تخلص قادریانی سے راضی ہو گا تو خدا راضی ہو گا، کویا خدا تعالیٰ اس جماعت کے امیر کی مرضی کا پابند ہے اگر وہ اجازت دے گا تو خدا تعالیٰ اس آدمی سے راضی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (نحوہ باللہ)

درج بالا صورت بالکل اسی طرح جماعت میں راجح ہے، اب صورت حال یہ ہی کہ خدا تعالیٰ ہر گاؤں کے ہر قادیانی جماعت کے وڈیرے ڈاگ مار اور پھنسے ہاڑھنے کی مرضی کا پابند ہو گا، جس کے بارے میں وہ کہے گا کہ: اسے بخش دو خدا اس کو بخش دے گا اور جس کے بارے میں دوزخ ریکھنڈ کرے گا خدا اسے دوزخ میں بیٹھنے کا پابند ہے۔ (نحوہ باللہ)
 درج بالا حقائق کو قادریانی تسلیم کریں گے مگر انہمار نہیں کر سکیں گے کیونکہ "آزادی ضمیر" کا جو نمونہ قادریانی جماعت میں ہے وہ کسی اور جگہ نہیں۔

قادیانی نبی اور برطانوی نجومی

مولانا تاج محمد

مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین جو مشہور مقدمہ جناب محمدؐ اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ بچ خلیع بھاولپور کی عدالت میں دائر تھا۔ ۱۹۳۵ء کو مسلمانوں کے حق میں اس کا فیصلہ ہوا، اس مقدمہ میں نبی اور نبوت کی تحریف بھی زیر بحث آئی۔

محمدؐ اکبر خان صاحب نے اپنے فیصلہ میں تحریر فرمایا کہ نبی اور مقام نبوت کی جو تحریف میں نے ایک رسالہ میں پڑھی ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر اور تحریف نہیں ہو سکتی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب مضمون لکھتے ہیں کہ:

”هم نبوت کی حقیقت اور ماہیت کو تو نہیں جان سکتے لیکن قرآن کریم نے مقام نبوت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اس قدر عظیم اور بلند ہے کہ ساری کائنات اس کے سامنے جگی ہوئی نظر آتی ہے۔ نبوت کا مقام اس قدر عظیم المرتب ہے کہ اس کے تصور سے روح میں بالیدگی نگاہوں میں بصیرت، ذہن میں جلاء، قلب میں روشنی خون میں حرارت، بازوؤں میں قوت، ماحول میں درخشندگی، فضا میں تابندگی اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں زندگی کے آثار غمودار ہو جاتے ہیں۔ نبی کا پیغام انقلاب آفرین دین دنیا کی سرفرازیوں اور سر بلندیوں کا امن ہوتا ہے۔ وہ مردوں کی بستی میں صور اسرائیلی پھوک دیتا ہے۔ اس سے قوم کے عردقِ مظلوم میں پھر سے خونِ حیات رقص کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ اپنی ملت کو زمین کی پتیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ اپنی ہوش ربانی، تعلیم اور محیر المحتول عمل سے ہائل کے تمام نظام ہائے کہنہ کی بنیادیں اکھیز کر آئیں کائنات کو ضابطہ خداوندی پر متشکل کر دیتا ہے۔ اس سے زندگی ایک نئی کروٹ لیتی ہے۔ آرزوؤں میں آنکھیں ملتی ہوئی اٹھتی ہیں۔ ولوںے جاگ پڑتے ہیں۔ ایمان کی حرارتیں دلوں میں سوز اور جگر میں گداز پیدا کرتی ہیں۔ روح کی مرتقوں کے جیشے الٰہ

ہیں۔ قلب و جگر کی نورانیت کی سورتیں پھوٹی ہیں، تازہ امیدوں کی کلیاں مہکتی ہیں۔ زندہ مقاصد کے غنچے پھکتے ہیں اور اس خوش بخت قوم کا چون دامان صد باغبان و کف ہزار گلفروش کا فردوسی مختار پیش کرتا ہے حکومت الہبیہ کا قیام اس کا نصب اُسین اور قوانینِ خداوندی کا نفاذ اُس کا نتھی ہوتا ہے۔ جب اس کے ہاتھ خدا کی بادشاہت کا تحت اجلال بچھتا ہے تو باطل کی لہڑ طاغوتی طاقت، پہاڑوں کی غاروں میں منہ چھپاتی پھرتی ہے۔ جور و استبداد کے قصر فلک بوس کے رنگرے سجدہ زیر ہو جاتے ہیں۔ طغیان و سرکشی کے آتش کڈے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کی قدوی جماعت کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے ہاہر لکھتا ہے تو فتح و ظفر اس کا رکاب چوتھی ہے۔ شوکت و شست اس کے جلو میں چلتی ہے۔ سرکشی اور خود پرست قوتیں اس کے خدائے واحد القیار کا کلمہ پڑھتی ہیں خدا اور اس کے فرشتے ان انقلاب آفرین ملکوتی کارنا موں پر حسین و تمییک کے پھولوں کی بارش کرتے ہیں۔“

مرزا غلام احمد قادریانی

اب ہمارے سامنے ایک کذاب مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادریانی آتا ہے۔ جس کی ساری عمر انگریزوں جیسی ایبلیسی سیاست کی حامل قوم کی غلای کی تلقین و تاکید میں گذر جاتی ہے۔ جو ۲۳ برس تک اپنی ہاؤں کتب میں مدعی نبوت کنو کاذب، کافر، لعنی، مسیلہ کذاب کا بھائی اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا رہا۔ مرنے سے چند برس پہلی ۱۹۴۰ء میں کلم مکلام نبوت کا دعویٰ کرتا ہے نبی اور نبوت کی تعریف کے چار معانی میں بیان کرتا ہے۔

- اپنی کتاب ”چشمہ معرفت“ کے ص ۱۸۰ پر لکھتا ہے۔

”ایسا شخص جس کو بکثرت اسی پیش گوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی نظریہ نہ ہو۔ اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔“

- دوسری کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں لکھتا ہے کہ:

”نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی زبان میں مشترک ہے۔ یعنی عبرانی میں اس لفظ کو ”نابی“ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ ”هُبَا“ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خدا سے خبر پا کر

پیشگوئی کرنا..... پس میں جبکہ اس مدت تک ذیر دھوپ پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر پھشم خود دیکھ کر چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کہاں کار کر سکتا ہوں۔"

مرزا غلام احمد قادیانی بزم خود اس وجہ سے نبی کھلانے کا مستحق ہے کہ اس نے کفرت سے پیشگوئیاں کیں۔ اور مرزا صاحب کے خیال کے مطابق وہ پوری ہو گئیں اور وہ اس وجہ سے نبی بن گیا۔ گویا نبی کا دنیا میں آ کر سوائے پیشگوئیاں کرنے کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ گویا نبی بھی ایک بہت بڑا بخوبی ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں لہذا بقول مرزا غلام احمد اگر دنیا میں آ کر نبی کا کام پیشگوئیاں کرتا ہے تو نبوت کا قصہ پاک ہو گیا اور نبوت ایک بے معنی چیز ہو کر رہ گئی۔

مرزا صاحب اربعین نمبر ۲ میں لکھتے ہیں:

"مدعی کاذب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔ سچا قرآن کی تعلیم ہے یہی تورات کی۔"

بلور نمونہ از خروارے مرزا صاحب کی چند پیشگوئیاں لجھے۔

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں

۱- مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور الہامی طور پر پیشگوئی کی کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے بعد بعض پابرکت عورتیں میرے لکاح میں آئیں گی۔ لیکن ۱۸۸۶ء کے بعد تادم مرگ مرزا صاحب کے لکاح میں ایک عورت بھی نہ آئی۔ پیشگوئی مطلقاً ثابت ہوئی۔

۲- مرزا صاحب نے الہامی طور پر پیشگوئی کی کہ پیر منور محمد کے گمراہ کا پیدا ہو گا۔ جس کے لونام ہوں گے۔ لیکن لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔ جو مرزا صاحب کی رسوائی کا موجب نبی۔

۳- مرزا صاحب نے اپنی کتاب "تحفہ ندوہ" کے ص ۲ پر لکھا کہ: "میرے لیے بھی آتی برس کی زندگی کی پیشگوئی ہے" لیکن مرزا صاحب ۷۰ ستر برس تک بھی نہ پہنچے۔ پیشگوئی قلطانی جو مرزا کی امت کی ذلت و رسوائی کا باعث نبی۔

مرزا صاحب کا ایک الہام ”تذکرہ“ طبع اول ص ۳۸ پر درج ہے ”بکروہیب“ یعنی مرزا نے کہا کہ میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ دو عورتیں تیرے نکاح میں لاوں گا۔ ایک کنواری ہو گی دوسری یہو۔ (کنواری کے ساتھ تو ۱۸۸۳ء میں شادی ہو گئی) مرزا قادریانی ”تریاق القلوب“ ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ کنواری یہو سے تو اولاد موجود ہے۔ ”یہو کے الہام کا انتظار ہے“ لیکن زندگی بھر مرزا صاحب کا کسی یہو سے نکاح نہ ہو سکا۔

جنوری ۱۹۰۳ء کو جب مرزا قادریانی کی یہوی حاملہ تھی تو اس نے اپنی کتاب ”مواهب الرحمن“ کے ص ۱۳۹ پر لکھا کہ میرے چار لڑکے ہیں۔ اور اب پانچویں کی بشارت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ لیکن لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔ مرزا صاحب رسما ہوئے۔

مرزا صاحب نے ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار دیا کہ میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک قیامت خیز زوال آئے گا۔ (تبیخ رسالت جلد دہم ص ۷۹) ایک یوم بعد پھر لکھا کہ زوال آئے گا۔ میں یوم بعد ۱۹۰۵ء کو گھر کا سامان لے کر اپنے باغ میں چلے گئے زوال کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے لیکن زوال نہ آیا۔ اس کے نواہ بعد ۱۹۰۶ء کو اشتہار دیا کہ قیامت خیز زوال جلد آنے کو ہے۔ آٹھ روز بعد ۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو پھر اشتہار کے ذریعہ زوال کی خبر دی۔ اس کے باعث میں روز بعد ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء کو ایک لکھم کے ذریعہ پھر قیامت خیز زوال کی اطلاع دی۔ بر این احمد یہ حصہ چشم کے ص ۹۱ پر لکھا کہ میں نے آئندہ زوال کی نسبت جو پیش گوئی کی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں ہے۔ اگر میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ لیکن مرزا صاحب کی زندگی میں کوئی زوال نہ آیا۔ پیش گوئی غلط لکھی۔ مرزا صاحب ذلیل ورسا ہوئے۔

امریکہ میں مرزا صاحب نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو پیشگوئی کی کہ پادری عبداللہ آنحضرت ۵ نومبر ۱۸۹۳ء تک پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ اگر پادری عبداللہ آنحضرت پدرہ

ماہ کے اندر نہ مرے تو (۱) مجھے ذلیل کیا جائے (۲) میرا منہ کالا کیا جائے (۳) میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھ کو چھانی دی جائے۔ لیکن پادری آنکھم مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق پدرہ ماہ کے اندر نہ مر۔ تاریخ مقررہ پر عیسائیوں نے آنکھم کا شاندار جلوس لکالا۔ جو مرزا صاحب کی انتہائی ذلت و رسوائی کا موجب بنا۔

انگستان کا مشہور پیشین گو (نجومی)

اب ہم مرزا صاحب کے ہم عصر نجومی چیر یو کی پیشگوئیوں کو لیتے ہیں۔ جو سب سچی تھیں۔ ایک طرف قادیاں کا ”می“ ”نبت“ دوسری جانب انگستان کا نجومی ہے۔

انگستان کا مشہور پیشین گو جس کا اصلی نام کاؤنٹ لوئی ہمیں تھا۔ اس کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ اس کی وفات پر تجویز میں لیکن ۱۵ دسمبر ۱۹۳۶ء ص ۶ پر ایک مضمون بعنوان ”چیر یو کی پیشگوئیاں“ شائع ہوا تھا۔ ہندوستان کے دوسرے رسائل کے علاوہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ضلع سرگودھا نے ماہ جنوری ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں اس مضمون کو ان الفاظ میں درج کیا۔

”ابھی چند ماہ گزرے ہیں کہ مشہور پیشین گو چیر یو جس کا اصلی نام کاؤنٹ لوئی ہمیں تھا فوت ہوا ہے۔ اس کی موت کے واقعہ نے بہت سی اہم پیشگوئیاں ازسر نو دنیا کے سامنے پیش کر دی ہیں جو اس نے بعض برس آور وہ شخصیتوں کے متعلق کی تھیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ چیر یو کی بہت سی پیشگوئیاں حرف بحروف سچی تھیں۔ مگر یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس پر اسرار ہستی نے یہ قدرت اور طاقت کی کوکر حاصل کی تھی۔ بہر حال اس کی چند پیش گوئیوں کا تذکرہ قارئین کی خیافت طبع کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

۱- چیر یو نے پیشگوئی کی تھی کہ لارڈ کھر کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲- چیر یو نے پیش گوئی کی تھی کہ نگ ایڈورڈ ہفتم اور مرز سپمن کی محبت کے معاملات ان کی تاج پوشی کو خطرے میں ڈال دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۳- چیر یو نے پیشگوئی کی اٹلی کا بادشاہ ہمدر قتل ہوگا۔ یہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔

۴- چیر یو نے پیشگوئی کی کہ نگ ایڈورڈ ہفتم کی عمر ۶۹ برس ہے بالکل اسی طرح ہوا۔

- ۵ جولائی ۱۹۰۲ء میں سنگ ایڈورڈ ہلمٹ بیار ہوئے اور زندگی خطرے میں تھی۔ ملکہ الگوڑ رانے چیریو کو بلوا کر دیافت کیا تو اس نے کہا کہ باادشاہ محنت یاب ہوں گے اور ان کی تاجپوشی ۱۹ اگست کو ہو گی۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔
- ۶ سنگ ایڈورڈ ہلمٹ جب پرس آف ولیز تھے تو انہوں نے ایک دن چیریو کو اپنے کتب خانہ میں بلوایا اور ایک شخص جس کا نام لور پتہ پوشیدہ رکھ لیا گیا۔ صرف تاریخ پیدائش چیریو کو دے کر اس کا مستقبل دریافت کیا گیا۔ چیریو نے جواب میں یہ الفاظ لکھ دیئے۔
- ”خواہ یہ کوئی شخص ہو، عمر بھر جگ اور خون ریجنوں کی دہشت میں جلا رہے گا اور آخر کار ۱۹۰۷ء میں موت کا فکار ہو گا۔“
- یہ شخص زارِ روس تھا جس نے خود چیریو سینٹ ہنز برگ بلوایا اور اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نکورہ پالا پر چڑھکایا۔ چیریو نے کہا کہ جو پیش گوئی اس نے کی ہے مجھ ٹابت ہو گی۔ زار نے اس کا ٹھکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں خوش ہوں کرم اپنے فیصلے پر اس طرح قائم رہتے ہو۔ چیریو نے جو کچھ کہا تھا بالکل حق ٹابت ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلابِ روس نے زار اور اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔
- ۷ سینٹ ہنز برگ میں چیریو نے مشہور راہب راسپوٹین کے متعلق پیشگوئی کی کہ شاہی محل میں اس کا قتل ہو گا اور اس سلسلہ میں زہرخیز اور گول تینوں چیزوں میں استعمال کی جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ واقعہ دنیا کے لیے افسانہ بن گیا۔

مسئلہ مکفیر اہل قبلہ

مفتی محمد شفیع

جو لوگ ایمان و اسلام کا اخبار کرتے ہیں اور نماز، روزہ وغیرہ کے پابند ہیں مگر اسلام کے کسی قطعی اور یقینی حکم میں تاویلات باطلہ کر کے تصریحات کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف اس کا مفہوم بدلتے ہیں، ان کو کافر و مرتد قرار دینے پر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ کلمہ گواہ اہل قبلہ کی مکفیر باتفاق امت منوع ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس جگہ اہل قبلہ کے مفہوم کو واضح کیا جائے۔

اصل اس بات میں آنحضرت ﷺ کی دو حدیثیں ہیں۔ ایک وہ جو بخاری و مسلم وغیرہ میں اطاعت امراء کے بارے میں حضرت انسؓ سے منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

من شهد ان لا إله إلا الله واستقبل قبلتنا وصلى على صلواتنا
واكل ذبيحتنا فهو مسلم . الا ان تروا كفرابو اصحاب عندكم من
الله فيه برهان .

”جو شخص لا إله إلا الله کی شہادت دے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلمان ہے مگر یہ کہ دیکھو تم کفر صریح تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں دلیل ہو۔“

اور دوسری روایت ابو داؤد کتاب الجہاد میں ہے جس کا متن یہ ہے:

عن انس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من اصل الایمان الكف عنم قال لا الا اللہ ولا تکفره بذنب ولا تخرجه الاسلام بعمل الحديث.

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں اصل ایمان ہیں رکنا اس شخص سے جو لا الہ الا اللہ کہے اور نہ تکفیر کرو اس کی کسی گناہ کے سبب اور نہ اسے خارج از سلام قرار دو کسی عمل کے سبب۔

اس میں سے پہلی حدیث میں تو ختم کلام پر خود ہی تصریح کر دی گئی ہے کہ کلمہ گو کو اس وقت تک کافرنہ کہا جائے گا جب تک اس سے کوئی قول یا فعل موجب کفر صریح اور ناقابل تاویل یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے۔

اور دوسری حدیث کے الفاظ میں اس کی تصریح ہے کہ کسی گناہ یا عمل کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی سخت ہو کافرنہ کہا جائے گا۔ لیکن بااتفاق علماء امت گناہ سے مراواں جگہ کفر کے سوا اور دوسرے گناہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عملی خرامیاں، فتن و فجور کتنا ہی زیادہ ہو جائے ان کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافرنہ کہا جائے گا۔ نہ یہ کہ وہ قطعیات اسلام کے خلاف عقائد کا اظہار بھی کرتا رہے تب بھی اس کو کافرنہ سمجھا جائے۔

مانعین زکوٰۃ اور مدعا نبوت مسلیمه کذاب اور اس کی جماعت کو کافر و مرتد قرار دے کر ان سے جہاد کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع اس کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر منوع ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر لے یا نماز پڑھ لے۔ اس کو کسی عقیدہ باطلہ کی وجہ سے بھی کافرنہ کہا جائے۔ بلکہ معلوم ہوا کہ کلمہ گویا اہل قبلہ یہ وہ اصطلاحی لفظ ہیں، ان کے مفہوم میں صرف وہ مسلمان واٹل ہیں جو شعائر اسلام نماز وغیرہ کے پابند ہونے کے ساتھ تمام موجبات کفر اور عقائد باطلہ سے پاک ہوں۔

اہل قبلہ کا یہ مفہوم تمام علماء امت کی کتابوں میں بصراحت ووضاحت موجود ہے۔ ذیل میں چند اقوال ائمہ اسلام کے پیش کئے جاتے ہیں، جن سے دو چیزوں کی شہادت پیش کرنا مقصود ہے۔

۱۔ "اہل قبلہ" کا صحیح مفہوم۔

۲۔ اصل موضوع بحث پر شہادت کہ اسلام کے قطعی اور یقینی احکام میں قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مفہوم کے خلاف کوئی مفہوم قرار دینا بھی تکذیب رسول کے حکم میں ہے۔ اور اسی تکذیب کو "زندقة والخاد" کہا جاتا ہے۔
حقیق ابن امیر الحاج جو حافظ ابن حجر اور شیخ ابن ہمام کے مشہور شاگرد اور محقق ہیں، شرح تحریر الاصول "اہل قبلہ" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو المواقف على ما هون من ضروريات الإسلام لحدوث
العالم و حشر الأجساد من غير أن يصدر عنه شيء من
موجبات الكفر قطعاً من اعتقاد راجع إلى وجود الله غير الله
تعالى أو رحلوله في بعض الأشخاص الناس أونكار نبوة
محمد عليه أوصيه او استخفافه ونحوه لك الخالف في
أصول سواهاد التي ان قال) وقد ظهر من هذا ان عدم تكثير
أهل قبله بذنب ليس على عمومه الا ان يحمل الذنب على
ما ليس يكفر فيخرج الكفر به كما اشار اليه السبكي.

(شرح تحریر)

"اہل قبلہ وہ ہے جو موافق ہو تمام ضروریات اسلام کے، جیسے عالم کا حدوث، اور حشر اجساد اس طرح پر کہ اس سے کوئی چیز موجبات کفر میں سے صادر نہ ہو۔ مثلاً ایسا اعتقاد جو مفہومی ہو حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خدا کے ماننے کو اور خدا تعالیٰ کے کسی شخص میں طول کرنے کو یا نبوة محمدیہ ﷺ کے انکار کو یا آپؐ کی نعمت یا آپؐ کے استخفاف کو۔ اور اسی طرح کی اور باقیں (یہاں تک کہ مصنف فرماتے ہیں کہ) اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے

مکفیر نہ کرنے کی حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے۔ ہاں اگر گناہ سے مراد کفر کے علاوہ جیسا کہ علامہ مکملؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے تو عموم مراد ہو سکتا ہے۔“

نیز شرح مقاصد میں عدم مکفیر اہل قبلہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے:
قال المبحث السابع فی حکم مخالف الحق من اهل القبلة
لیس بکافر مالم يخالف ما هو من ضروريات الدين
کحدوث العالم وحشر الاجساد.

”ساتواں مبحث اس شخص کے حکم میں جو مخالف حق ہو۔ اہل قبلہ میں سے کہ وہ کافرنہیں جب تک مخالفت نہ کرے کسی چیز کی ضروریات دین میں سے جیسے کہ حادثات ہونا اور حشر و نشر“

قال الشارح: و معناه ان الدين الفقوا على ما هو من ضروريات الاسلام کحدوث العالم وحشر الاجساد وما يشبه ذلك واختلفوا في اصول سواها كمسئلة الصفات وخلق الافعال وعموم الارادة وقدم الكلام وجواز الروية ونحو ذلك مما لا نزاع فيه ان لاحق فيه واحد هل يكفر المخالف للحق بذلك الا عتقاد وبالقول به ام لا.
فلا نزاع في كفر اهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفي الحشر ونفي العلم بالجزئيات ونحو ذلك وكذا الصدور شئ من موجبات الكفر عنه (شرح مقاصد)

”شارح فرماتے ہیں۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جو لوگ ضروریات

اسلام پر تو متفق ہیں جیسے حدوث عالم اور حشر وغیرہ اور ان کے سوا دوسرے اصول میں اختلاف کرتے ہیں، جیسے "مسئلہ صفات" اور "خلق الافعال" اور "عموم ارادہ" اور "کلام اللہ کا قدیم" ہونا اور "رویت اللہ کا جواز" وغیرہ جن میں کوئی نزاع اس امر میں نہیں ہے کہ اس میں حق ایک ہی ہے تو کیا اس اعتقاد اور اس کا قائل ہونے کی وجہ سے اس مخالف حق کی عکیفی کی جائے گی یا نہیں؟ سو کوئی اختلاف نہیں ہے ایسے اہل قبلہ کی عکیفی میں جو تمام عمر طاعات پر مداوت کرنے کے ساتھ "قدم عالم" اور "نفی حشر" اور "نفی بالجزئیات" وغیرہ کا قائل ہو اور اسی طرح موجبات کفر میں سے کسی چیز کے صدور سے اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور علی قاریؒ کی شرح فقه اکبر میں ہے:

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما ومن
ضروريات الدين كحدود العالم و حشر الاجسداد وعلم
الله تعالى بالجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل للهعبات
فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد
قدم العالم ونفي الحشر او نفي علمه سبحانه تعالى
بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد باهل القبلة
عند اهل السنة انه لا يكفر مالم يوجد شيء من امارات
الكافر ولم يصدر عنه شيء من موجباته

(شرح نقد اکبر ص ۱۸۹)

جاننا چاہئے کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات وین پر متفق ہیں جیسے حدوث عالم اور حشر و نشر۔ اور علم اللہ بالجزئیات

وغيره پس جو شخص تمام عمر طاعات و عبادات کا پابند ہونے کے باوجود قدم عالم اور نفی حشر یا نفی علم اللہ بالجزئیات کا معتقد ہو، وہ اہل قبلہ نہیں ہے اور اہل قبلہ سے اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ اس کی عکفیر اس وقت تک نہ کی جائے گی جب تک علامات کفر۔ میں سے کوئی چیز اس میں نہ پائی جائے اور جب تک اس سے موجبات کفر میں سے کوئی بات سرزد نہ ہو۔“

اور فخر الاسلام بزودی کی کشف الاصول باب الاجماع ج ۳ ص ۲۳۸ میں نیز امام سیف الدین آمدی کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں اور غاییۃ التحقیق شرح اصول حسای میں ہے:

ان غلافیہ (ای فی هوا) حتیٰ وجہ اکفارہ بہ لا یعتبر
خلاف ووفاقہ ایضاً لعدم دخولہ فی مسمی الامة المشهود
لہا بالعصمة وان صلی الی القبلة واعتقد نفسه مسلماً لان
الامة ليست عبادة عن المصلين الی القبلة بل عن المؤمنين
وهو کافروان کان لا یدری انه کافر۔ (غاییۃ التحقیق)

”اگر غلوکیا اپنی خواہشات نفسانیہ میں حتیٰ کہ واجب ہو گئی اس کی عکفیر اس کی وجہ سے اجماع میں اس کے خلاف یا مخالفت کا اعتبار نہ ہو گا۔ اور اگر چہ وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ کیونکہ ”امت“ قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں ہے اور بلکہ ”مؤمنین“ کا نام ہے، اور وہ کافر ہے، اگرچہ اس کو اپنے کافر ہونے کا علم نہ ہو۔“

اور رد المحتار باب الامامة میں علامہ شامی نے بحوالہ شرح تحریر الاصول ابن ہمام لکھا

لاغلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان كان
من اهل القبلة المواجب طول عمره على الطاعات کمالی

شرح التحریر (شامی ج ۱ ص ۲۷۷)

”جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہوا اس کے کفر میں کوئی اختلاف
نہیں اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور تمام عمر طاعات پر پابند
رہے۔“

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

والحاصل ان المذهب عدم تکفیر احد من المخالفين فيما
ليس من الاصول المعلومة من الدين ضرورة. (بحر)
”اور حاصل یہ ہے کہ مذهب یہ ہے کہ مخالفین میں سے کسی کی تکفیر نہ
کی جائے۔ جو اصول دین کے سوا کسی چیز میں مخالف ہیں۔“

اور شرح عقائد نسخی کی شرح براں میں ہے:

اہل القبلة فی اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروریات
الدین ای الامور التي علم ثبوتها فی الشرع وانتشر فمن
انکر شيئاً من الضروریات كحدوث العالم وحشر الاجساد
وعلم الله سبحانه بالجزئيات وفرضية الصلوة والصوم لم
يکن من اهل القبلة ولو كان مجاهداً بالطاعات وكذا لک
من باشر شيئاً من اهارات التکذیب کسجود الصنم
والاھانة بام شرعی والاستهزاء عليه فليس من اهل القبلة
ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتكاب
المعاصی ولا بانکار الامور الخفیة غیر المشهورة.

(براں ص ۵۷۳)

”اہل قبلہ متكلمين کی اصطلاح میں وہ ہے جو تمام ضروریات دین کی

تصدیق کرتا ہو یعنی ان امور کی جن کا ثبوت شریعت میں معلوم و مشہور ہے۔ پس جو انکار کرے کسی چیز کا ضروریات دین میں سے جیسے حدوث عالم اور حشر اور علم اللہ بالجزئیات اور فرضیت نماز و روزہ تو وہ اہل قبلہ سے نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ طاعات کا پابند ہو اور اسی طرح وہ شخص بھی اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو کہ تکذیب کی کھلی علامت ہے جیسے بت کو بجہہ کرتا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے کہ جس میں امر شرعی کا استہزا اور اہانت ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ارتکاب و معاصی سے اس کی تکفیر نہ کی جائے یا امور خفیہ غیر مشہورہ کے انکار سے اس کی تکفیر نہ کی جائے۔“

اور علم عقائد کی معروف و مستند کتاب موافق میں ہے۔

لا يكفر أهـل الـقـبـلـة إـلـا فـيـمـا لـفـيـهـ انـكـارـمـا عـلـمـا مجـيـبـهـ بـهـ
بـالـضـرـورـةـ اوـاجـمـعـ عـلـيـهـ كـاـسـتـخـالـ المـحـرـمـاتـ.

”اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ اس میں ضروریات دین کا انکار یا اسکی چیز کا انکار لازم آئے جس پر اجماع ہو چکا ہے جیسے حرام اشیاء کو حلال سمجھنا۔“

اور شرح فقد اکبر میں ہے:

و لا يخفى ان المراد بقول علمائنا لا يجوز تكبير اهـل الـقـبـلـةـ
بـذـنـبـ لـيـسـ مـجـرـدـ التـوـجـهـ إـلـىـ الـقـبـلـةـ فـاـنـ الـغـلـةـ مـنـ الرـوـاـضـ
الـدـيـنـ يـدـعـونـ انـ جـبـرـئـيلـ غـلـطـ فـىـ الـوـحـىـ فـاـنـ اللـهـ تـعـالـىـ
اـرـسـلـهـ إـلـىـ عـلـىـ وـبـعـضـ قـالـوـاـ اـنـهـ اللـهـ وـاـنـ صـلـوـاـ إـلـىـ الـقـبـلـةـ

لیسو بمؤمنین وهذا هو المراد بقوله صلی اللہ علیہ وسلم
من صلی صلواتنا و اکل ذبیحتنا فذلک مسلم۔ (شرح نقد اکبر)
”یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہمارے علماء کے اس قول کی مراد، کہ ”اہل
قبلہ کی عکفیر کسی گناہ کے سبب جائز نہیں۔“ مغض قبلہ کی طرف رخ کر
لینے کی نہیں۔ کیونکہ بعض تہذید روافض ایسے ہیں جو مدعا ہیں کہ
جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی کیونکہ حق تعالیٰ نے
ان کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اور بعض روافض کہتے ہیں کہ
حضرت علیؑ معبدوں ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں
گھر مومن نہیں۔ اور یہی مراد ہے نبی کریم ﷺ کے فرمان کی ”جو
ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلم ہے۔“

فلا نکفر اهل القبلة مالم يأت بما يوجب الكفر وهذا من
قبيل قوله تعالى ان الله يغفر الذنوب جمیعاً مع ان الكفر
غير مغفور. و مختار جمهور اهل السنة من الفقهاء
والمتكلمين عدم اکفار اهل القبلة من المبتداعة المأولة في
غير الضرورية لكون الناویل شبهه كما في خزانة
الجزجانی والمحيط البرهانی واحکام الرازی واصول
البزوری ورواه الكرخی والحاکم الشهید عن الامام ابی
حنیفة والجرجانی عن الحسن بن زیاد وشارح المواقف
والمقاصد والامدی عن الشافعی والاشعری لا مطلقاً.

(کلیات ابی البقاء ص ۲۲۵)

پس ہم اہل قبلہ کی عکفیر نہ کریں گے جب تک ان سے موجبات کفر کا

صدور نہ ہو۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمام عکنہوں کو بخش دیتا ہے۔“ باوجود اس کے کفر غیر مغفور ہے۔ اور مذہب جمہور اہل السنۃ کا فقہاء و مشکلین میں سے بعضی جو تاویلات کرتے ہیں غیر ضروریات دین میں ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کی عکفیر نہ کی جائے، جیسا کہ خزانہ جرجانی اور صحیط برہانی اور احکام رازی اور اصول بزدovi میں ہے اور یہی روایت کیا ہے کہ فتح اور حکم شہید نے امام ابو حنیفہؓ سے اور جرجانی سے حسن بن زیاد سے اور شارح موافق اور المقادیر اور آمدی نے شافعی سے اور اشعری سے۔ اور فتح المغیث شرح القییه الحدیث میں ہے:

اَذْلَانُ كُفَّارٌ اَهْدَى أَهْلَ الْقَبْلَةِ الْأَبَانَكَارُ لَطْعَى مِنَ الشَّرِيعَةِ

(ص - ۱۲۳)

”هم اہل قبلہ میں سے کسی کی عکفیر نہیں کرتے مگر بسب انکار کے کسی قطعی حکم شرع کا۔“

اور امام ربانی مجدد الف ثانیؓ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے: وچوں ایں فرقہ مبتدعہ اہل قبلہ اندر در عکفیر آنہا جرت نیايد نمود تازمانے کہ انکار ضروریات دینیہ عمائد ورد متواترات احکام شرعیہ تک عذر و قبول ماعلم مجیدہ من الدین بالضرورۃ تک عذر۔

(مکتوبات ص ۳۸ ج ۲ ص ۹۸)

اور چونکہ یہ فرقہ مبتدعہ اہل قبلہ ہیں اس لئے ان کی عکفیر میں جرأت نہیں کرنی چاہئے جب تک کہ یہ ضروریات دین کا انکار اور متواترات احکام شرعیہ کا رد نہ کریں اور ضروریات دین کو قبول نہ کریں۔

لَا نَكْفُرُ أَهْدِنَا مِنْ أَهْلِ الْقَبْلَةِ إِلَّا بِمَا فِيهِ نَفِي الصَّانِعُ الْمُخْتَارُ
أَوْ بِمَا لَيْلَهُ شَرْكٌ أَوْ انْكَارُ النَّبُوَّةِ انْكَارٌ مَا عَلِمَ مِنَ الدِّينِ
بِالْحَضْرَوْرَةِ أَوْ انْكَارٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ وَامَّا غَيْرُ ذَلِكَ فَالْقَائِلُ
مُبْتَدِعٌ وَلَيْسَ بِكَافِرٍ.

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بخیر نہیں کریں گے مگر اس سبب سے کہ
اس میں حق تعالیٰ کے وجود کے نفی میں اور یا جس میں شرک ہو یا
انکار نبوت ہو یا ضروریات دین کا انکار ہو یا کسی مجمع طیہ امر کا انکار
ہو۔ اور اس کے سوا پس اس کا قائل مبتدع ہے کافرنہیں۔



جنازہ اور کھیاں ۔ میرے ایک دوست محمد صدر بھٹی کے تایا ایک قادریانی ملی کی صحبت میں بیٹھنے
کی وجہ سے قادریت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔ قادریانی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک
رات وہ مرزا قادریانی کی ایک کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ اسی رات انہیں خواب آیا کہ رات کا گھنائوپ
اندھرا ہے اور وہ ایک سنان جگل میں کھڑے ہیں کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ان کے بالکل قریب سے
ایک جنازہ گزر رہا ہے۔ جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں جنہوں نے چارپائی کے ایک ایک پائے کو
انداز کھا رکھا ہے۔ چاروں آدمیوں نے چروں پر سیاہ نقاب اور ٹھیک ہوئے ہیں۔ میت پر کوئی چادر نہیں۔
لاکھوں کھیاں میت پر بنسنے رہی ہیں۔ میت سے انتہائی غلیظ نہ کھڑک رہا ہے، جس سے ہاتھ پر داشت بو
انڈھ رہی ہے۔ انہوں نے بڑی ہمت سے جنازہ انٹھائے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ جا رہا
ہے؟ اس شخص نے بڑے درشت لبجے میں جواب دیا کہ یہ مرزا قادریانی کا جنازہ ہے۔ صدر بھٹی صاحب
کہتے ہیں کہ صح ائمۃ تیاری زار و قطار روئے گئے۔ سارے گمراہے یکدم اکٹھے ہو گئے۔ تیاری کو
سبھالا اور ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کاپنے کا پنچت سارا خواب سنا دیا۔ پھر تیاری نے سارے الی خانہ کو
خاطب کر کے کہا کہ تم سب گواہ رہتا کہ میں تائب ہو گیا ہوں اور مرزا قادریانی دجال پر کروڑوں لعنیں بھیجا

مسیح موعود کی حقیقت

مولانا مودودیؒ

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں "مسیح موعود" کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے اس لیے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

ای مسئلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مسیح موعود" سے مراد عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں۔ ان کا تو انتقال ہو چکا۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثل مسیح، یعنی حضرت عیسیٰ کے مانند ایک مسیح ہے، اور وہ فلاں شخص ہے، جو آپ کا ہے۔ اُس کا ماننا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ دہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں، جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنا یا جا رہا ہے۔

احادیث در باب نزول عیسیٰ ابن مریمؐ

ا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور اُتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑا لیں گے اور خزریہ کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے۔ (دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیرہ کا لفظ ہے، یعنی جزیرہ ختم کر دیں گے) اور مال کی وہ کثرت ہو گی کہ اس کا قبول

کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور (حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور) ایک سجدہ کر لیتا ڈینا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔ ” (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مسلم، باب بیان نزول عیسیٰ۔ ترمذی ابواب الحفن، باب فی نزول عیسیٰ منداحمد، مرویات ابوہریرہ) ۲۔

ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ان الفاظ میں ہے کہ لاقوم الساعۃ حنیٰ بنزل عیسیٰ ابن مریم ” قیامت قائم نہ ہو گی جب تک نازل نہ ہو لیں عیسیٰ ابن مریم اور اس کے بعد وہی مضمون ہے، جو اپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے (بخاری، کتاب المظالم باب کسر الصلیب۔ ابن ماجہ، کتاب الحفن باب فتنہ اللہ جاں) ۳۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیسے ہو گے تم جب کہ تمہارے درمیان ابن مریم اُتریں گے اور تمہارا مام اُس وقت خود تم میں سے ہو گا۔ ۴۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ، مسلم، بیان نزول عیسیٰ منداحمد مرویات ابی ہریرہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نازل ہوں گے۔ پھر وہ خزری کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور روحاء کے مقام پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے یادوں کو جمع کریں گے۔ راوی کوئی ہے کہ حضورؐ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی۔

(منداحمد، مسلسلہ مرویات ابی ہریرہ۔ مسلم، کتاب الحج باب جواز لتحیف فی الحج و المقران) صلیب کو توڑ ڈالنے اور خزری کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسیٰ کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ) کو صلیب پر

”اعنٰت“ کی موت دی، جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا۔ اور انہیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی، حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا، جو تمام انہیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں نہ میں نے صلیب پر جان دی نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لیے سرے سے کوئی بُنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ تائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لیے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد نہ کیا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمه ہو جائے گا۔

۲. دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت متّوں کے اختلاف ختم ہو کر سب لوگ ایک ملّتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اسی بات پر آگے احادیث نمبر ۵، ۱۵ ادالات کر رہی ہیں۔

۳. یعنی نماز میں حضرت عیسیٰ امامت نہیں کرائیں گئے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہو گا، اسی کے پیچے وہ نماز پڑھیں گے۔

۴. مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام۔

واضح ہے کہ اس زمانے میں جن صاحبِ کوئی ملیح قرار دیا گیا ہے، انہوں نے اپنی زندگی میں نہ حج کیا اور نہ عمرہ۔)

۵. حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے (دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا) اس اشاعت میں کہ مسلمان اس سے ٹڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفين باندھ رہے ہوں گے اور نماز کے لیے بکیر اقامت کی جا چکی ہو گی کہ عیسیٰ اہن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے اور اللہ کا دشمن (یعنی دجال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اُس کے حال ہی پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر

جائے۔ مگر اللہ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اُس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔” (مکملہ کتاب المحن، باب الملائم بحوالہ مسلم)

۶۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لیتا، وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں۔ رنگ مائل برخی و سپیدی ہے، دوزد رنگ کے کچڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر کے پال ایسے ہوں گے کویا اب ان سے پانی پٹکنے والا ہے، حالانکہ وہ بیکے ہوئے نہ ہوں گے، وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو پاش پاش کر دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیرہ ختم کر دیں گے، اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سواتھام ملتوں کو مٹا دے گا اور وہ سچ دجال کو ہلاک کر دیں گے اور زمین میں وہ چالیس سال تھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد، کتاب الملائم، باب خروج الدجال۔ منداحمد، مرویات ابو ہریرہؓ)

۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ..... پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہہ گا کہ آئیے، آپ نماز پڑھائیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہوئے۔ یعنی تھارا امیر تم ہی میں سے ہونا چاہیے۔

۸۔ یہ وہ اُس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اُس انتص کو دی ہے۔ (مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریم۔ منداحمد بسلسلہ مرویات جابر بن عبد اللہ) جابر بن عبد اللہ (قصہ، ابن صیاد کے سلسلہ میں) روایت کرتے ہیں کہ پھر عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ اسے تو عیسیٰ ابن مریم ہی قتل کریں گے اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہل عہد (یعنی ذمتوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کر دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔” (مکملہ، کتاب المحن، باب قصہ ابن صیاد، بحوالہ

شرح اللہ بخوی)

۹۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ (دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اُس وقت پہا کیک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آ جائیں گے۔ پھر نمازِ کھڑی ہو گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے، مگر دکھنی گے کہ نہیں، تمہارے امام علی کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسلمان دجال کے مقابلے پر لٹکنی گئی فرمایا: جب وہ کذاب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو تھلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں گملتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور حالت یہ ہو گی کہ درخت اور پتھر پا رکھنیں گے کہ اے روح اللہ! یہ یہودی میرے پیچے چھپا ہوا ہے۔ دجال کے پیروں میں سے کوئی نہ پیچے گا، جسے وہ (یعنی عیسیٰ) قتل نہ کر دیں۔ (مند احمد، بسلسلہ روایات جابر بن عبد اللہ)

۱۰۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی (قصہ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں: اس اثناء میں کہ دجال یہ کچھ کر رہا ہو گا، اللہ تعالیٰ سلطان ابن مریم کو بیحیج دے گا۔ اور وہ دمشق کے شرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زورگ کے دکڑے پہنچے ہوئے، دفرشتوں کے بازوں پر اپنے ہاتھ رکھ کے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہو گا کہ قطرے لپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موٹی کی طرح قطرے ڈھلتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر نک پیچے گی..... اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی..... وہ زندہ نہ پیچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا جیچا کریں گے اور لذ کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔ (مسلم ذکر الدجال۔ ابو داؤد کتاب الملاحم، باب خروج اللہ جال ترمذی، ابواب الفتن، باب فی قتلة الدجال۔ ابن ماجہ کتاب الفتن، باب قتلة الدجال)

(واضح رہے کہ لد (Lydda) فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تھیں ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔)

- ۱۱۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا چالیس ون یا چالیس میں یا چالیس سال) چر ہے گا۔ پھر اللہ عصیٰ ابن مریم کو بیسے گا۔ ان کا طیبہ عروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہو گا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہو گی۔ (مسلم، ذکر الدجال)
- ۱۲۔ حذیفہ بن اسید الخفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا وہ ہرگز قائم نہ ہو گی جب تک اس سے پہلے وہ نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے وہ وہ نشانیاں یہ بتائیں:۔ (۱) دحوال (۲) دجال (۳) دابة الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۶) یا جو جو و ماجون (۷) تین بڑے خفے، ایک شرق میں (۸) دوسرا مغرب میں (۹) تیسرا جزیرہ العرب میں (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہائی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعہ۔ ابو داؤد کتاب الملائم باب امارات الاعد)
- ۱۳۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا اپنا قول ہے۔
زمین ہنس جانا)
- ۱۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: ”میری آسم کے دلکھرائیے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ ایک وہ لکھر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہو گا۔“ (نسائی، کتاب البجهاد مند احمد، بسلسلہ روایات ثوبان)
- ۱۵۔ مجمع بن جاریۃ الانصاری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہے کہ ابن مریم دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے۔ (مند احمد۔ ترمذی، ایوب المفتون)

ابو امامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ صین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صحیح کی نماز پڑھنے کے لیے آگے بڑھ چکا ہو گا، عیسیٰ این مریم ان پر اتر آئیں گے۔ امام پیچے پٹھے گا تاکہ عیسیٰ آگے بڑھیں، مگر عیسیٰ اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں، تم ہی نماز پڑھائے کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو چنانچہ دہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ۲۰ میل یہودیوں کے ساتھ موجود ہو گا۔ جو نبی کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اسکی طرح ٹھلنے لگے گا، جیسے نک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ لٹکے گا۔ عیسیٰ کہیں گے میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی صرب ہے جس سے توفیق کرنے جائے گا بھروسہ اسے لد کے مشرقی دروازے پر لے جائیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرادے گا..... اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی، جیسے برتن پانی سے بھر جائے، سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی (ابن ماجہ کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

عثمان ابن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنے ہے..... اور عیسیٰ این مریم علیہ السلام مجرم کی نماز کے وقت اتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا امیران سے کہہ گا کہ اے روح اللہ! آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰ اپنا حرబے لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پھٹلے گا، جیسے سیسہ پکھا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حرబے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی کھست کھا کر بھاگیں گے، مگر کہیں انہیں چھپنے کو جگہ نہ ملے گی، حتیٰ کہ درخت پکاریں گے اے مومن! یہ کافر یہاں موجود ہے اور پتھر پکاریں گے کہ اے مومن! یہ کافر یہاں موجود ہے۔ (مسند احمد طبرانی۔ حاکم)

سرہ بن چندب (ایک طویل حدیث میں) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: پھر صحیح

کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ بن مریم آجائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکروں کو تکست دے گا۔ یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جزیں پکارائیں گی کہ اسے مومن یہ کافر میرے یقینے چھپا ہوا ہے۔ آدرا سے قتل کر (مند احمد۔ حام)

۱۸۔ عمران بن حسین سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا، جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہو گا، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ (مند احمد)

۱۹۔ حضرت عائشہؓ (دجال کے قسمے میں) روایت کرتی ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔ (مند احمد)

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سفینہ (دجال کے قسمے میں) روایت کرتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افسوس کی گھاٹی کے قرب ہلاک کر دے گا۔

۲۱۔ حضرت حذیفہ بن یمان (دجال کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: ”پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اتریں گے۔ اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمن خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔۔۔۔۔ اور اللہ دجال کے ساتھیوں پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا اور مسلمان انہیں خوب ماریں گے، یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکارائیں گے۔ اے عبد اللہ! اے عبد الرحمن! اے مسلمان! یہ رہا ایک یہودی مارا سے۔ اس طرح اللہ ان کو فتا کر دے گا اور مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کرویں گے۔ (متدرک حاکم۔ مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ ص ۲۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۳ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کے مجرم ترین کتابوں میں دار و ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسری بہت سی احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے، لیکن طول کلام سے پچھے کے لئے ہنسنے ان سب کو نظر نہیں کیا ہے، بلکہ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں جو سنند کے لحاظ سے قوی تر ہیں۔

ان احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص بھی ان احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی "صحیح موعود" یا "میثل صحیح" یا "بروز صحیح" کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے، نہ ان میں اس امر کی کوئی مخالفت ہے کہ کوئی شخص اس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کروے میں کہ وہ صحیح ہوں جس کے آنے کی سیدنا محمد ﷺ نے پیشیں کوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں ان عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں، جواب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام پر یہ بحث چھینڑتا بالکل لا حاصل ہے کہ وہ وفات پاچھے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پاچھے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اخراجانے پر قادر ہے۔ جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں انہیں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ ملاحظہ فرمائی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو ۱۰۰ برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا۔ **فَأَمَّا قَاتَةُ اللَّهِ مَاةً عَامًا ثُمَّ بَعْثَتْ**

وگرنہ یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔ بہر حال اگر کوئی شخص حدیث کو نہ مانتا ہو تو وہ سرے سے کسی آنے والے کی آمد کا قائل ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ احادیث کے سوا کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب مذاق ہے کہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ تو لے لیا جائے۔ احادیث سے اور پھر انہی احادیث کی اس تصریح کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آنے والے عیسیٰ ابن مریم ہوں گے نہ کوئی مثل صحیح

دوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؐ کا یہ دوبارہ نزول نبی ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہو گا۔ نہ ان پر وحی نازل ہو گئی نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے نہ وہ شریعت محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے نہ ان کو تجدید دین کے لئے دنیا میں لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے مانے والوں کی ایک الگ امت ہائیں گے۔ وہ صرف ایک کار خاص کے لئے بیسمی جائیں گے اور وہ یہ ہو گا کہ دجال کے فتنے کا استعمال کر دیں۔ اس غرض کے لئے وہ ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہو گا، انہیں اس امر میں کوئی لٹک نہ رہے گا کہ یہ عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق تمیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ جو بھی مسلمانوں کا امام اس وقت ہو گا، اسی کے پیچے نماز پڑھیں گے۔ اور جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہو گا اسی کو آگے رکھیں گے تاکہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی محنا و اش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق تینگیرانہ حیثیت کی طرح اب پھر تینگیری کے فرائض انجام دینے کے لئے وامیں آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا تینگیر موجود ہو تو وہ اس کا کوئی امام دوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر۔ لہ جب وہ مسلمانوں کی جماعت میں آکر محض ایک فرد کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس امر کا اعلان ہو گا کہ وہ تینگیر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے ہیں اور اس ناپر ان کی آمد سے ہر بیوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہو گا۔

اور یہی بات علامہ آلوی تفسیر روح العالی میں کہتے ہیں۔

پھر، عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق بیوت پر باقی ہوں گے بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی بھولی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسون ہو جگی ہے اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلف ہوں گے۔ لہذا ان پر نہ اب وحی آوے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہو گا، بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ کی امت میں امت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔ (جلد ۲۲۔ ص ۳۲)

امام رازی اس بات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔
انہیاء کا دور حمد ﷺ کی بعثت تک تھا جب آپ نبیوں گئے تو انہیاء کی آمد کا زمانہ
ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بیدار قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد حمد ﷺ
کے نال ہوں گے۔ (تفسیر کبیر، ج ۳ ص ۳۳۳)

ان کا آنا بلاشبہ اسی نویسیت کا ہو گا جیسا ایک صدر ریاست کے دور میں کوئی سابق
صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماقومی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے ایک معمولی بمحض
بوجھ کا آدی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض
آجائے سے آئین نہیں ٹوٹا۔ البتہ دو صورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے ایک
یہ کہ سابق صدر آکر پھر سے فرائض صدرات سنjalنے کی کوشش کرے دوسرے یہ کہ کوئی شخص
اُسکی سابق صدارت کا بھی اکار کر دے کیونکہ یہ ان تمام کاموں کے لیے جواز کو جعل کرنے کا
ہم متھی ہو گا جو اس کے دور صدارت میں انجام پائے تھے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی
صورت بھی نہ ہو تو بجائے خود سابق صدر کی آمد آئین پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتی بھی
معاملہ حضرت عیسیٰ کی آمد ہانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آجائے سے ختم بیوت نہیں ٹوٹتی۔

البتہ اگر وہ آکر پھر بیوت کا منصب سنjal لیں اور فرائض بیوت انجام دینے شروع کر دیں یا
کوئی شخص ان کی سابق بیوت کا بھی اکار کر دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئین بیوت کی
خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پوری وضاحت کے ساتھ دونوں صورتوں کا سد
ہاب کر دیا ہے ایک طرف وہ تصریح کرتی ہیں کہ کریم ﷺ کے بعد کوئی بیوت نہیں ہے اور
دوسری طرف وہ خبر دیتی ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم دوبارہ نازل ہوں گے اس سے صاف ظاہر ہو
جاتا ہے کہ ان کی یہ آمد ہانی منصب بیوت کے فرائض انجام دینے کے لیے نہ ہو گی اسی طرح
ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہو گا ان کی سابقہ بیوت
پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے حمد ﷺ خود ان کی اس بیوت پر ایمان
رکھتے تھے اور آپ کی ساری امت ابتداء سے ان کی مومن ہے بھی حیثیت اس وقت بھی
ہو گی مسلمان کسی تازہ بیوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی سابقہ
بیوت پر ایمان رکھیں گے جس طرح آج رکھتے ہیں یہ چیز نہ آج ختم بیوت کے خلاف ہے

نہ اس وقت ہو گی۔

آخری بات جوان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ دجال، جس کے فتنہ عظیم کا استعمال کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا، یہودیوں میں سے ہو گا اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا اس معاملے کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا، جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصورات سے واقف نہ ہو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دفات کے بعد جب نبی اسرائیل پے درپے حزن کی حالت میں جلا ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار ہاصل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام ہنا کر زمین میں تجزہ کر دیا، تو انہیاء نبی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک "مسیح" آنے والا ہے، جوان کو اس ذلت سے نجات دلانے گا ان پیشینگوں کی بنا پر یہودی ایک مسیح کی آمد کے موقع تھے جو ہادشاہ ہو، لڑکر ملک فتح کرنے نبی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے۔ لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لٹکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تعلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود (Promised Messiah) کے مختصر ہیں جس کے آنے کی خوشخبری ان کو دی گئی تھیں ان کا لڑپیر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے تلمود اور ربیوں کے ادبیات میں اس کا جو نقش کھینچا گیا ہے اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی تھی رہے ہیں اور یہ امید لیے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی دیسی لیڈر ہو گا جو دریائے نہل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں) انہیں دامن دلانے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کر دے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرق و سطحی کے حالات پر ایک ناہ ڈالے اور نبی ﷺ کی پیشینگوں کے میں مظہر میں ان کو دیکھے تو فوراً یہ محسوں کرے گا کہ اس دجال اکبر کے ظہور کے لیے اٹھ ہا لکل تیار ہو چکا ہے، جو حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا مسیح

موعود بن کراثے گا فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کیے جا پچے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کمپنی کمپنی کر چلے آ رہے ہیں امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس و ان اور ماہرین خون اس کو روز افزون ترقی دیتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرہ عظیم بن گئی ہے اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنا کو کچھ چھپا کر نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی "میراث کا ملک" حاصل کرنا چاہتے ہیں مُستقبل کی یہودی سلطنت کا جو نقشہ وہ ایک دن سے کھلکھلا شائع کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورا شام پورا لبنان پورا اردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ٹرکی سے اسکندریون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبیوںگ سے فائدہ اٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور تمیک اس موقع پر وہ دجال اکبران کا صحیح موعود بن کراثے گا جس کے غبوري کی خبر دینے ہی پر نبی ﷺ نے اکتفا نہیں فرمایا ہے، بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ نوٹیس گے کہ ایک دن ایک سال کے ہمارے محسوس ہو گا اسی ہتھ پر آپ فتنہ سے دجال سے خود بھی خدا کی پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس صحیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مغلی سمجھ کو نہیں، بلکہ اس اصلی صحیح کو نازل فرمائے گا جسے دہزاد برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر مٹکانے لگا پچے ہیں اس حقیقی صحیح کے نزول کی وجہ ہندوستان یا افریقہ امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہو گی، اسرائیل کی مرحد سے دمشق بمشکل ۵۰۔۲۰ میل کے فاصلے پر ہے پہلے جو احادیث ہم لفظ کر آئے ہیں ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی رحمت نہ ہو گی کہ صحیح دجال ۲۰ میلے ہزار یہودیوں کا لٹکر لے کر شام میں گئے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچ گا تھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید بیمار کے قریب حضرت صحیح امین مریم محمد نازل ہوں گے اور نمازِ جمعر کے بعد مسلمانوں کو اس کے

مقابلے پر لے کر تھیں مگر ان کے جملے سے دجال پہاڑوں کی گھانٹی سے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱) اسرائیل کی طرف پڑئے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لد کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ (حدیث نمبر ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۷) اس کے بعد یہودی ہجن جن کرتل کیے جائیں گے اور یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (حدیث نمبر ۹، ۱۵، ۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے ائمہار حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ (حدیث نمبر ۱، ۲۴۲) اور تمام ملتیں ایک ہی ملت مسلمہ میں ختم ہو جائیں گی (حدیث نمبر ۱۵، ۶)

یہ ہے وہ حقیقت جو کسی ائمہاہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے اس کے بعد اس امر میں کیا لٹک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ ”صحیح مسند“ کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلا یا گیا ہے وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر پکجھ نہیں ہے۔
اس جعل سازی کا سب سے زیادہ معلمکہ انگلیز پہلو یہ ہے کہ جو صاحب اپنے آپ کو ان ہیشین گوئیوں کا مصدق قرار دیتے ہیں انہوں نے خود عیسیٰؑ ابن مریم بنے کے لیے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے:

”اس نے (یعنی اللہ نے) بر این احمدیہ کے تیرے حصے میں میرا نام مریم رکھا
پھر جیسا کہ بر این احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پروردش
پائی..... پھر..... مریم کی طرح عیسیٰؑ کی روح مجھ میں لفظ کی گئی اور استخارے کے رنگ میں
مجھے حاملہ شہر یا گیا اور آخر کمی میں کے بعد جو دوں میں سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو
سب سے آخر بر این احمدیہ کے حصہ چارام میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰؑ بنایا گیا اس اس
طور سے میں ابن مریم شہرا۔“ (کشتی نوح ص ۷۸-۸۸-۸۹)

یعنی پہلے مریم بنے، پھر خود ہی حاملہ ہوئے، پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰؑ ابن مریم
بن کر تولد ہو گئے! اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰؑ ابن مریم کا نزول تو احادیث کی رو
سے دشمن میں ہونا تھا، جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور و معروف مقام ہے اور آج
بھی دنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے۔ یہ مشکل ایک دوسری پر لفظ تاویل سے یوں
رفع کی گئی۔

” واضح ہو کہ دشمن کے لفظ کی تعمیر میں میرے پرمنجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصہ کا نام دشمن رکھا گیا ہے، جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو زینی دی المطیع اور زینی پلید کی عادات اور خیالات کے میعاد ہیں یہ قصہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر زینی دی المطیع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں، دشمن سے ایک مشاہدہ اور مناسبت رکھتا ہے۔“

(حاشیہ ازالہ ادیم ص ۲۳ تا ۲۴)

پھر ایک اور ابھن یہ ہاتی رہ گئی کہ احادیث کی رو سے ابن مریم کو ایک سفید منارہ کے پاس اترنا تھا چنانچہ اس کا حل یہ لکھا گیا کہ سچے صاحب نے آ کر اپنا منارہ خود بنوالا اب اسے کون دیکھتا ہے کہ احادیث کی رو سے منارہ دہاں ابن مریم کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا اور یہاں وہ سچے موجود صاحب کی تعریف آوری کے بعد تعمیر کیا گیا۔

آخری اور زیر دست ابھن یہ تھی کہ احادیث کی رو سے تو میتی ابن مریم کو لد کے دروازے پر دجال کو قتل کرنا تھا اس مشکل کو رفع کرنے کی تکمیل میں پہلے طرح طرح کی تاویلیں کی گئیں کبھی تسلیم کیا گیا کہ لد بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے (ازالہ ادیم شائع کردہ ابھن احمد یہ لا ہو، مختلط خورد صفحہ ۲۲۰) پھر کہا گیا کہ لد ”ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بے جا بھڑا کرنے والے ہوں جب دجال کے بے جا بھڑے کمال تک پہنچ جائیں گے تب سچے موجود ظہور کرے گا اور اس کے تمام بھڑوں کا خاتمه کر دے گا۔“ (ازالہ ادیم صفحہ ۲۳۰) لیکن جب اس سے بھی بات نہیں تو صاف کہہ دیا گیا کہ لد سے مراد لدھیان ہے اور اس کے دروازے پر دجال کے قتل سے مراد یہ ہے کہ اشرار کی خلافت کے ہا وجود وہیں سب سے پہلے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ (الہدی ص ۹۱)

ان تاویلات کو جو شخص بھی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے بہر دپ (False Inpersonation) کا صریح ارتکاب ہے جو عملی الاعلان کیا گیا ہے۔

آخری نبی ﷺ کی تمام سنتیں محفوظ ہیں

سید سلیمان ندوی

حافظ ابن قیم نے ”زاد العاد“ میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کے حالات کا استقصاء کیا ہے چنانچہ صرف ذاتی حالات کی فہرست سننے: آپ ﷺ کا طریقہ رسال و رسائل، آپ ﷺ کے کھانے پینے کا طریقہ، آپ ﷺ کے نکاح اور ازدواجی تعلقات کا طریقہ، خواب و بیداری کا طریقہ، سواری کا طریقہ، لوٹی اور غلام کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمانے کا طریقہ، آپ ﷺ کے معاملات اور خرید و فروخت کا طریقہ، حوانگ ضروری کے آداب، اصلاح اور خط بنانے کا طریقہ، موچھوں کے رکھنے اور ترشوآنے میں آپ ﷺ کا طریقہ، آپ ﷺ کا طرز کلام، آپ ﷺ کی خاموشی، آپ ﷺ کا خندہ فرمانا، آپ ﷺ کا رونا، آپ ﷺ کا طریق خطابت، طریقہ دسویں موزوں پرمسح کرنے کا طریقہ، طریقہ تمیم، آپ ﷺ کی نماز ادا کرنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ، آپ ﷺ کے نماز میں بیٹھنے اور شہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ، آپ ﷺ کا نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ، نماز میں آپ ﷺ کا دعا فرمانا، آپ ﷺ کا سجدہ سہو کرنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا نماز میں سترہ کھڑا کرنے کا طریقہ، سفر و حضر، مسجد اور گھر میں آپ ﷺ کا سشن و نوافل پڑھنے کا طریقہ، تہجد یا نجر کی مت کے بعد آپ ﷺ کی استراحت کا طریقہ، آپ ﷺ کے تہجد پڑھنے کا طریقہ، رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا وتر کے بعد بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا سجدہ شکر بجالانے کا طریقہ، آپ ﷺ کا سجدہ قرآن ادا کرنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا جمعہ کے معمولات آپ ﷺ کا جمعہ کے دن کی

عبادت کا طریقہ آپ ﷺ کا خطبہ دینے کا طریقہ صلوٰۃ عیدین میں آپ ﷺ کا طریقہ سورج گہن کے وقت آپ ﷺ کا نماز پڑھنے کا طریقہ استقاء میں آپ ﷺ کا طریقہ آپ ﷺ کا سفر کا طریقہ آپ ﷺ کا قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ بیاروں کی عیادت میں آپ ﷺ کا طریقہ جنازوں کے متعلق آپ ﷺ کا طریقہ جنازوں کے ساتھ آپ کے تیز قدم اٹھانے کا طریقہ آپ ﷺ کا میت پر کپڑا ذلانے کا طریقہ کسی میت کے آنے پر اس کے متعلق آپ ﷺ کے سوال کرنے کا طریقہ جنازہ کی نماز میں آپ ﷺ کا طریقہ جھوٹے بھول پر نماز جنازہ پڑھنے میں آپ ﷺ کا معمول خودکشی کرنے والے اور جہاد کے مال غیمت میں خیانت کرنے والے پر آپ ﷺ کا نماز نہ پڑھنا جنازہ کے آگے آپ ﷺ کے پلنے وغیرہ کا طریقہ جنازہ غائب پر آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کا طریقہ جنازہ کے لئے آپ ﷺ کے کھرے ہونے کا طریقہ تعریت اور زیارت قبور میں آپ ﷺ کا طریقہ صلوٰۃ خوف میں آپ ﷺ کا طریقہ زکوٰۃ اور صدقات میں آپ ﷺ کا طریقہ روزہ میں آپ ﷺ کا طریقہ آپ ﷺ کا رمضان میں زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی روزہ و اظہار کے متعلق آپ ﷺ کا طریقہ چاند دیکھنے کی گواہی قبول کرنے میں آپ ﷺ کا طریقہ سفر میں روزہ کے اظہار کے متعلق آپ ﷺ کا طریقہ عرفہ کے دن عرفہ کی وجہ سے اظہار فرمانے اور جمعہ، شنبہ، یک شنبہ میں آپ ﷺ کے روزہ رکھنے کا طریقہ آپ ﷺ کا پے در پے روزہ رکھنے کا طریقہ آپ ﷺ کے نفل روزہ رکھنے اور اس کے ثوٹ جانے پر ادا کرنے کا طریقہ آپ ﷺ کا نفل روزہ رکھنے اور اس کے ثوٹ جانے پر ادا کرنے کو واجب نہ سمجھنے کا طریقہ ہر روز جمعہ کو روزہ کے لئے مخصوص کر لینے پر آپ ﷺ کا کراہت فرماناً آپ ﷺ کے اعکاف کا طریقہ حج و عمرہ میں آپ ﷺ کے حج کی کیفیت آپ ﷺ کا ایک سال میں دو عمرہ ادا کرنے کا طریقہ آپ ﷺ کے حج کی کیفیت آپ ﷺ کا حج میں اپنے دست مبارک سے قربانی فرمانے کا طریقہ آپ کا حج میں سرمنڈا نے کا طریقہ ایام حج میں آپ ﷺ کے خطبوں کا طریقہ عید الاضحی میں آپ ﷺ کے قربانی کرنے کا طریقہ عقیقہ میں آپ ﷺ کا طریقہ نومولود بچہ کے کان میں

آپ ﷺ کے اذان دینے اور اس کا نام رکھنے اور اس کے ختنہ کرنے میں آپ ﷺ
 کے عادت، ناموں اور کہنوں کے رکھنے میں آپ ﷺ کا طریقہ بولنے میں احتیاط اور الفاظ
 کے اختیاب میں آپ ﷺ کا طریقہ، اذکار و وظائف میں آپ ﷺ کا طریقہ، گھر میں
 داخلہ کے وقت آپ ﷺ کا طریقہ بیت الحلاہ جانے اور وہاں سے واپس آنے کا طریقہ
 آپ ﷺ کے کپڑا پہننے کا طریقہ، فسوکی دعا کے متعلق آپ ﷺ کے طریقہ اذان کے
 وقت الفاظ اذان کے وہرانے کے متعلق آپ ﷺ کا طریقہ، رویت ہلال کے وقت آپ
 ﷺ کا دعا فرمانے کا طریقہ، کھلانے سے پہلے اور اس کے بعد آپ ﷺ کا دعاؤں کے
 پڑھنے کا طریقہ، آداب طعام میں آپ ﷺ کا طریقہ، آداب سلام میں آپ ﷺ کا
 طریقہ، آداب سفر میں آپ ﷺ کا طریقہ، تیدیوں کے متعلق آپ ﷺ کا معقول، تیدی
 جاسوس اور غلام کے متعلق آپ ﷺ کا معقول، صلح کرنے، امان دینے، جزیہ مقرر کرنے
 اور اہل کتاب و منافقین کے ساتھ معاقابلات کرنے میں آپ ﷺ کا طریقہ، کفار و منافقین
 کے ساتھ علی الترتیب آپ ﷺ کے برداڑ کرنے کا طریقہ، آپ ﷺ کا امراض قلب
 اور امراض بدن کے علاج کرنے کا طریقہ۔

میں نے آپ کے سامنے جزوی باتوں کی اجمالی فہرست پیش کی ہے اس
 سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ بڑی
 بڑی اہم باتوں کی کیا کچھ تفصیل موجود نہ ہو گی۔ غرض ایک انسان کی زندگی کے جس قدر
 پہلو ہو سکتے ہیں وہ سب محفوظ اور مذکور ہیں۔



مرزا کی قبر جناب سراج الدین صاحب کنتے ہیں کہ میں مرزا تھا۔ ایک رات
 خواب میں دیکھا کہ میں قابض میں مرزا قابضی کی قبر رکھ رہا ہوں۔ اچاہک مجھے اس کی قبر پر ایک
 جختی نظر آئی جس پر لکھا تھا فی نلو جهنم خالدین لہلہ۔ بس یہ تحریر پڑھ کر کانپ اٹھا۔ اس کے
 ساتھ ہی مرزا کی قبر پر چند اور گدھ کی ٹھیک میں جانور نظر آئے۔ میں بیدار ہوا اور سجدہ میں گر
 گیا کہ قدرت حق نے میری وحی بری فرمائی اور مسلمان ہو گیا۔

اسلام و ایمان اور مسلم و مومن میں فرق

مفتی محمد شفیع

چونکہ اسلام و کفر کی تعریف میں چند اصطلاحی الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے ان الفاظ کی تعریفات پہلے لکھی جاتی ہیں۔

تعریفات

ایمان:

رسول اللہ ﷺ کی قلبی تصدیق ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیکی طور پر ہو چکا ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ اطاعت کا اقرار بھی ہو۔

اسلام:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار بشرطیکہ اس کے ساتھ ایمان یعنی تصدیقی موجود ہو۔

مومن:

وہ شخص جو رسول ﷺ کی دل سے تصدیق کرے ہر اس امر میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیکی طور پر ہو چکا ہو بشرطیکہ زبان سے بھی اس تصدیق کی اور اطاعت کا اقرار کرے۔

مسلمان:

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کرے بشرطیکہ دل میں بھی ان کی تصدیق رکھتا ہو۔

کافر:

وہ شخص جو ان میں سے کسی ایک چیز کا دل سے الکار یا زبان سے بخندیب کر دے۔

اسلام و ایمان اور مسلم و مومن میں فرق:

لغہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام اطاعت و فرمانبرداری کا ایمان کا محل قلب ہے اور اسلام کا محل قلب اعضا و جوارح ہیں لیکن شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بخش دل میں تصدیق کو لینا شرعاً اس وقت تک معتبر نہیں جب تک زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار نہ کرے اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار اس وقت تک معتبر نہیں جب تک اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق نہ ہو۔

الغرض لغوی مفہوم کے اعتبار سے ایمان و اسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث میں اسی لغوی مفہوم کی بناء پر ایمان و اسلام کے اختلاف کا ذکر بھی ہے لیکن خود قرآن و حدیث کی ہی تصریحات کے مطابق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً کوئی ایمان بدون اسلام کے یا اسلام بدون ایمان کے معتبر نہیں۔ اسی مضمون کو بعض اہل تحقیق نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ایمان و اسلام کی مسافت تو ایک ہے فرق مبدأ اور منتهی میں ہے ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر پر منتهی ہوتا ہے اور اسلام ظاہر سے شروع ہو کر قلب پر منتهی ہوتا ہے اگر قلبی تصدیق ظاہری اقرار وغیرہ تک نہ پہنچ تو وہ تصدیق ایمان معتبر نہیں اسی طرح ظاہری اقرار و اطاعت اگر تصدیق قلبی تک نہ پہنچ وہ اسلام معتبر نہیں۔

(اقاذه الاستاذ العلامہ مولانا ابو رضا شاہ قدس سرہ)

اب جب ایمان و اسلام کا لغوی اور شرعی مفہوم متعین ہو گیا تو مومن و مسلم کا

مفہوم بھی ظاہر ہو گیا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد حنفی رحمۃ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس میں امام غزالیؒ اور امام تکی کی بھی تحقیق لکھی ہے جو اور پر گزر چکی امام تکی کے چند جملے یہ ہیں۔

الاسلام موضوع للاتفاق الظاهر مشروطاً فيه الايمان و
الايمان موضوع للتصديق الباطن مشروطاً فيه القول عند
الامكان. (فتح الہبیم جلد اول ص ۱۵)

”اسلام“ موضوع ہے ظاہری اطاعت و فرمانبرداری کے لئے مگر اس میں ایمان شرط ہے اور ایمان موضوع ہے ہاتھی تصدیق کے لئے مگر اس میں زبان سے کہنا بھی شرط ہے بوقت امکان۔

اور شیخ کمال الدین ہمام شارح ہدایہ نے اپنی عقائد کی مستند و مشہور کتاب اور اس کی شرح سامرہ میں امت محمدیہ کا اتفاق اس پر لفظ فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:
وقد انفق اهل الحق وهم فربیقا الاشاعرة والحنفیه على
تلازم الايمان والاسلام بمعنى الله لا ايمان يعتبر بلا اسلام
وعكسه اي لا اسلام يعتبر بدون ايمان فلا ينفك احدهما
عن الخرد (ص ۱۸۶ جلد ثالث طبع مصر)

”اور اہل حق نے اتفاق کیا ہے اور وہ دونوں گروہ اشاعرہ اور حنفیہ ہیں، کہ ایمان اور اسلام پاہم مطلازم ہیں۔ یعنی ایمان بلا اسلام کے معتبر نہیں اور نہ اس کا عکس، یعنی نہ اسلام بلا ایمان کے معتبر۔ پس ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔“

بہوت قطعی:

جو چیز آنحضرت ﷺ سے بذریعہ تواتر ہم تک پہنچی ہے اس کا ثبوت قطعی ہے۔ جیسے قرآن، نمازوں کی تعداد، تعداد رکعات اور رکوع و سجود وغیرہ کی کیفیات اذان، زکواۃ، کی تفصیلات، حج اور اس کی بہت سی تفصیلات آنحضرت ﷺ پر فتح نبوت وغیرہ۔

تو اتر کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے لے کر ہم تک ہر قرن ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف خلدوں میں اس کے آنحضرت ﷺ سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا غلطی یا کذب پر متفق ہو جانا عقلًا محال سمجھا جاتا ہو۔

ثبت بدھی:

جس کو عرف فقهاء اور شکلمن میں ضروری یا بالضرورت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ تو اتر کے ساتھ اس کی شہرت تمام خاص و عام مسلمانوں میں اس درجہ ہو جائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوئے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا فرض ہوتا، اذان کا سنت ہوتا اور نبوت کا آنحضرت ﷺ پر فتح ہو جانا وغیرہ۔

ضروریاست دین:

جو چیزیں آنحضرت ﷺ سے بذریعہ تو اتر اس درجہ شہرت و بدایت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص و عام اس سے باخبر ہو ان کو فقهاء اور شکلمن کی اصطلاح میں ضروریاست دین کہا جاتا ہے۔

سمیعہ سہ:

ایمان بہت سی مجموعی چیزوں کی قدیق و تسلیم کا نام ہے جن کا ذکر اوپر تعریف میں آچکا ہے لیکن کفر میں ان سب چیزوں کا انکار یا بکذب ضروری نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کی بکذب و انکار بھی کفر ہے خواہ باقی سب چیزوں کو صدق دل سے قبول کرتا ہوا سی لئے ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت ہے اور کفر کی بہت سی اقسام ہو گئی ہیں جن میں سے دو بنیادی قسمیں تو قرآن کی مذکورہ آیات سورہ بقرہ میں بیان کر دی گئیں۔ ایک کفر ظاہر اور دوسرے کفر نفاق باقی اقسام کی تفصیل و تشریع اب بیان کی جاتی ہے۔



آخری نبی آخری کتاب

مولانا عبدالرحیم

قرآن مجید کی مختصر اہم خصوصیات:

حضرت آدم سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے حقیقت میں سب دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ ایک حقیقت تھی جو مسلسل دہرا کی جاتی رہی تھی۔ قرآن حکیم قیامت تک نوع انسانی کی پداشت کا ذریعہ بنتا رہے گا۔ کیا خوب کہا ہے شاعر نے

خلت کی وادیوں میں سحر آپ کے پاس تھی
سب بے خبر تھے اور خبر آپ کے پاس تھی

۱۔ محفوظ کلام۔ رسول اللہ ﷺ کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر اس دنیا میں مسجود فرمایا
اور جو کتاب عطا فرمائی اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

۲۔ عیسائیوں کا حفاظت قرآن کو پڑھنا:

علامہ حمید اللہ ایک معروف اسکالر نے ”خطبات بہاولپور“ میں فرمایا ہے کہ ۱۹۳۳ء میں تمام عیسائیوں نے یہ سکیم ہٹائی کہ جس طرح ہماری مذہبی کتابیں اپنی اصل حالت میں نہیں رہیں۔ ہم ساری دنیا سے قرآن پاک کے پرانے نسخے جمع کر کے ان کا آپس میں مقابلہ کریں تو ضروری ان کے درمیان فرق کل آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے جنمی میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے قرآن عظیم کے پیالیں ہزار نسخے جمع کئے اور جب ان کا تقابل کیا تو ایک نقطے کا فرق بھی نہ لکھا یہ ہے حفاظت خداوندی، اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا پورا کر کے دکھلا دیا۔

۲۔ قرآن پاک زندہ زبان:

قرآن حکیم زندہ زبان رکھتا ہے۔ جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں مردہ ہو چکی ہیں۔ قرآن کریم نے اہل عرب کو چیلنج کیا جن کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا کہ اس آفتاب ہدایت کی سب سے چھوٹی سورت جیسی کوئی سورت بنالاو لیکن اس چیلنج کے آگے اہل عرب سر نہ اٹھا سکے۔ انہیں خاموش ہونا پڑا، جس تر و تازگی کے ساتھ نازل ہوا تھا وہی تازگی وہی مہک، وہی خوشبو آج بھی اسی طرح محسوس ہو رہی ہے۔ اس گلشن کا موسم سدا بہار ہے خزاں اس کے قریب بھی نہیں پھلتی۔

۳۔ کامل نظام زندگی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو اس میں ان تمام امور کا حل موجود ہونا چاہیے جو کہ انسان کو درپیش ہیں کیا ایسا ہے یقیناً ہے اگر انہیں کو سورج نظر نہ آئے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے جو کہ بینائی کی نعمت سے محروم ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں قرآن پاک سے دریافت کرتا ہوں کہ ہتلا میرے اونٹ کی رسی کہاں ہے؟ قرآن پاک کی رہنمائی فقیر کی جھونپڑی سے لے کر ایوان حکومت تک زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ صحابہؓ کا تعلق قرآن حکیم سے بہت گہرا تھا وہ ہر قسم کی راہنمائی قرآن سے حال کرتے تھے۔ سبحان اللہ کیا خوب کہا ہے۔ شاعرنے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

۴۔ حق و باطل کی پیچان:

قرآن حکیم نے اپنے آپ کو الفرقان بھی کہا ہے جس کے معنی حق و باطل میں پیچان و امتیاز کرنے کے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ انه لقول فصل (سورۃ الطارق آیت نمبر ۱۳) ترجمہ بے شک یہ (قرآن) ایک قول فیصل ہے یعنی وہ بات کو نکھار دینے والا کلام ہے قرآن حق و باطل کے مابین حد فاصل قائم کر دیتا ہے نیکی و بدی کے درمیان کسی سمجھوتے کا

قالَ نَبِيُّنَا اُور اپنے شہوت اعجاز کے اعتبار سے قولِ فیصل ہے مفسر مرشد تھانویؒ نے کہا ہے کہ جس طرح بارش آسمان سے برستی ہے اور عمدہ زمین کو فیض یاب کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم بھی آسمان ہی سے اترتا ہے اور جس سینہ میں قبول کی قابلیت ہو گئی اسے مالا مال کر دے گا۔

۵۔ قرآن خوانی کی عظمت:

حضرت ابو ہریریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن یکھو اور اس کو پڑھو کیونکہ جو شخص قرآن سیکھتا ہے پھر اس کو پڑھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اس کا حال اس تھیلی کی مانند ہو جاتا ہے جس میں ملکہ بھرا ہوا تھا کہ اس کی خوشبو مکان کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہے، اور اس کا حال جس نے قرآن سیکھا اور وہ اس کے دل میں ہی رہا یعنی نہ تو اسے پڑھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا ملکہ کی اس تھیلی کی مانند ہے جس کے دل میں کو باندھ کر اس کے منہ پر مہر لگا دی گئی ہو، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے بڑی دردمندی کے لمحے میں فرمایا تھا۔

”دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب قرآن ہے کہ مسلمان اسے
بے سمجھے پڑھتے ہیں۔ بلکہ قرآن کو اس انداز سے پڑھا اور اس پر عمل
کیا جائے کہ بزبان شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کر مسون
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

عظمت قرآن پر چند اقتباسات:

- ۱۔ تمام کتابوں میں سب سے افضل تین کتاب قرآن مجید ہے۔
- ۲۔ قرآن مجید جس رسول پر نازل کیا گیا وہ رسول حضرت محمد تمام رسولوں میں سب سے افضل تین ہیں۔
- ۳۔ قرآن حکیم جس امت کے لئے نازل کیا گیا وہ امت محمدیہ تمام امتوں میں سب

- سے افضل ترین امت ہے۔
- ۴۔ قرآن مجید جس مہینے میں نازل کیا گیا وہ مہینہ رمضان المبارک تمام مہینوں میں سب سے افضل ترین مہینہ ہے۔
- ۵۔ قرآن مجید جس رات میں نازل کیا گیا وہ رات شب قدر تاریخ اتوں سے افضل ترین رات ہے۔
- ۶۔ قرآن حکیم جس فرشتے کے ذریعے نازل ہوا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں میں سب سے افضل ترین فرشتہ ہیں۔
- ۷۔ قرآن حکیم جن شہروں میں نازل ہوا وہ شہر کہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تمام شہروں میں سب سے افضل ترین شہر ہیں۔
- ۸۔ قرآن حکیم میں چار مسجدوں ”مسجد حرام“، ”مسجد اقصیٰ“، ”مسجد ضرار“ اور ”مسجد قباء“ کا ذکر آیا ہے۔
- ۹۔ قرآن حکیم میں حضرت مریم علیہما السلام وہ واحد خاتون ہیں جن کے نام پر سورۃ ہے۔
- ۱۰۔ خلیفہ سوم، داماد رسول شہید مظلوم سیدنا عثمان غنی ”ذوالنورین“ وہ خوش نصیب انسان ہیں جنہیں قرآن مجید کا سب سے پہلا حافظ قرآن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔
- ۱۱۔ دنیا کی تقریباً ایک سو پانچ زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ بر صغیر میں قرآن مجید کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے شاہ ولی اللہ نے اور اردو ترجمہ سب سے پہلے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ”نے کیا۔
- ۱۲۔ قرآن مجید میں سب سے بڑی سورت ”البقرۃ“ اور سب سے چھوٹی سورت ”الکوثر“ ہے۔

- قرآن مجید کی سورہ توبہ واحد سورت ہے جس کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحيم
نہیں ہے۔ ۱۳۔
- قرآن مجید کی سورہ اخلاص میں صرف ایک زیر اور سورہ "کوثر" میں صرف ایک
پیش استعمال ہوا ہے۔ ۱۴۔
- قرآن مجید کا دل "سورہ طہیین" کو اور "عروض القرآن" سورۃ الرحمن کو کہا جاتا
ہے۔ ۱۵۔
- قرآن مجید کی پہلی وحی "اقراء، بسم ربک الذی خلق الْخَلْقَ" غار حرام میں ۷۶
رمضان ۱۴۲۷ھ میلادی کی رات سے رفتہ رفتہ نازل ہوئی شروع ہوئی، جبکہ آخری
وحی "الیوم اکملت لكم دینکم اَنْتُ" ۹ ذی الحجه ۱۰ ہجری ببطابق ۲۳ء میلادی
بروز جمعہ و عرفہ کے دن ہوئی۔ ۱۶۔
- مدنی آیات میں "یا ایها الذین امنوا" کے ذریعہ خطاب کیا گیا جبکہ مکی آیات
میں "یا ایها الناس" کہہ کر خطاب فرمایا گیا۔ کسی بھی عکی آیت میں "یا ایها
الذین امنوا" کا انداز خطاب نظر نہیں آیا، البتہ سات "۷" مدنی آیات ایسی ہیں
جن میں "یا ایها الناس" کہہ کر خطاب فرمایا گیا ہے۔ ۱۷۔
- قرآن مجید میں ستر سے زائد مقامات پر دعا مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ایک سو
پچاس مقامات پر خیرات کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور تقریباً سات سو مقامات پر
نمایز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ۱۸۔
- حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں قرآن پاک کو تمیں پاروں میں تقسیم کیا
گیا۔ ۱۹۔
- حضرت محمد ﷺ کی وفات کے وقت ۲۲ صحابہ کرام "قرآن حکیم" کے عمل
حافظ تھے۔ ۲۰۔

- ۔ ۲۲۔ پورا قرآن مجید تقریباً ۲۲ سال ۲ مہینے اور ۲۲ دن میں نازل ہوا، نیز "قرآن" کے لفظی معنی ہیں "خلافت کیا گیا۔"
- ۔ ۲۳۔ قرآن مجید میں لفظ "اللہ" ۲۶۹۸ مرتبہ "الرحمن" ۷۵۵ مرتبہ اور "الرحیم" ۱۱۳ مرتبہ آیا ہے۔
- ۔ ۲۴۔ قرآن مجید میں ۳۰ پارے کے منزلیں ۱۳۱ سجدے ۳۵۰ رکوع ۱۱۳ سورتیں اور ۶۶۶ آیات ہیں۔
- ۔ ۲۵۔ قرآن مجید میں ۷۶۰ ۳۶۲۳ (تین لاکھ تیس ہزار سات سو سانچھ) حروف استعمال ہوئے ہیں۔
- ۔ ۲۶۔ قرآن مجید میں ۵۳۲۲۳ (تریپن ہزار دو سو تیس) زبر ہیں۔
- ۔ ۲۷۔ قرآن مجید میں ۳۹۵۸۲ (انتالیس ہزار پانچ سو بیاسی) زیر ہیں۔
- ۔ ۲۸۔ قرآن مجید میں ۸۸۰۳ (آٹھ ہزار آٹھ سو چار) پیش ہیں۔
- ۔ ۲۹۔ قرآن مجید میں ۱۷۷ (ایک ہزار سات سو اکھتر) مرات ہیں۔
- ۔ ۳۰۔ قرآن مجید میں ۱۲۷۲ (ایک ہزار دو سو چوتھے) تشدید ہیں۔
- ۔ ۳۱۔ قرآن مجید میں ۱۰۵۶۸۳ (ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو چھ اسی) نقطے استعمال ہوئے ہیں۔
- ۔ ۳۲۔ قرآن مجید کی ۸۶ سورتیں مکہ مکرمہ میں اور ۲۸ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔
- قرآن حکیم میں کون سا لفظ کتنی مرتبہ استعمال ہوا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:
- ۱۔ (الف) ۲۸۸۷۲ آڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر۔
 - ۲۔ (ب) ۱۱۳۲۸ ۱۱۳۲۸ گیارہ ہزار چار سو اٹھائیں۔
 - ۳۔ (ت) ۱۱۹۹ ۱۱۹۹ گیارہ سو نانوے۔

- (ث) ۱۲۷۶ ایک ہزار دو سو تھر۔ ۳۔
- (ج) ۳۲۷۳ تین ہزار دو سو تھر۔ ۵۔
- (ح) ۹۷۳ نو سو بھتر۔ ۶۔
- (خ) ۲۳۱۶ دو ہزار چار سو سولہ۔ ۷۔
- (د) ۵۶۰۲ پانچ ہزار چھ سو دو۔ ۸۔
- (ز) ۳۶۷۷ چار ہزار چھ سو ستر۔ ۹۔
- (ر) ۷۹۳ آگیارہ ہزار سات سو تیانوے۔ ۱۰۔
- (ر) ۱۵۹۰ ایک ہزار پانچ سونوے۔ ۱۱۔
- (س) ۵۹۹۱ اپندرہ ہزار نو سو اکیانوے۔ ۱۲۔
- (ش) ۲۱۱۵ دو ہزار ایک سو پندرہ۔ ۱۳۔
- (ص) ۲۰۱۲ دو ہزار بارہ۔ ۱۴۔
- (ض) ۱۳۰۷ ایک ہزار تین سو سات۔ ۱۵۔
- (ط) ۱۲۷۷ ایک ہزار دو سو ستر۔ ۱۶۔
- (ظ) ۸۲۲ آٹھ سو بیلیں۔ ۱۷۔
- (ع) ۹۲۲۰ نو ہزار دو سو بیس۔ ۱۸۔
- (غ) ۲۲۰۸ دو ہزار دو سو آٹھ۔ ۱۹۔
- (ف) ۸۲۹۹ آٹھ ہزار چار سو نانوے۔ ۲۰۔
- (ق) ۲۸۱۳ چھ ہزار آٹھ سو تیرہ۔ ۲۱۔
- (ک) ۹۵۰۰ نو ہزار پانچ سو۔ ۲۲۔
- (ل) ۳۳۳۲ تین ہزار چار سو بیس۔ ۲۳۔
- (م) ۳۶۵۳۵ چھتیس ہزار پانچ سو پنیتیس۔ ۲۴۔

- ۔۲۵۔ (ن) ۳۰۱۶۰ چالیس ہزار ایک سو نوے۔
- ۔۲۶۔ (و) ۲۵۵۳۶ کھجور ہزار پانچ سو چھتیس۔
- ۔۲۷۔ (ہ) ۱۹۷۰ ایک ہزار نو سو ستر۔
- ۔۲۸۔ (ع) ۷۳۲۰ سات ہزار تین سو بیس۔
- ۔۲۹۔ (ی) ۳۵۹۱۹ پینتالیس ہزار نو سوانح۔

قرآن مجید کا نزول:

قرآن مجید کا رمضان ۱۴ میلادی کی رات سے حضرت محمد ﷺ پر رفتہ رفتہ نازل ہوا شروع ہوا سب سے پہلے مکرمہ کے قریب تاریخی اور مقدس مقام غار حراء جس میں حضرت محمد ﷺ نبوت سے پہلے کئی دن تک عبادت کیا کرتے تھے اور اس میں آپ پر "اقراء" کے الفاظ سے وحی کے نزول کا آغاز ہوا اور یہ آنکھیں نازل ہوئیں۔ الرا باسم ربک الدی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم الذى علم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم۔

وحی والہام کا یہ مبارک سلسلہ ۹ ذی الحجه ۱۰ ہجری مطابق ۲۳ میلادی تک جاری رہا اور ۱۱ ہجری میں عرفہ کے دن آخری آیت نازل ہوئی۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتعمت عليكم نعمتى وردضيت
لكم الاسلام دیناً.

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کھل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے واسطے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

اس اعتبار سے نزول وحی کی کل مدت بائیس سال دو ماہ اور بائیس دن ہے۔ جس رات قرآن کریم کا نزول شروع ہوا وہ شب قدر تھی جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ان انزلناد فی لیلۃ القدر وما ادراك ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر
خیر من الْفَ شہر تُنْزَلُ الملائکة والروح فیها باذن ربهم من

کل امر سلام ہی حتی مطلع الفجر.

ترجمہ: ”ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار بھینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں ہر حکم خیر کے لئے سلامتی والی ہے وہ رات طلوع مجریک۔“

اسی رات کے سلسلہ میں ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا انزلناه في ليلة مباركة انا كنا مرسلين رحمة من ربک.

ہم نے اس (قرآن) کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی رات (شب قدر) میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوئی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ یہ ماہ رمضان کی رات تھی چنانچہ رب کائنات کا فرمان ہے۔

شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان.

ماہ رمضان جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا وصف یہ ہے کہ واضح الدلالہ ہے مجملہ ان کتب کے جو (ذریعہ) ہدایت بھی ہیں اور (حسن و باطل میں) فرق کرنے والی ہیں۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں رسول خدا غار حرام میں اعتصاف فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سال میں ایک مہینہ غار حرام میں قیام فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپؐ کی بعثت کا سال آیا تو آپؐ ماہ رمضان میں حسب معمول حراء کی طرف جانے کے لئے نکلے۔

لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس رات نزول قرآن کا آغاز ہوا، وہ رمضان کی کون سی رات تھی؟ محمد بن اسحاقؓ کا خیال ہے کہ یہ رمضان کی یادیں رات تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ارشاد سے بھی اس کی یادیں ہوتی ہے۔

ان کتم امتنم بالله و ما انزلنا على عبدنا يوم الفرقان يوم
التفى الجمعان.

اگر تم اللہ پر اور اس (کتاب) پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن نازل کی جس روز حق و باطل جدا ہونے والے تھے اور جس دن دو جماعتیں (ٹھنے کے لئے) آپس میں ملی تھیں۔

اس آیت میں جس دن کی طرف ”یوم التفی الجمعان“ کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے مراد متفقہ طور پر غزوہ بدرا کا دن ہے جس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ ۷۴ رمضان کو ہوا ہے۔ اور یوم الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں نزول قرآن کا آغاز ہوا: اس لئے اس آیت سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ یہ دونوں دن اس اعتبار سے تحدیں ہیں کہ دونوں سے مراد جمعہ ۷۴ رمضان ہے، اگرچہ یہ دونوں واقعات ایک ہی سال میں نہیں ہوتے بلکہ نزول قرآن کی ابتداء غزوہ بدرا سے کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔

تفیری طبری میں سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی گئی ہے فرمایا ”لیلة الفرقان یوم التفی الجمعان“ ۷۴ رمضان ہے۔ رہا نزول وحی کا اختتام تو اس سلسلہ میں علامہ طبری ”الیوم اکملت لكم دینکم کی تفسیر کرتے ہوئے رقطراز ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ یہ عرفہ کا دن ہے جس روز آنحضرت ﷺ نے حج و داع فرمایا ہے اور اس آیت کے بعد نہ کوئی فریضہ مسلمان پر وحی کے ذریعہ لازم کیا گیا، نہ کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیا گیا، رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف اکیاسی رات بقید حیات رہے، یہی بات حضرت ابن عباسؓ نے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی تو اس نے کہا کہ اگر کسی دن یہ آیت ہم پر نازل ہو جاتی ہے تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے ہیں اس پر حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ تو اس دن نازل ہوئی ہے جس روز دو عیدیں جمع ہو گئیں تھیں ایک جمعہ کا دن اور دوسرا عرفہ کا دن۔ مشرکین کو اس بات پر بڑا اعتراض تھا کہ قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں اتنا ہے؟ ایک ہی دفعہ میں پورا کیوں نہیں نازل ہو جاتا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ اعتراض ذکر فرمائے کہ سورہ فرقان میں اس کا جواب دیا ہے۔

وقال الّذين كفروا لولا انزل عليه القرآن جملة واحدة

كذلك ثبت به فوادك ورثناه تنزيلا.

اور کفار نے کہا کہ قرآن ایک ہی مرتبہ میں کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ ایسا ہم نے اس لئے کیا تاکہ اس کے ذریعہ آپ کے قلب کو قومی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت نہ سمجھا تھا ہر کارا ہے۔

اور سورہ اسراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُرْآنًا فِرْقَنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مَكْثٍ وَنَزْلَنَاهُ تَنْزِيلًا.

اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تاکہ آپ ان لوگوں کے سامنے نہ سمجھا تھا کہ پڑھیں اور ہم نے اس کو اتنا نے میں بھی تدریس سمجھا اتنا۔

نزول وحی کے دو اہم دور:

نزول قرآن کا زمانہ دو ممتاز مدتیں پر تقسیم ہے:

(۱) پہلا دور دہ ہے جس میں حضرت محمد ﷺ کے کرمہ میں قیام پڑی رہتے۔ اس دور کی کل مدت پارہ سال پانچ مہینے اور تیرہ دن ہے۔ نزول وحی کا یہ زمانہ کا رمضان ۲۳ میلادی سے لے کر ربیع الاول ۵۳ میلادی تک جاری رہا، اس عرصہ میں قرآن کریم کی جو سورتیں یا آیات نازل ہوئیں انہیں کی کہا جاتا ہے م۔

دوسرا دور تہجیرت کے بعد کا ہے جو نو سال تو مہینے نو دن پر مشتمل ہے اس کا آغاز ۵۳ میلادی سے ہوا اور اختتام ۹ ذی الحجه ۶۳ میلادی بہ طابق ۱۰ تہجیری کو ہوا۔ قرآن حکیم کا جو حصہ اس دور میں نازل ہوا سے مدنی کہتے ہیں، قرآن مجید کا تقریباً ۱۹/۳۰ حصہ کی اور تقریباً ۱۱/۳۰ حصہ مدنی ہے۔



قادیانی مذہب والوں سے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟

مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال : میرے ہمائے قادیانی ہیں۔ وہ ہم سے دودھ خریدتے ہیں۔ میں پڑھی لکھی ہوں اور جانتی ہوں کہ شرعاً کسی طرح ان سے تعلق جائز نہیں لیکن میری والدہ صاحبہ ان پڑھ ہیں۔ وہ میرے منع کرنے پر بھی نہیں رکتیں اور ان کو بدستور دودھ دیتی رہتی ہیں۔ آیا میں اپنی والدہ سے خدمت گزاری والا طریقہ بھی رکھوں اور ان سرزائیوں سے بھی حکم قطع تعلق رکھوں۔ میری والدہ کہتی ہے وہ سرزائی لوگ قرآن بھی پڑھتے ہیں نماز روزہ سب عبادتیں کرتے ہیں وغیرہ۔ میں تو کری کرتی ہوں۔ میں نے اسی کو کہا کہ آپ بھی ان بدنخنوں سے تعلق چھوڑ دیں ورنہ میں تو کری چھوڑ دوں گی۔ کیا میں تو کری چھوڑ دوں جبکہ میری والدہ نے میری بات نہیں مانی۔

تمام گلوشیوں پر تفصیلی راہنمائی فرمادیں۔

رفعت نذیر

تارو وال

جواب : محمد رفت نذیر صاحبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے جو حالات لکھے ان سے کئی لوگوں کو سابقہ ہے۔ آپ مبارکباد کی مستحق ہیں کہ آپ نے پوری تفصیل سے وضاحت کی اور ایک عظیم ذہنی خلش کا انہصار اور اس کا حل دریافت کیا۔ امید ہے کہ دیگر حضرات مردو خواتین بھی اس وضاحت سے مستفید ہوں گے۔ آپ نے دونوں یاتوں کا احتیاط سے خیال رکھنا ہے۔ ایمان کی حفاظت اور ماں کی خدمت۔ عقیدہ اپنا رکھیں اور اس سلسلہ میں کسی سے کبھی زری نہ کریں۔ مضبوطی سے اس پر قائم رہیں۔

ماں کا ادب اور خدمت کریں اور زری سے اسے حق کی دعوت دیں۔ نہ مانے تو بھی اس کی خدمت کرتی رہیں اور عقیدہ و ایمان اپنا رکھیں۔ اس سے وہ ناراض ہوں تو سو بار ہوں اس کی فکر نہ کریں۔ حضرت اولیس قرنیؓ نے ماں کی خدمت کی ہے۔ اس پر ایمان قربان نہیں کیا۔ آپ بھی بھی کچھ کریں۔ اپنی ملازمت جاری رکھیں اور ترقی کے لیے مزید محنت کریں۔

مرزا کی قرآن صاحب قرآن اور اسلام کے باغی، شمن اور بد خواہ ہیں۔ ان کا قرآن پڑھنا زاد ہو کر اور فریب ہے۔ وہ تو اس کتاب مقدس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتے۔

لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ
اس کو صرف پاک لوگ ہاتھ لگائیں
(الواقعة: ۵۶-۷۹)

نماز تراویح، روزہ وغیرہ اس کا قبول ہے جو ایمان والا ہو۔ مرتدین اور کفار کی تو کوئی عبادات قبول ہی نہیں جیسے ہندو، عیسائی، یہودی کی نماز، روزہ ناقابل قبول ایسے ہی مرزا کی مرتدوں کا۔ آپ چاہیں تو اس تمام کارروائی کو اسلام اور قرآن کی تو یہ قرار دے کر ان لوگوں پر کیس کر سکتے ہیں۔ وہ قانونی طور پر مسلمان کہلو سکتے ہیں نہ اسلامی عبادات ادا سکتے ہیں۔ نہ اسلامی اصطلاحات استعمال کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام اور دیگر مسلمانوں نے ایمان کی خاطر تمام رشته ناطے قربان کر کے اور غلامی رسول ﷺ کا رشتہ اختیار کر کے ہمارے لئے بہترین غمونہ چھوڑا ہے۔ ہمیں ان کے لفظ قدم پر چلنا چاہئے۔ باقی سب رشته بعد میں رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا رشتہ سب سے پہلے۔

والله اعلم و رسولہ
عبد القیوم خان

قادیانی اہل کتاب نہیں ہیں

سوال: عیسائی اپنی نسبت انبیاء کی طرف کیوں کرتے ہیں اور کیا عیسائیت کا نام قرآن نے ان کے لیے وضع کیا ہے؟
کافر لوگ اپنی کتاب میں تحریف کرتے تھے۔ پھر ان کو اہل کتاب کیوں کہا جاتا ہے جبکہ مرزا کی قادیانی بھی قرآن کو مانتے ہیں۔ ان کو اہل کتاب کیوں نہیں کہا جاتا؟

محمد سعید
ملتان

جواب: محترم محمد سعید صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

”عیسائی“ عرف عام میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کریں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ نسبت فی الواقع درست ہے یا نہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابہ کرامؐ بھی اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے تھے اور منافقین

بھی۔ عام اس سے کہ کس کی نسبت صحیح ہے کس کی غلط۔

درامل بلند مرتبہ ہستیوں کی طرف قدیم زمانہ سے لوگ اپنے آپ کو منسوب کرتے آئے ہیں۔ اس کی ایک مثال سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ عرب کے مشرک بھی اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے۔ یہودی بھی، عیسائی بھی اور مسلمان بھی حالانکہ سب کے عقائد و نظریات باہم مختلف و متفاہد ہیں۔ جس سے واضح ہوا کہ فی الواقع یہ تمام لوگ آپ کے پیروکار تھے نہ ہیں لیکن عقیدت و اتباع کا دعویٰ جیسے صدیوں پہلے تھا، آج بھی ہے۔ اس کی حقیقت کو قرآن عزیز نے یوں بیان فرمایا:

مَا كَانَ إِيمَانُهُمْ بِيَهُودٍ يَأْوِلَّ أَنْصَارَ إِيمَانًا وَلَكِنْ (حضرت) إِيمَانٌ (علیہ السلام) نہ یہودی
كَانَ حَيْنَفَا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ تھے نہ عیسائی بلکہ ہر باطن سے الگ تحلق
مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (آل عمران، ۳: ۶۷)

إِنَّ أُولَئِي النَّاسِ بِإِيمَانِ إِبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ أَتَبْعُدُهُمْ
وَهُنَّا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا وَاللَّهُ وَلِيٌّ
نَحْنُ أُولَئِي الْأَيمَانِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ
أَمْنَيْنَا (۵) (آل المؤمنین، ۵)

والي اللہ ہے۔ (آل عمران، ۳: ۶۷، ۶۸)

تو ”عیسائی“ نہ قرآن کی اصطلاح ہے نہ باخل کی بلکہ عرف عام ہے۔ قرآن نے ان کو نصاریٰ کہا ہے۔ ہر حال عیسائی کھلا میں یا نصاریٰ یا کچھ اور یہ ان کی اپنی اصطلاحیں ہیں جیسے ”شیر عالم“ خواہ بزدل ترین ہی کیوں نہ ہو۔ ”محمد فاضل“ خواہ ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو، ”محمد مسلم خواہ اللہ کے آگے کبھی سر جھکایا ہی نہ ہو“ آپ خواہ کہیں یا نہ کہیں ”مرزاٰی، قادریٰ یا احمدی“ مرزا قادریٰ کو نبی مانتے والے مرتدین ہیں۔ نہ ہم مسلمان کہیں نہ قرآن و سنت، مگر جس طرح منافقین امانتاً باللہ و بِالْيَوْمِ الْآخِرِ کہہ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور قرآن نے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ کہہ کر ان کے ایمان کی نقی کی۔ اسی طرح باقی جھوٹے مدعاں اسلام کو سمجھ لیں۔

ہم اس نے ان کو اہل کتاب کہتے ہیں کہ قرآن نے انہیں اہل کتاب کہا ہے (نا اہلِ
الْكِتَابِ) ان کے علماء و مشائخ نے باوشا ہوں اور سرمایہ داروں جا گیرداروں کے ایماء پر روپیہ
بڑو نے کے لئے بیشک اللہ کے کلام میں لفظی و معنوی تحریفات کیں گمراہ اپنے اس جنم پر ہمیشہ

پر دے ڈالتے تھے اور کبھی کھل کر اپنے انگیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کا انکار نہیں کرتے تھے۔ آخر انہوں نے اپنے جاہل عوام پر حکومت تو کرنی تھی۔ جو انگیاء کرام اور بزرگان دین سے عقیدت رکھتے تھے البتہ عوام کی جہالت و سادہ لوگی سے اللہ کے کلام و نظام میں من مانی تاویلات و تحریفات میں مصروف رہتے تا کہ حق بات عوام تک پہنچنے نہ پائے اور ان کا ظالم نوٹ نہ جائے۔ شریعت کے جس حکم میں فائدہ نظر آتا بیان کر دیتے۔ جہاں ان کی بد عقیدگی و بد عملی کا ذکر آتا یا وہ احکام شرع جوان کی خواہشات و مغاذات سے متعارض ہوتے ان میں ”بقدر ضرورت“ تبدیلی کر دیتے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مُّوَاضِعِهِ
(الْمَائِدَةُ، ٥: ١٣)

ان کوائل کتاب اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ اسے سر بر مانتے ہیں بلکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو چیز نہیں اور کتاب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ گوھیقت میں یہ نسبت غلط اور ناقابل اعتبار ہے۔ دیکھتے نہیں کہ مسلمان بھی ان تمام لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اسلام و ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عملًا ہم کتنے چے مسلمان ہیں؟ اسے ہم خوب سمجھتے ہیں اور خدا اور رسول بھی اس پر گواہ ہیں۔ ذرا اپنے عوام نامنہاد مشائخ و علماء (الاماشاء اللہ) سیاستدان اور اہل دانش کو دیکھ لیں۔

چو ہی گویم مسلمانم بلزرم
کر داغم مشکلات لا إله را
ہم قادیانیوں کو مسلمان اس لئے نہیں مانتے کہ ان کے پیشوائے قرآن انگیاء کرام
اور دین اسلام کی توہین کی۔

عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا، چونکہ پہلے مسلمان تھے ارتدا و پر مرتد ہو گئے ہذا وہ مرتد ہیں، اہل کتاب نہیں وہ خود بھی اہل کتاب نہیں کہلاتے۔ مسلمان کہلاتے ہیں۔ جو ارتدا و کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ اسلام سے نکلے مرتد ہونے کی وجہ سے اہل کتاب اس لئے نہیں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں نہ کہلاتے ہیں۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ
عبدالقیوم خان

قادیانیوں سے خاندانی و اخلاقی روابط حرام ہیں

سوال : میرے خالو کراچی میں طویل عرصہ سے ایک اعلیٰ رہائشی علاقے میں مقیم ہیں۔ چند سالوں سے وہ مرزاگی (احمدی) ہو گئے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اسی راہ پر ڈال دیا ہے وہ لوگ ہمارے گھر آتے جاتے ہیں۔ آیا ہم ان سے تعلقات منقطع کریں یا نہ کریں اور شادی بیاہ اکٹھے کھانا وغیرہ کیسا ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

عامر اقبال
دہ کینٹ

جواب : محترم عامر اقبال صاحب ! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ !

آپ کے خالونوؤذ باللہ اک قادیانی ہو گئے ہیں تو یقیناً وہ اسلام سے خارج، مرتد اور کافر ہو گئے۔ آپ کا اور ہر مسلمان کا ان سے ملنا جتنا کھانا پینا اور کسی قسم کا تعلق رکھنا حرام ہے۔ صحابہ کرامؐ کو دیکھیں انہوں نے اپنے حقیقی رشتہ داروں اور عزیزوں کو کس طرح عقیدے کی بناء پر ترک کر دیا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُؤْأَدُونَ مِنْ حَادَاللّٰهِ وَرَسُولِهِ
إِيمَانَ رَحْمَتِهِ هُمْ أَوْ أَهْنَاءَ هُمْ أَوْ
وَلَوْ كَانُوا أَهْمَاءَ هُمْ أَوْ أَهْنَاءَ هُمْ أَوْ
عَلَيْهِمُ الْحُكْمُ أَوْ عَشِيرَتُهُمْ طَ
قْبِيلَهُ دَالِّهُوں۔

(مجادلہ ۵۸: ۲۲)

بدر اور احمد کی لڑائیوں میں آمنے سامنے کون تھے؟ اپنے ہی نسبی، جسی بھائی، باپ، بیٹے، ماں، پیچے، خالہ زاد، عم زاد، دوست، عزیز اور رشتہ دار وغیرہ۔ پس آپ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور رشتہ ایمان پر تمام رشتے قربان کر دیں۔ مرتدوں کا آپ سے نہ کہاں کر بولنا اخلاق نہیں، طور ہے جو آپ کے خدا اور رسول کا لحاظ، پاس نہ کریں ان سے نہ شرعاً نہیں۔ وہ آپ کے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ اپنے ایمان کا ثبوت دیں اور ان تمام لوگوں سے، اللہ و رسول ﷺ کی رضا کے لئے تعلقات ختم کر دیں۔ دنیاوی معاملات میں بھی دنیوی معاملات میں بھی۔ ان سے بیاہ شادی حرام قطعی حرام ہے۔ ان کے ساتھ الحنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، رشتہ ناط رکھنا

‘‘تعلقات رکھنا، سب حرام اور کفر ہے۔ ان مرتدین کی سزا شرعاً قتل کرنا ہے مگر یہ سزا صرف حکومت دے سکتی ہے، عام آدمی نہیں۔

والله اعلم و رسوله
عبدالقیوم

قادیانی کے گھر مسلمان کے لئے فاتحہ خوانی کا شرعی حکم

سوال: عرض ہے کہ ایک قادیانی آدمی کی مسلمان بہن فوت ہو گئی۔ ہمارے محلہ کے امام صاحب اور کئی لوگوں نے ان کے گھر جا کر فاتحہ خوانی کی۔ آیا قادیانی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے جانا درست ہے۔ لوگ امام صاحب کو اس وجہ سے کافر کہہ رہے ہیں۔ شرعی مسئلہ واضح فرمادیں۔

محمد ذیشان
ملتان

جواب: محترم ذیشان صاحب! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

قادیانی کی بہن مسلمان تھی اس کے لئے فاتحہ خوانی بالکل صحیح ہے البتہ اس مرزاں کے گھر نہ جانا چاہئے تھا کیونکہ مرزاں سے سلام، کلام، کھانا پینا، میل ملاپ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ پس مسلمان مرحومہ کی فاتحہ خوانی کسی مسلمان عزیز کے گھر بھی ہو سکتی تھی۔ نیز کسی کے گھر جانا ممکن نہ تھا تو اپنی جگہ یا اپنے گھر پیش کر دعائے مغفرت کی جاسکتی تھی۔ مرزاں سے ہر قسم کا تعلق ختم کرنا ضروری ہے۔ بہر حال امام مسجد اور جن دوسرے مسلمانوں نے مرحومہ کی فاتحہ خوانی کی جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اس امام کو معاذ اللہ کافر کہنا یا اس قسم کی گفتگو کرنا بیہودہ و حرام ہے۔ مسلمان عام طور پر اور علائے کرام خاص طور پر ایسے موقع پر سخت احتیاط کریں کہ کسی قسم کا شک و شبہ پیدا نہ ہو اور لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

والله اعلم و رسوله
عبدالقیوم خان

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مہدیت و نبوت جھوٹا ہے

سوال: قادیانیوں کے بارے میں ہمی پریشانی ہے کہ ان سے کیسے تعلقات رکھنے چاہیں۔

ایک طرف پھلٹ چھاپے جاتے ہیں کہ شیزان قادریوں کی ملکیت ہے لہذا اس کا بائیکاٹ ضروری ہے۔ دوسری طرف ایک اخبار میں خبر چھپی کہ غیر مسلم سے اچھا بتاؤ کرنا چاہئے جیسے حضور ﷺ کی سیرت سے ثابت ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں اور گستاخوں کو بھی معاف کر دیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری کچھ سہیلیاں قادریانی ہیں۔ ہم ان سے کیسے تعلقات رکھیں۔ وہ کہتی ہیں ہم آخری نبی ﷺ کو مانتی ہیں۔ مرزا غلام احمد کو صرف امام مہدی حلیم کرتی ہیں۔ ہمیں ان کے عقائد کی تفصیل بیان فرمائیں تاکہ ہمیں رہنمائی مل سکے۔

فاطمہ غیرین نسرين

کلاسوالہ

جواب: محترمہ فاطمہ غیرین صاحبہ و محترمہ نسرين صاحبہ! السلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ!

قادیانی یعنی مرزا غلام احمد قادریانی کے پیروکار، خواہ اس کو مہدی مانتیں، خواہ نبی خواہ مصلح و مجدد سب کفار و مرتدین ہیں۔ اس لئے کہ اس شخص نے اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور قرآن و سنت اور تمام امت کا اس پر قطعی فیصلہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد اجرائے نبوت کا قائل ہو قطعاً کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔ اسے مسلمان مانتا بھی کفر ہے چہ جائیکہ مجدد یا امام مہدی مانتا، لہذا مرزاویوں سے کسی قسم کے تعلقات رکھنا حرام، قطعی حرام ہیں۔ اخبار میں جو کچھ لکھا ہے نفلط لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری زندگی موجودگی میں جو شخص آپ کی گستاخی کرے آپ اسے معاف کر سکتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد کسی گستاخ رسول کو معاف کرنا، امت کے لئے جائز نہیں بلکہ امت پر واجب ہے کہ اسے قتل کر دے۔ اپنا حق حضور ﷺ خود معاف کر سکتے تھے۔ کسی اور کی یہ حیثیت ہی نہیں کہ گستاخ و مرتد کو معاف کرنا پھرے۔ کفار جو اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہیں، ہم ان کی جان و مال، عزت و معابد کی حفاظت کریں گے مگر وہ بھی اگر گستاخ رسول کا ارتکاب کریں تو واجب القتل ہیں لہذا آپ قادریوں سے میل ملا پ کرنا چھوڑ دیں یہ حرام ہے۔

ہاں مرزاویوں کا یہ کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کو آخری رسول مانتے تو مسلمانوں سے الگ تحلک کیوں ہوتے؟ مرزا کو بھی نبی مانتا اور حضور ﷺ کو بھی آخری رسول مانتا دین سے مذاق ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی کہے کہ ہم

اللہ کی توحید بھی مانتے ہیں اور بت پرستی بھی کرتے ہیں۔ ان سہیلوں سے قطع تعلق کرنا فرض ہے۔
 والله اعلم ورسوله
 عبدالقيوم خان

خوش اخلاقی قادیانیوں کا دام فریب ہے

سوال : قادیانیوں سے میل جوں اور عام زندگی میں تعلقات کی نوچیت کیا ہوئی چاہئے۔ خاص طور پر جب وہ خوش اخلاق اور خدمت گار ہوں؟ جبکہ خوش اخلاقی اچھی عادت ہے۔

محمد رشید

چنیوٹ

جواب : محترم محمد رشید صاحب ! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ !

قادیانی علی الاعوم کفار و مرتدین ہیں۔ ان سے سلام کلام کھانا، بیٹا، بیاہ شادی، لین دین کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں حرام ہے۔ کوئی شخص کسی لحاظ سے بہترین صفات کا حامل ہواں کا اللہ رسول 'قرآن' اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہونا اور ان سے بغاوت کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی ذاتی خوبی اس کا مادا نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو یقین رکھتے ہیں
 اللہ اور چھپلے ون پر کہ دوستی کریں ان سے
 جنمیں نے اللہ اور اس کے رسول سے
 مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا
 بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے
 دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی
 طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں
 باغوں میں لے جایا جائے گا جن کے نیچے
 نہیں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔
 اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ
 اللہ کی جماعت ہے۔ سن لو کہ اللہ کی جماعت
 ہی کامیاب رہے گی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ يُؤْمِنُونَ مِنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 وَلَوْ كَانُوا أَهْبَاءً هُمْ أَوْ أَهْبَاءٌ هُمْ أَوْ
 إِخْوَانَهُمْ أَوْ عِشْرِيرَتَهُمْ أَوْ لِفَكَ كَبَبَ
 فِي لَلْأَرْضِ يَمْنَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ
 وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَرُ خَلِيلِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ
 رَضِيُّوا عَنْهُ أَوْ لِفَكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ
 حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
 (المجادلة: ۵۸)

یہ ہے اہل ایمان کا عمل، کہ وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے محبت نہیں کرتے۔ خواہ باپ ہوئیا ہو جائی ہو، دوست ہو لہذا آپ قادریانی سے ہر قسم کی قطع تعلقی کریں۔ وہ اتنا ہی خوش اخلاق ہے تو کفر و ارتداد کو چھوڑنے قادریانی مرتد پر لعنت بھیجے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لائے، مرتد ہونا اخلاق نہیں بد اخلاقی ہے۔ جو شخص خود جہنم کا ایندھن بن جائے اور دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچے۔ اس کی بہترین خدمات نہیں بد ترین مہلکات ہیں۔

والله الہادی وصلی اللہ علی خیر خلقہ
ونور عرشہ محمد والہ وصحبہ وسلم
عبدالغیوم خان

غلام احمد قادریانی کے وسوسوں کا جواب

سوال: مرزا قادریانی کے بارے میں شرعی حکم اور اس کے بیان کئے گئے وسوسوں کا جواب نیز یہ کہ اس کے عقائد فاسدہ کیا تھے اور اس بدجنت شخص کا پس منظر کیا ہے اور اصولاً مسلمانوں کا ان سے کیا اختلاف ہے۔ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

ساجد گیلانی

لاہور

جواب: محترم ساجد گیلانی صاحب! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!
قادیریانی کافر و مرتد ہیں۔ مرزا قادریانی ذہناً نہیں پاکل اور انگریزوں کا ایجٹ تھا۔ قادریانی وسوسوں کا مختصر جواب حاضر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم میں آخری نبی بتایا گیا ہے۔ نبی شریعت والا اور بلا شریعت کی کوئی بات قرآن و حدیث میں نہیں یہ قادریانی مرتدین کی باطل تاویلیں ہیں۔ چونکہ قرآن و سنت کے خلاف ہیں لہذا مردوں ہیں۔

حضور ﷺ نے اپنے کسی صاحزادے کو نبی نہیں فرمایا۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔
ثبت دیں۔

اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ تعلیق المحال بالمحال ہے۔ یعنی اللہ کے علم میں نہ انہوں نے زندہ رہنا تھا نبی ہونا تھا جیسے قرآن میں ہے۔

فُلْ إِنْ كَانَ لِرَحْمَنِ وَلَدٌ فَإِنَّا أَوْلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! عَلَيْهِ الْأَكْبَارُ آپ فرمائیں اگر اللہ
الْعَابِدِينَ رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی
عِبَادَةَ كَرَتَا۔ (الزخرف، ۸۱: ۲۳)

تو کیا اس سے اللہ کے بیٹے کا جواز نکل آیا؟ نہ بیٹا ممکن نہ اس کی عبادت کرنا یونہی نہ
آپکے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندہ رہنا ممکن نہ نی بنا، کیونکہ اللہ کے علم میں
بھی ٹھا۔ لا نبی بعدی والی حدیث پاک کا جواب مرد کے پاس نہ تھا اس لئے اس نے
جلا کر پوچھا اس کا کیا سک تھا؟ اس سے پوچھیں اس آیت کا کیا سک ہے کہ بیٹا ہوتا تو کیا اس کا
یہ مطلب ہو گا کہ اللہ کا بیٹا ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم میں حضور ﷺ کو خاتم النبیین، یعنی آخری نبی کہا گیا ہے۔ حدیث پاک
میں لا نبی بعدی سے اس کی تشریع و تفسیر کردی گئی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ایک مسلمان
کے لئے بھی کافی ہے۔

اللہ نے کہیں بھی قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ حضرت ﷺ علیہ السلام کو اس طرح
وفات دی جس طرح باقی نبیوں کو۔ چیز یہ مرزاںی مرد کا جھوٹ ہے۔ وہ زندہ آسمان پر ہیں اور
قیامت کے قریب تشریف لائیں گے جیسا کہ قرآن و حدیث میں واضح ہے۔ اس مختصر حال
میں تفصیل کی ممکنائش نہیں۔

قرآن کریم میں اصری بعدہ فرمایا گیا ہے یعنی اللہ نے اپنے بندے کو سیر کرائی اور
بندہ کمل زندہ انسان پر بولا گیا ہے۔ صرف روح کو مسراج ہوتی تو بروجہ کہہ دینا کوئی مشکل نہ
تھا۔ اللہ کو عربی زبان خوب آتی ہے۔

حضرت ﷺ علیہ السلام نبی اسرائیل کے نبی ہیں۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام
حضور ﷺ کی امت کے مجدد اور مصلح ہوں گے۔ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک کیسے ہو
گئیں؟ قادریانی چونکہ اپنے مرد کو کبھی مسح اور کبھی مہدی کہتے ہیں جیسا کہ اس نے خود ایسے
دعوئے کئے ہیں اس لئے وہ دونوں کو ایک کہتے ہیں حالانکہ قادریانی مرد ایک پاگل یہ قوف شخص
تھا۔ اس نے اپنی کتاب برائیں وغیرہ میں اپنے آپ کو آدم، نوح، موسیٰ، عیسیٰ میریم اور نہ جانے
کیا کیا لکھا ہے۔ کیا ان تمام پاکیزہ ہستیوں کو کبھی ایک ہی کہا جائے گا؟ اگر ایمان نہیں تو کم از کم
عقل کو ہی استعمال کر لیتے۔ اگر پر تمام حضرات ایک نہیں تو مرزا ان سب کا مجنون و مرکب کیسے
بن گیا؟ کیا ایک ہی شخص کبھی موسیٰ کبھی داؤڈ کبھی ابراہیم کبھی یہ کبھی وہ بن سکتا ہے؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس قادیانی مرتد کے پاگل ہونے اور گمراہ ہونے میں کیا شک رہ گیا؟
 رسماءں ان مختصر سالیں زیادہ تفصیل تو ممکن نہیں۔ آپ درج ذیل کتابیں لاہور سے منتکوالیں تو
 تمام مباحث آپ کے سامنے آ جائیں گے اور آپ کو بہت فائدہ ہو گا اور آپ کسی میدان میں
 پریشان نہ ہوں گے۔

۱۔ مقیاس الدعوت کامل از مولانا محمد عمر اچھری مرحوم (مکتبہ دارالمقیاس، گنج بخش
 روڈ لاہور)

۲۔ قادیانی مذہب از الیاس برلنی (مکتبہ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ لاہور)

۳۔ عقیدہ ختم نبوت اور مرتضیٰ غلام احمد قادیانی از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (منہاج
 القرآن بلیکیشنز، ماؤنٹ ناؤن لاہور)

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین والسلام

والله اعلم و رسوله

عبدالقیوم خان

قادیانی کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والا توبہ و تجدید نکاح کرے

سوال: قادیانی کی نماز جنازہ پڑھانے اور پڑھنے والوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ کیا توبہ
 سے تجدید ایمان و تجدید نکاح ہو جائے گا؟ اور کیا ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز
 ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔ شکریہ

محمد ثاقب علی شاہ

لاہور

جواب: محترم ثاقب علی شاہ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

قرآن کی نصوص قطعیہ سنت متواترہ متواریہ اور صحابہ کرام کے دور سے آج تک تمام
 امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی و رسول ہیں۔
 آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ
 کرے خواہ کسی معنی میں ہو وہ کافر مرتد، خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفر و عذاب میں
 شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہے۔

مرزا نے قادیانی نے یقیناً اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا جو اس کی کتابوں میں موجود

ہے۔ اس دھوئی کے بعد اس نے توبہ نہیں کی لہذا وہ قرآن، سنت اور امت کے متفق فیصلے کی بنا پر کافر و مرتد ہے۔

جو لوگ مرزاۓ قادریانی مذکور کے کفر و عذاب میں بچ کرے وہ بھی کافر مرتد جہنمی ہے۔ علم کے باوجود جن لوگوں نے قادریانی کی نماز جنازہ پڑھی وہ احکام قرآنی، حدیث اور اجماع امت کے باعثی ہیں۔ وہ فوری طور پر توبہ کریں اور از سر نو ایمان لائیں۔ چونکہ جان بوجہ کر کفر احتیار کرنے والا کافر و مرتد ہو جاتا ہے جبکہ اس کی بھی مسلمان تھی اور مسلمان کا نکاح کافر و مرتد سے نہیں ہوتا۔ اور اس جرم کے ساتھ ہی وہ لوگ کافر و مرتد ہو گئے۔ پس ان کے مسلمان بھی یوں سے نکاح فوراً ثبوت گئے لہذا وہ حورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔

اگر یہ لوگ اپنے فعل پر نادم ہوں اور صدق دل سے توبہ کر کے تجدید ایمان کر لیں تو دوبارہ ان بھی یوں کی رضا مندی سے نکاح کر سکتے ہیں ورنہ ان کی بھی یا شرعاً آزاد ہیں جہاں چاہیں نکاح کر لیں۔ بھی حکم شرعی ہے اور بھی ملکی قانون ہے۔ قادریانی جیسا کہ ذکر ہوا کفار و مرتدین ہیں لہذا ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں

يَنْفَسِخُ النِّكَاحُ بِالرُّدِّهِ مَرِدٌ ہو نے سے نکاح ثُوُث جاتا ہے۔ (فتح القدر، ۵: ۳۱۰)

إِذَا إِرْتَدَ الْمُسْلِمُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْعِيَادُ
بِاللَّهِ عَرِضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ فَإِنْ كَانَتْ
لَهُ هُنْهَةٌ كَشْفَتْ عَنْهُ وَيُخْبَسْ فِي لَيْلَةٍ أَيَّامٍ
فَإِنْ أَسْلَمَ وَالْأَفْلَلَ
(ہدایہ مع فتح القدر، ۵: ۳۰۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَيُّ مُحِبٌ! ان میں سے کوئی مرجائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھتا اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہونا بے بھک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور فتنہ ہی میں مر گئے۔

لَا تُصِلِّ عَلَى أَخِيدٍ مِنْهُمْ مَاكَ أَهْدا
وَلَا تَنْقِمْ عَلَى قَتِيرٍ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَمَا لَوْا وَهُمْ لَفِسْقُونَ
(توبہ، ۹: ۸۳)

والله اعلم و رسوله
عبدالقیوم خان

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن و حدیث کی وضاحت

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں میرے اور بہت سے احباب کے ذہنوں میں کافی ابھمن پائی جاتی ہے۔ میں نے اس موضوع پر تمام احادیث کا بھی یہی باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ قرآن کا بھی لیکن میں نے ان دونوں چیزوں میں یہ اتفاق پایا ہے یا پھر ہماری عقل ناقص کا تصور ہے۔

قرآنی آیات و احادیث سے قطع نظر سب سے پہلے اگر ہم عقلی دلائل سے اسی عقیدے کا جائزہ لیں تو کیا یہ بات سامنے نہیں آتی کہ یہ عقیدہ شیعوں اور یہودیوں سے مختلف ہو کر ہماری جماعت میں آگیا ہے۔ تمام مذاہب میں یہ عقیدہ کسی نہ کسی فلک میں پایا جاتا ہے۔ نزول عیسیٰ اور زندہ اٹھانے جانے کے بارے میں قرآن خاموش ہے اور احادیث میں ملتا ہے لیکن اتفاق ہے۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد امام انقلاب مولانا عبید اللہ سنگی وغیرہ جیسی اہم شخصیات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے مذکور ہیں۔ میرے خیال میں عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ نزول مسیح ایک جگہ جنم نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ بات اسرائیلی رولیات سے مختلف ہو کر ہمارے پاس نہیں آگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور سوی پر چڑھانے کی سمجھ آتی ہے مگر رفع کی سمجھ نہیں آتی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو کیا کریں گے..... الخ میری گزارش پر تعمیدی نگاہ ڈال کر قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے حقی خیالات سے آگاہ فرمائیں۔

ڈاکٹر ہماں مرحوم
سیالکوٹ

جواب: مختصر ڈاکٹر ہماں مرحوم صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کے خط میں اٹھانے گئے نکات پر ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ آپ نے صرف ایک پہلو پر نظر فرمائی ہے جو متی ہے اور ثابت پہلو سے صرف نظر فراہمیلے جبکہ ناقہ کے لئے دونوں پر نظر رکھنا لازم ہوتا ہے۔ میں مختصر اسی کچھ لکھ سکوں گا۔ تفصیلاً ان موضوعات پر سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آپ جیسے حساس آدمی کی نظر سے اوجمل نہ ہونا چاہئے۔ آپ نے حضرت

یعنی علیہ السلام کے بارے میں اپنی جس الجھن کا ذکر فرمایا ہے اس کے بارے میں قرآنی آیات، احادیث یا باقی معلومات جو آپ کے ذہن اور مطالعہ میں محفوظ ہیں، اگر آپ ان کو ذکر فرمادیتے تو غور و گفر کی راہیں ٹھیک اور افہام و تفہیم میں سہولت ہوتی۔ آپ کے دلائل کا وزن بھی معلوم ہوتا اور ہمیں غور کرنے کے لئے کوئی نکتہ ہاتھ آتا۔ آپ نے لکھا ہے ”میں نے اس موضوع کی تمام احادیث کا بھی بڑی باریک بھی سے مطالعہ کیا ہے اور اس بارے میں قرآن کیا کہتا ہے وہ بھی میری نظر سے گزرا ہے لیکن میں نے ان دونوں میں بڑا تضاد پایا ہے“ ملخصاً۔ لیکن آپ نے پورے خط میں کوئی ایک تضاد بھی ثبوت میں پیش نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آیات و احادیث میں ہرگز کوئی تضاد نہیں۔ تضاد آپ کے ذہن اور فہم میں ہے۔

قرآنی آیات و احادیث سے قطع نظر..... آپ مسلمان ہیں۔ قرآنی آیات و احادیث سے آپ ایک آن کے لئے بھی قطع نظر نہیں کر سکتے تاوقتیکہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے آزاد ہو جائیں۔ عقلی دلائل قرآن و سنت کے بعد آتے ہیں۔ یاد رکھیں عقل چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے۔ بہت افسوس ہے کہ آپ بلا دلیل ان عقائد کو یہودیوں کی طرف سے فرمائے ہیں۔ جناب یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی اور اسلام دوسروں کی ہر بات کو روئیں کرتا۔ وہ تو اہل کتاب کو دعوت دیتا ہے۔

تعالَوْا إِلَى الْكَلِمَةِ سَوَاءٌ بَيْتَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنَّمَا يَنْهَا بَاتٍ كَيْفَ يَنْهَا طَرْفَ آذِنِ جَهَنَّمِ مَوْلَانَا وَبَيْنَكُمْ
الْأَنْعَبْدُ إِلَّا اللَّهُ وَلَا شَرِيكَ لَهُ شَيْنَا وَ
يَكَانُ (مشترک) ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا
لَا يَعْجَذْ بَعْضُنَا بِعِصْمَانَا أَرْبَابُنَا مِنْ دُونِ
كُسْکی کی عبادت نہ کریں اور اس کا شریک کسی
کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو
اللَّهُمَّ اخ
(آل عمران، ۳: ۶۲)

دیکھا کتابی کافروں سے ایک نکستہ وحدت پر تحدی ہونے کی فرمائش ہو رہی ہے۔ کیا یہود و نصاریٰ یا ہندو پارسی کوئی بھی خدا کو مانتے کا اعلان کرے تو ہم اس کی اس بات سے انکار کریں گے؟ اگر وہ جان و مال، عزت کی حرمت کا اعلان کریں تو ہم مخالفت کریں گے؟ اگر وہ انبیائے کرام کی نبوت و رسالت اور قیامت پر ایمان لانے کا اعلان کریں تو ہم ان باتوں میں بھی ان کی مخالفت کریں گے؟ اگر کوئی یہودی بدکاری، شراب، جوا، قتل ناقص، سود، رشت وغیرہ

کے خلاف تحریک چلائے تو ہم ان برائیوں کی حمایت کریں گے کہ یہودیت ہے؟ قرآن کریم نے واضح حکم دیا ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْقُحْنَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْأَثْمِ وَالْعَدْوَانِ

شیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔ (المائدہ، ۵: ۲)

پس اسرائیل روایات تمام کی تمام نہ قابل رد ہیں نہ قابل تسلیم جو اسلامی احکام و روایات کے موافق ہیں ان کو تسلیم کیا جائے گا جو مخالف ہیں ان کو رد کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

خَلِفُوا عَنْ بَيْنِ إِسْرَائِيلَ وَلَا خَرَجُوكُمْ حَتَّىٰ لَقُلْ كُرْدُ كُوئی حَرْجٌ

بنی اسرائیل سے باقیں لفظ کرو کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی، ۹۱: ۲)

کیا یہ عقیدہ یہود یا شیعہ سے نقل ہو کر ہمارے ہاں آگیا ہے؟

آپکا یہ فرمانا کہ ”حیات مسیح یا امام مهدی کا عقیدہ شیعہ اور یہود سے ہو کر ہماری جماعت میں آگیا ہے“ درست نہیں۔ اس پر آپ نے کوئی ثبوت دیا نہ حوالہ جبکہ صحیح احادیث سے یہ دونوں باتیں ثابت ہیں اور حیات مسیح کا مسئلہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ آپکا یہ فرمانا بھی غلط ہے کہ ”قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور دوبارہ نزول کے متعلق بالکل خاموش ہے۔ یہ عقیدہ ہمیں صرف اور صرف احادیث میں ملتا ہے“۔ حق نہیں۔ آپ کو مخالف ہوا ہے۔ یہودی مسیح علیہ السلام کے دشمن تھے۔ انہوں نے آپ کو گرفتار کرنے اور قتل کرنا کا منصوبہ بنایا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ناکام کر دیا۔ قرآن میں ان کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کہ

إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلِكُنْ شُهِيدًا لَهُمْ بَلْ رَفِيعَةُ اللَّهِ إِلَيْهِ

ہم نے مسیح ابن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ آپ کو سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شہیدیہ کا ایک بنا دیا گیا (پھر فرمایا) بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا۔ (النساء، ۳: ۱۵۸، ۱۵۷)

پھر ارشاد فرمایا:

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جوان کی
مَوْتَ سَعِيًّا إِلَيْهِ أَنْ يُرَايَانَ نَهَلَىٰ—
قتل مؤتیہ

(السَّاءَ ۲: ۱۵۹)

رُفْعَ يَعْنِي اخْتَانَةً كا لفظ قرآن میں کہتی وفات اور موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا تو یہاں بھی موت کے معنی میں نہیں بلکہ رُفْعَ یعنی اوپر اخْتَانَةً کے معنی میں یعنی استعمال ہوا ہے جو اس کا حقیقی معنی ہے۔

احادیث مقدسه

حضرت ابوالنواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علمات قیامت میں سے دجال کا ذکر فرمایا، اس کے شعبدے بیان فرمائے..... اسی اثناء میں آپؐ کے ہبھی کر آپؐ نے فرمایا:

وَجَالَ أَسْيَارَ الْأَرْضِ كَمَا كَرَّ أَصْفَافُ اللَّهِ الْمُبِينِ
مُحَمَّدٌ بْنُ عَرَيْمٍ (طَلِيلُ السَّلَامِ) كُو بیسیج گا۔ وہ
جَامِعٌ وَمَشْكُوكٌ كَمَا كَرَّ أَصْفَافُ اللَّهِ الْمُبِينِ
پاس اتریں کے۔ زرد رنگ کی دو چادر وں
میں میوس، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ
رکھے ہوئے سر جھکائیں تو پسینے کے قدرے
گریں گے اور جب سر اخْتَانَةَ میں گے تو
موتیوں کی طرح قدرے جھزیں گے۔ ان کے
سالس کی خوشبو جو کافر سو نکھے گا، مر جائے گا۔
ان کے سالس وہاں تک پہنچیں گے جہاں
تک ان کی لگاہ پہنچیں گی۔ آپؐ دجال کو تلاش
کریں گے۔ بابِ لد کے پاس اسے پکڑ کر
قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ اسلام ان
لوگوں کے پاس تشریف لائیں گے جن کو اللہ
تعالیٰ نے اس سے بچایا ہو گا۔ ان کے
چہروں سے غبار پوچھیں گے اور جنت میں ان
کے دربے انہیں بتائیں گے۔

هُوَ كَذَلِكَ إِذَا بَعَثَ اللَّهُ الْمُبِينَ هُنَّ
مَرِيمٌ فَيُنَزِّلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءَ شَرْفِيٌّ
دِمْشَقَ هَبَنْ مَهْرُوْ ذَقَنْ وَاضْبَعَا كَفَيْهُ عَلَىٰ
أَجْبَحِهِ مَلَكَجِنْ إِذَا طَاكَا رَأْسَهُ لَطَرْ رَوْدَا
رَلَفَهُ تَحْلُلُ مِنْهُ جَمَانَ كَالْلُوْ لَوْهَ لَلَّا
يُجَلِّ لِكَافِرٍ يَعِدُ مِنْ رِبْعَ تَفْسِيْهِ الْأَمَّاتِ
وَلَفْسَهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفَهُ فَيَطَلَّهُ
حَتَّىٰ يُلْدِرِ كَهْ بَهَابَ لَدْ قَيْقَلَهُ ثُمَّ يَاتِي قَوْمٌ
لَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ لَيْمَسَحَ عَنْ وُجُوهِهِمْ
وَلَيَحْدِلَهُمْ بِنَرَ جَاهِلَهُمْ فِي الْجَنَّةِ
(الصحيح لسلم ۲۰۱: ۲۰)

علامات قیامت کے بارے میں طویل حدیث کا صرف متعلقہ حصہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُغْبُ الْمُسِيْحِ مسیح دجال کا رب مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو گا۔ اس دن مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو ٹکلی باب ملکان فرشتے پھرہ دیں گے۔

(صحیح بخاری، ۱۰۵۵: ۲)

آئائے دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح دجال مدینہ منورہ کے قواح میں آئے گا۔

توجف ثلث رجفات فیخرج الیه کل مدینہ منورہ میں تین زلزلے آئیں گے جن کافروں منافق (ایہنا) کے نتیجہ میں ہر کافر و منافق اس کی طرف جل لکھے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شایان حمد و ثناء فرمائی پھر دجال کا ذکر فرمایا۔ میں تمہیں اس کے بارے خبردار کرتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے خبردار نہ کیا ہو لیکن میں تمہارے سامنے اس کے متعلق ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔

انہ اعور و ان اللہ لیس باعور
بے شک وہ کانا ہے جبکہ اللہ اس عیب سے
پاک ہے (ایہنا)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

فینزل عیسیٰ بن موریم فاما هم فادا عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے لوگوں کی ارادہ عدو اللہ ذا بکما یدوب الملح امامت فرمائیں گے۔ جب ان کو اللہ کا دشمن (وجال) دیکھے گا تو پکھلنے لگے گا جیسے پانی میں نہک حل ہوتا ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو پکھل کر ہی ہلاک ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا۔ پھر اس کا خون نیزے میں لگا ہوا لوگوں کو دکھائے گا۔

فیریهم دمه فی حربتہ
(الصحيح اسلام، ۳۹۲: ۲)

اختصار کے پیش نظر یہ چند صحیح احادیث پیش کی گئیں۔ اب ایک مسلمان تو اپنے نبی ﷺ کے فرمان پر اعتاد و یقین کرتا ہے۔ رہے آپ کے امامان انقلاب تو ان کے دلائل آپ تلاش کر کے ہمیں بھی بتائیں۔ ہمیں اپنے آقا ﷺ کے فرمان پر اطمینان ہے اور ہم اس کے خلاف کسی رائے کو ذرہ بھروسہ وقت نہیں دیتے بلکہ بالکل سرے سے وقت نہیں دیتے اور اسے پائے حقارت سے ٹھکراتے ہیں۔

آپ کے تمام خدشات کا جواب ہو گیا ہے لیکن حرف ظاہر ہے کہ ہمیں بیسوں صفحات پر کرنا پڑئے جس کے لئے ہمارے پاس وقت بھی نہیں، فرصت بھی نہیں اور کسی اصول کی پابندی نہ کرنے والے حضرات کی آراء پر وقت ضائع کرنا ضروری بھی نہیں۔ اگر ان باتوں پر کسی کے پاس قرآن و سنت سے یا کم از کم عقل سے ہی کوئی مضبوط دلیل ہے تو پیش کرے۔ ویسے بولتے چلے جانا اور نصوص کی پرواز نہ کرنا کسی مسلمان کی روشن نہیں۔ ہم نے جو لکھا باحوالہ لکھا ہے۔ ہم اپنے عقائد پر مطمئن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت و اطمینان دیں۔ آمين

والله اعلم و رسوله

عبدالقیوم خان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وقت نزول نبی ہوں گے یا امتی

سوال: میرا ایک قادریانی سے واسطہ پڑا۔ اس نے مرزا غلام احمد قادریانی کی نبوت کے لئے دلیل دی کہ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین نہیں بلکہ نبی آتے رہیں گے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا مسلمہ عقائد میں سے ہے۔ پھر ختم نبوت کیسی۔ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور وہ نبی ہوں گے یا امتی وضاحت فرمادیں۔

زادہ الحق

کاموئی

جواب: محترم زادہ الحق صاحب! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

مجی ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی

ہونے کے باوجود امتحان محدث یہ کے فردی ہوں گے۔ ان کو قرآن کی تعلیم وہی خدا دے گا جس نے پہلے ان کو تورات و انجلیل کی تعلیم دی ہے۔ قادریانی جھوٹے دجال کی طرح سکول ماشروع سے نہ پڑھیں گے نہ کسی انسان نی شاگردی کریں گے۔ نبی صرف خدا کے شاگرد ہوتے ہیں کسی مخلوق کے نہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ النساء میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(النَّسَاءُ ۚ ۱۵۸)

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور
كُوئی اہل کتاب (کتابی) ایسا نہیں جوان کی
مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔
(النَّسَاءُ ۚ ۱۵۹)

حالانکہ آج سے دو ہزار سال پہلے تمام کتابی آنحضرت پر ایمان لائے۔ کوئی ایک یہودی بھی آپ پر ایمان نہیں لایا بلکہ یہود نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ ہم یہ چیزیں کوئی ابھی پوری ہونی ہے۔ رعنی یہ بات کہ دنیا میں دوبارہ کب تشریف لاائیں گے؟ سو یہ بات اللہ ہی جانے کب تشریف لاائیں گے۔ ہاں ان کا تشریف لانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ہم اللہ کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیسے آئیں گے جو اللہ لے گیا ہے وہی فرشتوں کے ہمراہ بادلوں کے درمیان ان کو دوبارہ لائے گا۔

محترم! آپ مرزا ائمہ سے ایسی باتوں میں نہ بھیں۔ مرزا قادریانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ جھوٹا، لعنتی، مرتد، جہنمی تھا، رسول اللہ ﷺ کے آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ نہیں بنایا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ اعْلَمُ وَرَسُولُهُ

عبدالقیوم خان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قادریانیوں کی دلیلیں اور اس سلسلہ میں قادریانی فریب کی پرودا دری

مولانا محمد عبداللہ

یہ دنیا دار العجائب ہے اس میں ایسے عجائب نظائر ہوتے رہتے ہیں کہ ظہور سے قبل ان کے ظہور کی خبر کو ہر شخص جھٹائے گا۔ اس قسم کے عجائب کی فہرست بڑی طویل ہے ان ہی میں سے ایک عجوبہ مرزا قادریانی کا دعویٰ نبوت ہے اور پھر اس دعویٰ پر جو دلیلیں خود مرزا قادریانی اور ان کے حواریوں اور متعیوں نے پیش کی ہیں وہ خود عجیب تر ہیں۔ سید حی بات تو یہ تھی کہ جب ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ہر شخص فوراً اس کو یہ کہہ کر جھٹلا دیتا کہ تم نبوت کے بعد نبوت کا ہر دعیٰ جھوٹا ہے لیکن وہاں تو ختم نبوت کے اجتماعی عقیدہ ہی کو غلط رکھنے والے موجود ہو گئے اور آئیت شریفہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کا ترجیح اور ارد و مطلب اپنی طرف سے تجویز کر ڈالا۔ مرزا قادریانی کے ہونے والے متعیوں سے دس برس پہلے اگر ختم نبوت کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ختم نبوت کے بارے میں وہی کہتے جو ہمیشہ سے پوری امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیٰ) کہتی چلی آئی ہے۔ تجب ہے کہ ایسے لوگ اس کی امت میں شامل ہوتے چلے گئے جو ہوش و حواس والے اور علوم جدیدہ میں مہارت رکھنے والے ہیں اور جو بیدار مغزی کے ساتھ اپنی سروں اور بزنس چلاتے ہیں ان لوگوں کو مخبوط الحواس اور مجنون بھی کہیں تو کس طرح کہیں جبکہ دیگر سب کام ہوش و سمجھ کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ معمولی گھر کا کام کاچ کرنے کے لئے تو کبھی سوچ سمجھ کر اور اس کی صلاحیت اور استعداد دیکھ کر رکھتے ہیں مگر اپنا خیبر بغیر ہوش و گوش کے ایک ایسے شخص کو کیسے مان لیا جو کافر گورنمنٹ کا خوشامدی تھا اور فخر کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کے قبیل کو بازاری گالیاں دینا تھا اور جس کی ہر پیشین گولی خداوند کریم نے جھوٹی کر دکھائی۔

مرزا قادریانی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے قادریانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثابت کرنے کو اپنا ایک بہت ضروری مشغله بنا لیا ہے۔ اور اس وفات مسح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقیدہ کے بانی خود مرزا قادریانی آنہجاتی ہی تھے۔ مسلمانوں نے قرآن و حدیث سے اور اجماع امت سے مرزا قادریانی کے اس غلط عقیدہ کی تردید کی مگر مرزا اور ان کے امتحنوں نے حق قول نہ کرنے کی حکم کھارکی ہے اس لئے آج تک اس لکیر کو پیٹھے جا رہے ہیں۔ آنے والے صفحات میں قادریانیوں کی وہ دلیلیں جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے وفات مسح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اثبات کے لئے پیش کی ہیں اور ساتھ ہر دلیل کا جواب بھی دیا گیا ہے گویہ استدلالات اس لاکن نہیں ہیں کہ ان کا جواب دیا جائے لیکن آنکوں کے غلط ترجیح کر کے قادریانی چونکہ عوام کو بہکانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے ادارہ الصدیق نے ضروری سمجھا کہ قادریانیوں کے لمحہ استدلالات سے ناظرین کو باخبر کیا جائے، یہ استدلالات تاریخگبوتوں سے زیادہ وزن نہیں رکھتے ہیں لیکن قادریانی مجبور ہیں۔ ذوبتے کو تینکے کا سہارا بہت ہوتا ہے حق کو تو بے دلیل مانا جاتا ہے باطل کو بے دلیل کیوں مانیں؟ ناظرین مضمون آئندہ سے سمجھ لیں گے کہ قادریانیوں کی دلیلوں کی مصدق وہی مثل ہے جو ہر کہ دمہ کے زبان زد ہے یعنی مار دکھنا پھوٹے آنکھ اور ہاں خود حضرت مسح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ثابت کر کے مرزا کی نبوت ثابت کرنا بھی اسی مثل کا مصدق ہے۔ بھلا وفات مسح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبوت مرزا میں کیا ملازم ہے؟ چونکہ حضرت مسح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے۔ اس لئے مرزا غلام احمد نبی۔ یہ دلیل بھی تو اسی طرح کی ہے۔ تبّت کے پیچے کر کے روں کرتے وقت بغیر کہہ دیا جائے اگر ایک شخص مدعا نبوت ہو تو اس کے اخلاق و اعمال اور کردار کو بھی تو جانچنا چاہئے۔ مرزا کے حالات ذمکی چھپے نہیں ہیں ان کی سوانح حیات کی سطر ستر سے اور ان کے مکروہ فریب سے بھرے اشتہاروں اور مرعوب کرنے والے چیزوں سے اور پھر مناظرین اسلام کے سامنے جلت و برہان سے کتنا کر گالیوں سے نوازش کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا خود بھی دل سے لپٹنے کو جو نا سمجھتے تھے نبوت کا دعویٰ کر کے واپس لینے کو عار سمجھتے ہیں آخرون تک یہ اعلان

نہ کر سکے کہ میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ قادیانی مرزا صاحب کے اوصاف و اخلاق کو سامنے رکھ کر ان کی نبوت کو منوانے سے چونکہ عاجز آ جاتے ہیں اس لئے بحث و مناظرہ میں ”اخلاق مرزا“ کے عنوان سے کتر اکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی شق کو اختیار کر لیتے ہیں، ہماری رائے میں ہر مسلمان کو قادیانیوں سے ہمیشہ صرف اس نقطہ پر بحث و مناظرہ کرنا چاہئے کہ جن اخلاق و اوصاف کے حامل مرزا تھے۔ ان کا حامل شریف انسان بھی نہیں ہو سکتا نی تو کجا مرزا قادیانی کا جھوٹا ہوتا تو خود انہوں نے اپنی دعا سے ثابت کر دیا ہے کہ جو جھوٹا ہو گا وہ پچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ یہ دعا مرزا نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں کی تھی اور کہا تھا کہ اس دعا کو خدا نے قبول کر لیا ہے اور مولانا ثناء اللہ صاحب نہیں یا نہ نامیں مگر یہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ خدا نے مرزا کی خواہش کے مطابق کر دیا کہ مرزا اپنے دعاویٰ میں جھوٹے تھے اور مولانا ثناء اللہ صاحب امر ترسی کی زندگی میں مرزا قادیانی لا ہو رجا کر ہمیشہ کے مرض میں مر گئے۔

پیشک قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اس کی دلیل ملاحظہ کیجئے۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح سولی پر چڑھائے گئے اور قتل کئے گئے۔ لیکن یہود و نصاریٰ میں سے کوئی اس کا قائل نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اپنی طبعی موت سے مر گئے۔ اس لئے کہ یہود یوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح اپنی نبوت کے دعویٰ میں جھوٹے تھے۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق جو جھوٹا ہوتا ہے وہ یا تو سولی پر چڑھ جاتا ہے یا قتل کیا جاتا ہے اور جو سچا نہیں ہوتا ہے وہ اپنی طبعی موت مرتا ہے اور یہ مسائیوں کو اپنے مسئلہ کفارہ کو ثابت کرنا تھا۔ اس لئے کہ اگر حضرت مسیح اپنی طبعی موت مرے ہوتے تو کفارہ کا مسئلہ نہیں ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے وتوں (یہود و نصاریٰ) اسی کے قائل تھے۔ کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے اور قتل کئے گئے۔ طبعی موت کا ثبوت ان ونوں میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ قرآن شریف نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے۔

وَمَا قُتْلُوهُ وَمَا صُلْبُوهُ وَلَكُنْ شَهَدَ لَهُمْ وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا إِلَيْهِ
لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِّنْ عِلْمٍ إِلَّا بِعَذَابِ الظُّنُونِ وَمَا قُتْلُوهُ يَقِينًا

بِلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

ترجمہ: "حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دی، لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا۔ بولوگ اس امر میں، کہ سچ کو قتل و سولی نہیں ہوئی قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقعے سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعویٰ کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہاں انکھوں اور خیالوں کے تابع ہیں۔ انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اٹھایا اور خدا غالب ہے اور حکمت والا ہے۔"

وَإِنْ مَنْ أَهْلَ الْكِتَابَ إِلَّا لِيَوْمَنْ يَهُوْمَنْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيمَةِ
يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی سے اور دن قیامت کے ہو گا۔ اوپر ان کے گواہ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت سچ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب دنیا میں پھر نزول فرمائیں گے۔ جس کی تفصیل یہ ہے یہودیوں اور عیسائیوں میں جو یہ خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ سچ علیہ السلام سولی دیئے گئے اور قتل کئے گئے تو ظاہر ہے کہ یہ سولی اور قتل مادی جسم کے ساتھ تھا اور اسے دنیا جانتی ہے کہ قتل و پھانسی مادی جسم کے ساتھ ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی تردید فرمائی کہ سچ کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اس مادی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا۔ اس آیت میں ملن قابل غور ہے۔ اگر مادی جسم کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ مانا جائے تو آیت کے لفظوں کی ترتیب غلط ہوتی ہے اور سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سچ کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا۔ تو وہ مادی جسم ہوا کیا اس لئے کہ طبعی موت کا کوئی ثبوت نہ یہودیوں میں ہے نہ عیسائیوں میں اور نہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ سے ہے اور پھر و کان اللہ عزیزًا حكيمًا کا یہاں کیا جوڑ؟ خدا غالب اور حکمت والا ہے۔ کا جملہ صاف بتلا رہا ہے کہ جس کام کو دنیا ان ہوئی اور خلاف فطرت سمجھتی ہے اور حیرت و تجہب

کرتی ہے اس پر بھی خدا غالب ہے اور اپنے غلبہ و حکمت سے وہ کام کرتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا بلکہ اس مادی جسم کو خدا نے اپنی طرف اخالیا۔

ہمارے دعویٰ کا دوسرا جزو یہ ہے کہ حضرت مسیح زندہ اپنے مادی جسم کے ساتھ ۲ سال سے نزول فرمائیں گے۔ اس کے بعد ان کی طبعی موت ہو گی اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا آیت کے دوسرے حصہ پر غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت مسیح کی طبعی موت سے قبل تمام یہود و نصاریٰ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے بلکہ اسی طرح ان کے دشمن ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔ جس طرح کہ بقول یہودیوں کے سولی کے وقت کہتے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہودی ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے۔

پہلی دلیل:

قادیانی اس سلسلہ میں آیت پیش کرتے ہیں یعنی
آنی متفقیک و رافعک الی

اور کہتے ہیں کہ یہ آیت تلائی ہے کہ حضرت مسیح مر گئے اور ان کا درجہ بلند کیا گیا مرزائی اس میں بھی عوام کا دھوکا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میں واو ترتیب کا ہے جس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ پہلے وہ مر گئے اس کے بعد ان کا درجہ بلند کیا گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ واو ترتیب کا ہوتا ہی نہیں ورنہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خدا کے اس ارشاد اقیموا الصلوة والوازا کوہہ کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے نماز پڑھو اس کے بعد زکوہ دو۔ اگر نماز سے پہلے زکوہ دی تو وہ ناجائز یا القیمو الصلوة ولا تکونوا من المشرکین۔ یعنی پہلے نماز پڑھو اس کے بعد شرک چھوڑ دو حالانکہ یہ دونوں ممکن غلط ہیں۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ واو ترتیب کا نہیں ہوتا۔ اگر ترتیب کا واو مان لیا جائے تو قادیانی یہاں پہلے جواب دیں گے۔ ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ بر ب موی و طرون دوسری جگہ خدا فرماتا ہے بر ب طرون و موی اگر واو ترتیب کا مانا جائے تو ان دونوں آیتوں میں ایک پھی ہو گی اور دوسری جھوٹی، حالانکہ دونوں آیتوں پھی ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ واو ترتیب کا ہوتا ہی نہیں۔ اب

انی متوفیک کا اصل مطلب سنئے۔

جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنے دین کی تبلیغ فرمائے تھے۔ تو یہودیوں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت تھی اور حضرت عیسیٰ مسیح کو اپنی جان کا سخت خطرہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تسلی کے لئے فرمایا کہ انی متوفیک و رافعک الی یعنی اے عیسیٰ! تو دشمنوں سے خوف نہ کر کہ یہ تجھے نہ سولی پر چڑھا سکتے ہیں اور نہ قتل کر سکتے ہیں بلکہ میں تمھارے کو طبعی موت دوں گا اور جب تو دشمنوں کے زخمے میں پہنچے گا۔ تو میں تمھارے کو اپنے پاس اٹھالوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دشمنوں کے زخمے میں پہنچے تو اللہ نے ان کو بچایا اور مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنی کتاب سراج منیر ص ۳۰ پر یہ مانا ہے کہ انی متوفیک و رافعک الی تسلی کے لئے حضرت عیسیٰ کو الہام کیا گیا تھا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کو تسلی کے لئے خدا نے پہلے یہ فرمایا عفوا اللہ عنکس کے بعد یہ فرمایا میں اذنت لهم پس دونوں جگہ رفع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

دوسری دلیل:

قادیانی وفات مسیح کے ثبوت نہیں لائے ہیں۔ اور عیسائی جیسا مانتے ہیں وہ ظاہر ہے پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انتقال (طبعی موت) نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ ابھی تک زندہ آسمان پر ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ملک عرب (دمشق) میں آسمان سے اپنے مادی جسم کے ساتھ اتریں گے۔ قتل دجال فرمائیں گے۔ شادی کریں گے اولاد ہو گی۔ پھر مدینہ منورہ میں اپنی طبعی موت سے انتقال فرمائیں گے۔ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں جو ایک جگہ خالی ہے وہاں پر دفن کئے جائیں گے۔ بھراللہ دونوں بالتوں کا ثبوت قرآن شریف سے ہو گیا۔

قادیانی اس موقعہ پر یہ کہتے ہیں کہ رفعہ اللہ سے مراد رفع درجات ہے نہ کہ رفع جسم مادی یہ ان کا ایک قسم کا دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ اگر رفع سے مراد رفع درجات لیا جائے تو اس سے وماقلتوہ وماصلبوہ کی تردید ہوتی ہے۔ یعنی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو سولی

دی گئی اور قتل کیا گیا تاکہ رفع درجات ہو حالانکہ خدا سولی و قتل کی نعمت کرتا ہے۔ یہ امر قبل سوال ہے کہ جب رفع درجات مراد ہے تو نعمت قتل و صلب کے بعد بدل کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت ادریس علیہ نبی وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ورفعناء مسکانا علیہا۔ اس آیت میں بدل نہیں ہے اور نہ ایہ ہے ہے پس اس آیت سے حضرت مسیح کے متعلق ان کے مادی جسم کا ذکر ہے کہ ان کے مادی جسم کو نہ سولی دی گئی اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اس مادی جسم کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔ پس رفع درجات کی تاویل مخفی دھوکہ ہے۔ رفع درجات کے لئے وکان اللہ عزیزاً حکیماً ۵ کا کیا تعلق اور اس کی ضرورت کیا۔ اس لئے کہ شہداء کے رفع درجات تو ہوتے ہیں۔ یہ تو عام بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے غلبہ و حکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ اسی لئے کہ عالم لوگوں کے نزدیک مادی جسم کا آسمان پر جانا اور وہاں پر اتنے دنوں تک قیام اور پھر دنیا میں نزول ایک تجھب کی اور ان ہونی سی بات معلوم دیتی ہے۔ مگر اللہ اس پر غالب ہے۔ وہ اپنے غلبہ سے مادی جسم کو آسمان پر لے گیا اور اپنی حکمت سے اب تک رکھے ہوئے ہے اور وقت مقررہ پر دنیا میں پھر نزول کرائے گا۔ آیت زیر بحث سے ہم نے حضرت مسیح کارفع الی السماء اور نزول ثابت کیا ہے اب ہم قادر یانوں کی دلیلیں بیان کر کے شافی جواب تحریر کرتے ہیں۔

ایک آیت اور پیش کرتے ہیں فلمَا تُوفِيَتِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ یعنی اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان پر نکھلان تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ گفتگو حضرت مسیح علیہ السلام کی اور خدا کی قیامت کے دن کی ہے اور بیک قیامت سے قبل حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوں گے ہم مسلمان اس کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔ دمشق ناہی شہر میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ باب لذ پر دجال کو قتل فرمائیں گے۔ شریعت محمدیہ کی تبلیغ فرمائیں گے۔ مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ شاہی کریں گے اولاد ہو گی اس کے بعد حسب وحدۃ خداوندی (انی متوفیک) آپ طبعی موت سے مریں گے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت ابو عبڑہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے درمیان اس مزار مقدس سے اٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے مخفی یہ سوال کرے گا کہ کیا مثیث (خدا کے ماننے) کی تعلیم آپ نے (اے

عیسیٰ) دنیا میں دی تھی؟ حضرت سعیج اس کا یہ جواب دیں گے کہ اے خدا تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں کیوں کہتا۔ اصل سوال کا جواب فتحم ہو گیا۔ مگر چونکہ حضرت سعیج کو اپنی بیزاری کے ساتھ ان کی سفارش بھی کرنی تھی۔ اس لئے استحقاق شفاعةت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ فرمایا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ میں ان کا تمہابان تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا۔ تو تو ہی ہر چیز کا تمہابان ہے۔ جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے۔ اس سے آگے ان کی ضمناً سفارش بھی کی ہے کہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں۔ کوئی تجھے روک نہیں سکتا اگر تو ان کو بخشنے تو تو بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ پس اس آیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ سعیج علیہ السلام اس وقت مردہ اور فوت شدہ ہیں، کسی طرح ٹھیک نہیں۔

تمیری ولیل:

قادیانی وفات سعیج کے سلسلہ میں ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ
کانا کلان الطعام.

یعنی حضرت سعیج اور ان کی ماں علیہما السلام کھانا کھاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اب مر گئے اس لئے کھانا نہیں کھاتے۔ یہ قادیانیوں کا خیال ہی خیال ہے۔ اس لئے اول تو کانا کے لفظ سے زمانہ حال کی نفعی نہیں ہوتی۔ دوسرے کھانا نہ کھانے سے زندگی محال نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وصال صوم یعنی ایسے روزوں سے منع فرمایا ہے کہ جن میں رات میں بھی کچھ نہ کھایا جائے بلکہ پے در پے بے آب و نان گذارا ہو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضرت آپؐ کیوں وصال کیا کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ انی آیت یطعمی رہی ویسقینی۔ یعنی میں رات گذارتا ہوں میرا رب مجھے کھانا کھلاتا ہے۔ پانی پلاتا ہے۔“ اسی طرح حضرت سعیج بھی خدا کے پاس ہیں وہ انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے اور اصحاب کھف قرآن شریف کے فرمان کے بھوجب غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے۔ جس طرح خدا نے اپنے پاس زندہ رکھا اور زندہ رکھے گا۔ اور اس میں کوئی استحالة نہیں ہے پس یہ ثبوت بھی مرزا نیوں کا مخفی وحوكا اور فریب ہے۔

چوتھی ولیل:

قادیانی وفات سعیج کے سلسلہ میں یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

اور اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے قبل جتنے نبی تھے وہ سب فوت ہو گئے۔ خلت کا ترجمہ جو مرزا اور مرزا ای حضرات فوت ہو جاتے اور مرجانے کا کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے خلت کا معنی مرنے کے نہیں آتے بلکہ گذرنے خالی ہونے وغیرہ کے ہیں۔ جیسے خدا نے فرمایا: وَإِذَا خَلَوَ الْأَلَى شَيَاطِينِهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سِنْ فِي الْأَيَامِ الْخَالِيَةِ۔ ان آتوں میں کہنی موت کے معنی نہیں۔ مگر آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ تجھ سے پہلے کل نبی اپنے اپنے وقت میں کام کر کے چلے گئے یعنی ان کے فرائض نبوت ختم ہو گئے۔ اس آیت کو بھی حضرت مسیح کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔

پانچویں ولیل:

قَادِيَانِي أَيْكَ آيَتْ يَهْ بَعْدِ بَيْشِ كَرْ كَمْ مُسْلِمَانُوںْ كُو دُھوْكَا دِيَتْ ہِيَنْ۔

وَمَا جَعَلْنَا الْمُشْرِكَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَلْدَ

یعنی کوئی بشر بیشہ زندہ نہیں رہا۔ یہ آیت بھی وفات مسیح ثابت نہیں کرتی۔ اس لئے کہ ہم کب مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بیشہ زندہ رہیں گے ہم تو یہ مانتے ہیں کہ قیامت سے قبل حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نزول فرمائیں طبی موت مریں گے۔

چھٹی ولیل:

قَادِيَانِي بِسَلْسلَهِ وَفَاتَتْ مُسْكِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَهْ آيَتْ بَعْدِ بَيْشِ كَرْ كَمْ كَمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكُوَةِ مَادِمْتَ حَيًّا

مرزا نے اس آیت کو پیش کر کے محض زکوٰۃ پر ہی زور دیا ہے کہ آسمان پر زکوٰۃ کس کو ادا کرتے ہوں گے اور کیا دیتے ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مر گئے۔ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہی ہے۔ انسان کب اور کہاں مکلف بالشرع ہوتا ہے۔ اس دنیا میں یا اس دنیا کے علاوہ اور بھی کہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں زندہ ہی تھے کیا وہ جنت میں بھی کسی قسم کی عبادت کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے تو ثبوت پیش کرو۔ اگر نہیں تو حضرت میں علیہ السلام آسمان پر وہ کیسے مکلف ہوئے؟ نیز زکوٰۃ تو وہ دینتا ہے جو مال والا ہو۔ یہ ثابت کیجئے کہ حضرت عیسیٰ صاحب مال ہیں۔

ساتویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا:
 والسلام یوم ولدث و یوم اموت و یوم ابھت جو
 مرزا کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنی پیدائش اور وفات اور دوبارہ بعثت کا ذکر
 کیا۔ مگر آسمان پر اخھائے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے وہ مر گئے۔ کیا اچھا ثبوت ہے۔
 عدم ذکر سے عدم شری لازم نہیں آتا۔ دوسرے ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح کو اپنے آسمان پر
 اخھائے جانے کا اس وقت علم ہی نہ ہو۔ تو کیسے اس کا ذکر کرتے۔ پس اس آیت سے بھی
 وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔

آٹھویں دلیل:

قادیانی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔
 اوترقی لفی السُّماء قل سبحان رَبِّی هل كُنْتَ الْأَبْشَارُ أَسْوَلاً۔
 مرزا اس آیت پر یہ کہتے ہیں۔ کفار مکہ نے آنحضرتؐ سے درخواست کی آپ
 آسمان پر چڑھ جائیں۔ جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر چڑھ جائے۔
 پس مسیح بعد عصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ بعد موت گئے ہیں۔
 مرزا نے اس کے ترجمہ میں بہتان سے کام لیا ہے۔ عادت اللہ کس لفظ کا ترجمہ
 ہے یہ بالکل تحریف ہے آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے
 کہا تھا کہ جب تک تم آسمان پر نہیں چڑھو گے ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ جواب ملا
 کہ خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ ایسے کاموں سے عاجز نہیں وہ تو عاجزی سے پاک ہے
 ہاں میرا کام نہیں کہ میں خود بخود چڑھ جاؤں۔ میں تو صرف اس کا رسول ہوں جو مجھے ارشاد
 ہو گا۔ تعلیل ارشاد کو حاضر ہوں بتلائیے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم
 آسمان پر جائے۔ مرزا نے سماں ربی کے معنی تو خوب تراش لئے کہ ایسے خلاف عادت
 کام کرنے سے میرا خدا پاک ہے۔ مگر حل کفت الا بشر ارسولا کو کیا کریں گے جو عہد عبودیت
 کا مظہر ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سوال کا مخاطب نہیں ہو سکتا اس
 آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

نویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

و منکم من یتوافقی و منکم من یرد الی ارذل العمر لکيلا یعلم

بعد علم شنیاً

اس آیت کو پیش کر کے یہ کہا گیا کہ آدمی اپنے عمر طبعی کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔ پس

حضرت مسیح بھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر مر گئے۔

مرزا کا یہ خیال ہی خیال ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کے عمر طبعی کا خیال کر کے

مرزا انہل سے یہ بات کہی ہے، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ شروع زمانہ سے لوگوں کی عمر طبعی کتنی ہوتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھئے کہ ساڑھے نو سو برس تک تو محض

تلخی فرمائی، نہیں معلوم کہ ان کی عمر طبعی کس قدر تھی۔ بعض نبیوں کی چودہ چودہ سو برس تک عمر ہوتی ہے۔ بقول تفسیر ابن کثیر حضرت مسیح تین تیس برس کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی عمر طبعی کا اندازہ کوئی غیر محمد و زمانہ ہے۔ جس کی مثال دنیا میں آج تک کسی فرد بشر پر نہیں آئی۔

وسویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں

ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین ۵

اس آیت کو پیش کر کے یہ کہتے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا اس لئے کہ جگہ اور گذارے کی جگہ زمین ہے۔ مگر اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت مسیح رہنے والگذارہ کرنے آسمان پر نہیں گئے ہیں بلکہ عارضی طور سے ہیں ورنہ اس آیت ولکم فتحا منافع و مشارب افلا تکروں سے محض یہی ماننا پڑے گا کہ سوائے چار پاپیوں کے اور کسی میں منافع نہیں اور سوائے ان کے دو دوہ کے اور کچھ نہیں پی سکتے۔ حالانکہ ہم تمام دنیا کی چیزوں سے ستفع اٹھاتے ہیں اور پانی، شربت اور مال کا دو دوہ پیتے ہیں اسی طرح ہم محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محمد ہی اللہ کے رسول ہیں اور مویٰ۔

ویسی اللہ کے رسول نہیں ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آسمان عارضی مستقر ہو سکتا ہے۔
چنانچہ اس وقت حضرت مسیح کے لئے آسمان عارضی مستقر ہے۔

گیارہویں دلیل:

قادیانی ایک آئت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

وَمِنْ نَعْمَرَهُ نَكَسَهُ فِي الْعُلُقِ

یعنی درازی عمر میں حواس و عقل زائل ہو جاتی ہے۔ پس مسیح کی عقل میں فرق
آگیا ہونگا۔ اس لئے وہ مر گئے ہوں گے۔

مرزا نے اپنی عمر پر مسیح کی عمر کو قیاس کیا ہے۔ حضرت نوح جوساڑھے تو مدرس تک
تبیخ کرتے رہے تو بقول مرزا اس درازی عمر میں وہ حواس و عقل کھو چکے ہوں گے اور اسی
بدحواسی و بے عقلی کی حالت میں تبلیغ کرتے ہوں گے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرزا کی درازی
عمر کو سامنے رکھ کر حضرت نوح " یا حضرت عیسیٰ " کی درازی عمر کو نہیں دیکھنا چاہئے۔
بہر حال اس آئت کو دفاتر سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

بارہویں دلیل:

قادیانی ایک آئت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

إِنَّمَا مِثْلُ الْحَبْوَةِ الدُّنْيَا كَمَاءُ اَنْزَلْنَا لَأَنَّ السَّمَاءَ فَاخْتَلَطَ بِهِ

نبات الارض مما يأكل الناس والا انعام

یعنی کھجت کی طرح انسان بعد کمال زوال کی طرف رخ کرتا ہے۔ پس مسیح بھی
کمال سے زوال کی طرف آئے اور مر گئے۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اکثر بچے
ایک سال کے ہی مر جاتے ہیں اس کے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی بعض ایسے بھی ہوتے
ہیں کہ حضرت نوح " کی طرح ہزار سال تک اس کمال کو نہیں پہنچتے۔ اسی طرح حضرت مسیح کو
بھی ابھی وہ کمال نہیں آیا ہے جس کے بعد ان کو زوال آتا ہے اور اس میں کیا استحالہ ہے۔
پس یہ آئت بھی مرزا یوں کے لئے مفید نہیں ہے اور ان کا دعا اس سے بھی ثابت نہیں
ہوتا۔

تیرہویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِذَا انْهَمْ لِيَا كَلُون

الطعام و يمشون في الأسواق ۵

اس کا مفصل جواب اوپر گذر چکا ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کو کھلاتا پلاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال صائم کے موقع پر فرمایا۔ اور زندگی کے لئے کھانا اور پاہاڑوں میں چنان ضروری نہیں ہے۔ بہر حال اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے۔

چودہویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں:

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يَخْلُقُونَ

امواتٍ غَيْرَ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ ایمان یعثون ۵

کہتے ہیں کہ اس آیت میں مصنوعی معبدوں کی موت کی خبر دی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح بھی ان کے مصنوعی معبد تھے۔ اس لئے وہ بھی مر گئے۔

اس میں بھی مرزا یوسف نے دھوکا کھایا ہے۔ اول تو یہ مسائیوں کے مصنوعی معبد حضرت مسیح نہ تھے بلکہ یوسف تھے۔ جس کو مرزا نے بھی مانا ہے۔ دوسرے اس آیت میں لفظ اموات ہے جو صحیح ہے میت کی میردہ کوئی کہتے ہیں اور بے جان کو بھی آیت شریفہ میں مصنوعی معبدوں سے مورتیاں مراد ہیں، جملہ مصنوعی معبدوں بے جان اور جاندار مراد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے مورتیوں کے علاوہ دوسرے مصنوعی معبدوں کی معبدیت کے باطل ہونے کی دلیلیں دوسری آیت میں موجود ہیں۔ ہنس اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح مر گئے۔

پندرہویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین
اور کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے مجھ ان کے
بعد نہیں آ سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو گئے یہ بھی ایک قسم کا دھوکا بلکہ نافہی ہے۔ پیک
آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ حضرت مسیح
پہلے تورات کے تابع احکام تبلیغ کرتے رہے اسی طرح بعد تشریف آوری قرآن شریف کے
تابع ہو کر رہیں گے اس میں کوئی حرج نہیں۔

آنحضرت نے ارشاد فرمایا: لو کان موسیٰ حجا لاما و مسح الا اباعی۔ خدا
نے سب نبیوں سے عام طور پر وعدہ لیا ہے کہ جب تمہارے زمانہ میں کوئی رسول آئے تو تم
اس کو مان لینا اور اس پر ایمان لانا پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں۔

سولہویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

فاسٹلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

اس آیت کو پیش کر کے مرزا کہتے ہیں کہ وفات مسیح کے متعلق اہل کتاب سے
دریافت کرو۔ اہل کتاب حضرت مسیح کی طبعی موت کے متعلق کچھ نہیں کہتے ہیں اور قرآن
شریف سولی اور قتل کی تردید کرتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے۔

ستہویں دلیل:

قادیانی ایک آیت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔

یا أیتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۵

مرزا کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مرے نہیں۔
خدا کے نیک بندوں میں نہیں ملتا اور بوجب حدیث معراج حضرت مسیح نیک بندوں میں
داخل ہو چکے ہیں۔ اس لئے ضرور فوت شدہ ہیں۔

یہ بھی مخفی غلط اور دھوکا ہے۔ اس لئے کہ موجب شہادت حدیث معراج

خود آنحضرت ﷺ نیک بندوں میں داخل تھے یا نہیں؟ پھر آپ اس کے بعد دوسری زندگی سے آئے تھے۔ یا اسی زندگی سے؟ حالانکہ آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ جب نیک بندے بوقت قیامت قبروں سے انھیں گے تو اس وقت خدا کے فرشتے ان سے کہیں گے۔ اے نفس خدا کے ذکر سے تسلی پانے والے! خدا کی طرف چل اور راضی خوشی خدا کے نیک بندوں میں داخل ہو۔ (تفہیر معالم، اس کو صحیح کے فوت ہونے سے کیا تعلق؟)

اٹھار جو میں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ نَمَّ رَزَقَكُمْ نَمَّ يَمْنَعُكُمْ نَمَّ يَحِيِّكُمْ.

مرزا کا کہنا یہ ہے کہ اس آیت میں چار واقعات انسان کی زندگی کے ہیں۔ پیدائش پھر انسان کی تحریک و تربیت کے لئے رزق مقسم ملنا پھر اس پر موت وارد ہونا پس معلوم ہوا کہ مسح فوت شدہ ہیں۔ مگر شاید مرزا کو یہ معلوم نہیں کہ تحریک اور تربیت کی حدود مختلف ہیں۔ اور رزق مقسم بھی ہر زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسح ثابت نہیں۔

انیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٌ وَيَقِنُ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْأَكْرَامِ.

اس میں بھی مرزا کو دھوکا لگا ہے یا مرزا دوسروں کو دھوکا دے رہے ہیں اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہر زمین والے کو فادا من کیر ہے۔ لفظ علیہا پر غور کیجئے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر زمین والا ایک نہ ایک دن فنا ضرور ہو گا۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسح ثابت نہیں۔

بیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُتَقْبِلِينَ فِي جَنَّةٍ وَنَهْرٍ فِي مَقْعِدٍ صَدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ.

یعنی خدا کے پاس جا کر بندے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ موت کے بعد ہے۔

پیشک اس آیت میں جس جنت کا ذکر ہے وہ بعد موت ہی ہے مگر اس آیت سے یہ کہاں ثابت ہے کہ حضرت مسیح مر گئے اور مرنے کے بعد جس جنت میں آدمی جاتا ہے۔ اس جنت میں چلے گئے۔ پس اس آیت کو بھی وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔

اکیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں:

اینما تکونوا يُذْرِكُمُ الْمَوْتَ وَلَوْ كُنْتُم فِي بُرُوجٍ مشیدة ۵
فرماتے ہیں کہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہاں ہو موت اور لوازم موت اس پر جاری ہو جاتے ہیں۔ پیشک صحیح ہے لیکن اپنے اپنے وقت مقرر پر۔ ارشاد ہے۔ اذا جاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ مَسَاعِهِ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔ کون کہتا ہے کہ حضرت مسیح کو موت نہیں آئے گی۔ آئے گی ضرور لیکن اپنے وقت پر۔ پس اس آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح مر گئے۔

بائیسویں دلیل:

قادیانی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں:

ما تکم الرسول فلخدوه وما نهکم عنہ فلاتنهوا ۵
یعنی جو تم کو یہ رسول دیں وہ لے کو اور جس سے منع کریں اس سے ہٹ جاؤ۔ مرتضی اس آیت کو پیش کر کے یہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو دیا ہے اعمام رائی مابین السنتين الى السبعين واقلهم من یجوز یعنی میری امت کی عمریں سانحستہ کے درمیان ہیں اور بہت کم اس سے زیادہ بڑھیں گے، نیز آنحضرت ﷺ نے انتقال کے وقت فرمایا:

مامن نفس منفوسه یاتی علیها مائۃ سنۃ وہی حیۃ۔
بھی حدیث تو بالکل صاف ہے اور مرتضی اکے دعویٰ وفات مسیح سے ان کا کوئی تعلق

نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں ہر تجاذب ہونے کا بھی شہوت ہے۔ اور حضرت مسیح ان عی میں سے ہیں۔ دوسرے یہ حدیث آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے متعلق فرمائی ہے اور حضرت مسیح ابھی آپؐ کی امت میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور جب آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دنیا میں دوبارہ تحریف لا کر آپؐ کی امت میں داخل ہوں گے تو ساتھ سال سے کم زندہ رہ کرفوت ہو جائیں گے۔

دوسری حدیث کا ترجمہ مرزا نے یوں کیا ہے کہ جوزین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سوریس سے زیادہ نہیں رو سکا۔ مرزا نے اس میں تحریف سے کام لیا ہے اس حدیث میں لفظ علی ظہر الارض بھی تھا جس کے ستی ہیں کہ زمین کے جاندار۔ یعنی جو جاندار زمین پر ہیں۔ آج سے سوال سمجھ کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ یعنی ان کی نسل رہ جائے گی۔ خود نہیں رہیں گے۔ چونکہ حضرت مسیح زمین پر تو تھے نہیں جس سے مرزا کی ولیل میں ضعف آتا تھا اس لئے حدیث پر ہاتھ صاف کرنا چاہا اور تادیل یا تحریف کر دی کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جوزین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا۔ حالانکہ حضرت مسیح کے متعلق آنحضرت ﷺ کے فرمان علیحدہ موجود ہیں۔ کہف اذا انزل فیکم اہن مریم من السماوہ واما مکم فیکم یعنی کیسے اوجھے ہو گے تم جس وقت مسیح ان مریم آسمان سے اتریں گے اور تمہارا المام تم میں سے ہو گا۔

اب ہم اس مضمون کو غیرم کرتے ہیں۔ اللہ قادر یا نبی کو قبول حق کی توفیق دے اور قرآن کی کنزیونٹ کے پدر جرم سے باز رکھے۔ والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



ایک سابق قادیانی کے قادیانیوں کو مفید مشورے

محمد مسلم بھیروی

قادیانی حضرات کے لئے چند غور طلب حقائق:

قادیانی سربراہ طاہر مرزا ایک مات کھایا راہنمائی نہیں بلکہ پٹا ہوا سیاستدان بھی ہے اس نے سیاست میں پہلی بارٹی کے ذریعے اقتدار پر چھا جانے کی کوشش کی مگر ذوالفقار علی بھٹو نے بروقت کارروائی کر کے سارے خواب ملیا میث کر دیئے اب وہ ایک مت指控 مذہبی راہنمائی کی طرف لندن سے کیسٹوں تحریروں خفیہ اور اعلانیہ طریقوں سے اپنے مریدوں کو پاکستان میں مسلسل اشتغال دلا کر حکومت سے مکراہ اور ملک میں گڑ بڑ کی کوشش کر رہا ہے اب اس کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی طور پر اشتغال اور گڑ بڑ کرا کے حکومت کو فیل کر دیا جائے اور پھر فاتحانہ طور پر پاکستان واپس آ کر حکومت سنجالے مرزا غلام احمد سے لے کر طاہر احمد تک سب کے الہامات خوابوں اور تحریروں میں ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے حکومت اور اقتدار کی بشارت اور اس مقصد کے نے انہوں نے یہ طریقہ سوچا ہے کہ جید و مرشد بن کر مریدوں کے خلوص اور ایثار سے حکومت کے حصول کا مقصد حاصل کرو چنانچہ ایک طرف وہ مریدوں کا حکومت اور اقتدار کی بشارتیں دیتے ہیں اور ساتھ ہی انہیں یہ نصیحت بھی کرتے رہتے ہیں کہ یہ مقصد بغیر قربانیوں کے حاصل نہیں ہو سکتا اس کے لئے جانی قربانیاں دینی پڑیں گی اور مالی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ نادان مرید یہ نہیں سوچتے کہ اگر حکومت آئی وہ تو پھر یعنی طاہر مرزا اور ان کے خاندان کی آئے گی جن کو فرنٹ ناپ قادیانی رائل فیلی کے خطاب سے بھی نوازتے ہیں مرید قادیانیوں کو حضرت ویاس ہی ملے گی۔ اول تو وہ پہلے ہی قربانی کے بکروں کی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں طاہر مرزا کی بھیث چڑھ چکے ہیں۔ لیکن

جونگ گئے وہ طاہر مرزا ایساں کی حکمران اولاد کے غلام ہو کر رہ جائیں گے اور اب تو پھر بھی جب کبھی ان کو ہنی غلامی سے نجات ملتی ہے یا پھر عقل و شعور استعمال کر کے قادیانیت کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے تو وہ قادیانیت کے چنگل سے ٹکل کر امت محمدیہ کی پناہ میں تو آ جاتے ہیں اور مسلمانوں کی حمایت سے کسی رائل فیملی کی مجرم یا ان کے پالتو جماعتی عہدیداروں کو ان کا بال بیکا کرنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن اگر خدا نخواستہ طاہر مرزا حکمران ہو گا تو سوائے کمل غلامی کے کیا چارہ ہو گا اب بھی جماعت کے بڑے بڑے عہدوں اور دفتروں کے اعلیٰ افسر سب رائل فیملی کے افراد ہیں تو ان کو حکومت میں ہر جگہ رائل فیملی کے مجرم ہی (Keyposts) ذمہ دار اسامیوں پر متعین ہوں گے۔

آپ لوگوں کو بچپن ہی سے قادیانی تنظیم کے لشیخ پروگرام اور جلوسوں کو رسوں اور امتحانوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ”اہل بیت“ یعنی مرزا صاحب اور ان کی اولاد عام قادیانی افراد سے بہت اعلیٰ ہے اور رائل فیملی کے ایک بچے کا نام بھی بڑی تنظیم سے لیتا چاہئے اور خلافت بھی اسی خاندان سے باہر نہیں جا سکتی۔ اس زمانے کی راہنمائی اور حکمرانی کے لئے اللہ میاں نے بس مرزا کے خاندان کو مجن لیا ہے۔ پس تم سوچو ان کی کامرانی میں تمہیں کس قدر پست درجہ کی غلامی سے گذرنا پڑے گا۔ اب تم اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے دوسروں کے جلوسوں جلوسوں میں شرکت کر کے شور شرابا کر لیتے ہو۔ مگر طاہر مرزا جیسے کثر مذہبی پیشوں کے دور میں کیا تم ذرا سی بھی تنقید کر سکو گے یا کوئی اصلاحی پہلو یا تجویز پیش کر کے زندہ رہ سکو گے۔ جو سربراہ اس در بذرخواروں کے دور میں اپنے مریدوں سے ذرا سے اختلاف رائے پر اخراج از جماعت بائیکاٹ حقہ پانی بند اخراج از گھر بار کی سزا میں دے دیتا ہے، وہ حکمرانی کے دور میں کیا کیا ظلم ڈھانے گا۔ ابھی وقت ہے کہ آپ لوگ اپنے سربراہوں اور ان کے لوٹوں چچوں کی چالیں سمجھیں اور ان کی بشارتوں کے چک میں آ کر آئے دن اپنے بھائی بند بال بچوں کو کٹواتے نہ پھریں آپ کے سربراہ اور ان کے حواری ہی آپ کو کلمہ لگا کر بازاروں میں گھونٹنے پر اکساتے ہیں۔ کبھی قادیانی کی تبلیغ پڑو سیوں اور گھروں اور دوستوں میں کرنے پر زور دیتے ہیں۔ کبھی اپنے گھروں اور نمایاں جگہوں پر کلمہ لکھنے کو کہتے ہیں کبھی چھپ چھپ کر اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر گلی محلوں میں علمائے اسلام کے خلاف اشتہار لگانے کو کہتے ہیں۔ کبھی عامۃ المسلمين کو اشتغال دلانے کے لئے

جگہ جگہ خطرے میں پڑ کر پوشرٹ لگواتے ہیں ان سب باتوں کے باوجود اپنی جانیں مصیبت میں ڈال کر ایسی کارروائیاں کرنے کے بعد بھی آپ کو ہر خطہ میں یہ تمغہ دیتے ہیں کہ ابھی تمہارے ایمان کمزور ہیں اس لئے تم پر اللہ کی مار پڑ رہی ہے اور مصائب و آلام آرہے ہیں اس لئے تم پہلے سے بڑھ کر چندہ دو۔ تم میں مال کی حوصلہ ہے کہ چندہ کم دیتے ہو شرح سے کم دیتے ہو اپنی آمد فی کم لکھوا کر اللہ میاں کو دھوکہ دیتے ہو..... چندہ دو گنا کرو چو گنا کرو..... جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہو..... قادیانی حضرات اب بھی وقت ہے کہ فہم و فراست سے کام لو اور درج ذیل امور پر غور کرو۔

۱۔ کیا آج تک کوئی رائل فیملی کا فرد یعنی پرکلمہ طیبہ کا بیچ لگا بیچ بازار یا کسی پلک مقام پر نظر آیا۔ اگر نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو کیوں خطرہ میں ڈالیں۔ الو کے پیشے (یعنی عقل کے دشمن) مرید جو ملے ہوئے ہیں بکروں کی طرح قربان ہوتے رہیں گے ہم کیوں قربان ہوں ہم نے تو حکومت کرنی ہے۔

۲۔ کیا کبھی کسی رائل فیملی کے فرد کو عامته اسلامیں میں کھلے بندوں قادیانیت کی تبلیغ کرتے دیکھا؟ ظاہر ہے کبھی نہیں کیونکہ اس میں پٹائی کا ڈر ہوتا ہے اور رائل فیملی کی کھال بڑی نازک ہوتی ہے۔

۳۔ کیا کبھی کسی ایسے ملک میں کسی رائل فیملی کے ممبر کو تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے جہاں تبلیغ میں مشکلات اور مصائب ہوں جیسے روس افغانستان سعودیہ وغیرہ ظاہر ہے جواب یہی ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ جن ممالک میں معنوی مشکلات ہیں ان میں بھی نہیں بھیجا گیا ہاں جہاں عیاشی ہو سکتی ہے۔ مثلاً جمنی انگلینڈ اور فرانس وہاں اکثر ڈیرے ڈالے رہتے ہیں آپ کے حضرت مرتضیٰ مبارک احمد (ظاہر مرزا) کے بڑے بھائی جو آپ کے چندوں کا کروڑوں روپیہ ڈکار گئے اور پھر بھی شاہی خاندان میں سے ہونے کے باعث حضرت صاحبزادہ کھلاتے ہیں کو تو

سوئیشرز لینڈ جمنی فرانس جیسے ملکوں کے علاوہ کہیں کی رہائش پسند ہی نہیں آتی کیون نہ ہوشہزادوں کے لائق تو وہی ملک ہیں آخر کل کو انہیں آپ کا بادشاہ بھی بنتا ہے ابھی نے شاہانہ عادات و اطوار اپنا نئیں گے تو کل کو بادشاہ بنیں گے۔

۴۔ کیا کبھی کسی غریب قادریانی رشتہ داری کے علاوہ کے خلیفہ یا رائل فیملی کا کوئی فرد بیماری مصیبت یا پریشانی میں دادرسی کے لئے آیا؟ یا آپ ہی کرائے خرج کر کر کے قصر خلافت جا کر نذرانے دیتے رہتے ہیں اور اپنے پیٹ کاٹ کر چندے نچاود کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ خلیفہ صاحب کی تعلیم ارشاد میں جو قادریانی مارے جاتے ہیں یعنی اپنی جان سے جاتے ہیں کیا کبھی ان کے لواحقین کی رہائش اور معاش کا مستقل انتظام کیا گیا۔ آپ تو ان کو شہید کہتے ہیں اس لحاظ سے تو ان کے لواحقین کے لئے پہلے سے بہت اعلیٰ اور قبل رہنک معاشری حالت اور اعلیٰ رہائش کا فوری انتظام ہوتا چاہئے۔ جب کہ ہو یہ رہا ہے کہ ان کے لواحقین کسپرسی کے عالم میں پڑے ہیں اور کمانے والا مرزا طاہر احمد کی راہ میں قربان ہو چکا ہے اس لئے قاتے پڑ رہے ہیں طاہر مرزا قادریانی کرتا وہرہتا اب نئے بکروں کی تلاش میں ہیں پرانے جو قربان ہو گئے ہیں ان کے لواحقین سے کیا ملے گا اب تو صرف یہ طمعنہ رہ گئے ہیں کہ مرنے والا چندہ دینا تھا ان کے لواحقین کا ایمان کمزور ہے کہ چندہ نہیں دے رہے۔

۶۔ رائل فیملی کے بچوں تک کے ربوہ میں شاندار ذاتی بیگنے بن گئے لیکن دفتروں کا عملہ اور پرانے کارکن ۱۹۳۹ء سے لے کر ٹوٹے پھوٹے کوارٹروں میں رہ رہے ہیں ان کو رائل فیملی جیسے بیگنے تو خواب و خیال ہی سمجھی لیکن ان کو ٹوٹے پھوٹے کوارٹروں کے حقوق ملکیت ہی دے دیجے جاتے ایسا کیوں نہیں ہوا؟

مرزا قادیانی کے خاندان کے لئے تو بہشتی مقبرہ ربوہ کا ایوان خاص چہارو یواری کے اندر کا مخصوص علاقہ ریزرو ہے شاید قادیانیوں کے نزدیک جنت میں بھی اس فیملی کے لئے کوئی تدفین کے لئے اسی طرح مخصوص مرکزی سہانا مقام ریزور ہو گا) لیکن ربوہ سے باہر عام قادیانیوں کی تدفین کے لئے کیوں علیحدہ قبرستانوں کا انتظام نہیں کیا جاتا؟ جب کہ سالہا سال سے مسلمانوں کے قبرستان ان کی لاشوں کو برداشت نہیں کرتے اور آئے دن عام قادیانیوں کی لاشیں مسلمانوں پر کے قبرستان سے نکال دی جاتی ہیں مگر آپ کے خلیفہ صاحب اور ان کے حواری اور پادری آپ کے لئے نہ صرف یہ کہ قبرستانوں کا انتظام نہیں کرتے بلکہ حکومت سے بھی درخواست نہیں کرتے کہ قادیانیوں کے لئے قبرستانوں کا انتظام کرے حالانکہ حکومت سے درخواست کی جائے تو حکومت فوراً اس کیوٹی کے لئے قبرستان کا مفت انتظام کر دیتی ہے۔ چنانچہ لاہور کے بعض قادیانیوں نے حکومت کی اس پیش کش سے فائدہ اٹھا کر ماذل ناؤن میں قبرستان کے لئے جگ حاصل کر لی مگر جب خلیفہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا حالانکہ آج کل پورے لاہور کے قادیانی وہاں دفن ہو رہے ہیں مگر قبرستان کے لئے کوشش کرنے والے قادیانیوں سے خلیفہ صاحب سخت ناراض ہیں۔

چلئے یہ بھی آپ کو بتاتے چلیں کہ آپ کے خلیفہ صاحب کیوں آپ کے لئے قبرستان علیحدہ نہیں چاہتے حالانکہ سارے مذاہب ہی نہیں بلکہ عام برادریاں یا مسلک پر بنی لوگوں کے بھی علیحدہ قبرستان ہیں مثلاً ایسے قبرستان بھی ہیں جو صرف اہل تشیع کے لئے ہیں پھر آپ کی تدفین تو دوسرے مسلمان اپنے قبرستان میں گوارا ہی نہیں کرتے اس لئے آپ کو تو بدرجہ اولیٰ علیحدہ قبرستانوں کی ضرورت ہے مگر خلیفہ اور فیملی درج ذیل وجوہات سے علیحدہ قبرستانوں کے خلاف ہے۔

- ۱۔ اگر قادیانیوں نے ربوبہ سے باہر اپنے قبرستان بنا لئے تو ربوبہ کے جعلی بھشتی مقبرہ (جعلی اس لئے کہ اصلی بھشتی مقبرہ تو آپ کے قادیان میں رہ گیا) میں بہت کم لوگ دفن ہونے کے لئے وصیت کریں گے اس طرح قادیانیوں سے ربوبہ دفن ہونے کے لئے جو ۱۰% فیصد آمدی ماہانہ وصول کی جاتی ہے اور ساری خلیفہ اور رائل فیملی کے اللوں تکلوں پر اڑتی ہے بند ہو جائے گی۔
- ۲۔ قادیانیوں کی لاشوں کے اسی طرح باہر نکلنے کا سلسلہ جاری رہنے کا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ قادیانی اپنی لاش کی متوقع بے حرمتی سے ڈر کر زیادہ سے زیادہ ربوبہ کے بھشتی مقبرہ میں ۱۰% آمدی ہر ماہ دے کر دفن ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ وصیت کریں گے اور دن بدن آمدی زیادہ حاصل ہو گی اس لئے کیوں یہ نفع بخش سلسلہ لاشوں کی بے حرمتی کا بند کروایا جائے ویسے ایک بات ہم آپ کو یقینی بتا دیں کہ آج اگر ربوبہ سے باہر کسی مسلمانوں کے قبرستانوں سے کسی رائل فیملی کے فرد کی لاش باہر پھینکنکروادی جائے تو کل ہی سے آپ قادیانیوں کے لئے آپ کے خلیفہ صاحب کی ہدایت کے مطابق علیحدہ قبرستانوں کا انظام شروع ہو جائے گا۔
- ۳۔ آپ کی لاشوں کی بے حرمتی سے آپ کے اور عامتہ اسلامیں میں منافت بڑھتی ہے اس طرح کلمہ کے نیچ نمایاں جگہ پر لگانے اور سینوں پر آؤ دیزاں کر کے مسلمانوں کے نیچ میں شو مارنے کی تحریکیوں اور اس طرح کی دیگر تحریکیوں سے آپ میں اور امت میں نفرت اور مذاہمت بڑھتی ہے اور یہ نفرت اور اشتعال کی فضائی رائل فیملی اور خلیفہ کی گدی کے مفاد میں ہے کیونکہ جس قدر آپ کی امت محمدیہ سے نفرت اور جھگڑا بڑھے گا اتنا ہی آپ زیادہ خلیفہ کی طرف جھکیں گے کیونکہ آپ کے نام نہاد خلفاء اپنی روز بروز پالیسیوں سے باقی قوم سے اختلاف اور نفرت بڑھاتے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے میں پناہ کے طور پر آپ خلیفہ

کے آگے زیادہ سے زیادہ جھکنے پر مجبور ہوں گے اور جتنا آپ زیادہ مجبور ہوں
گے اتنا ہی ظیفہ اور رائل فیلی کی غلامی میں جکڑتے چلے جائیں گے۔

امید ہے آپ حضرات انہی عقیدت سے علیحدہ ہو کر مندرجہ بالا اور اسی طرح
باقی حقائق پر غور کریں گے اور خاندانی گدی کی غلامی سے نکل کر دوبارہ آخرین خضرت کی غلامی
قوول کر لیں گے ورنہ اب تک تو اللہ تعالیٰ آپ کو مہلت دے رہا ہے ان تھوڑے بہت
جھکلوں سے عبرت حاصل کر لیں۔ ورنہ تمہاری داستان تک نہ ہو گی۔ داستانوں میں۔

سندھ میں جو آج کل قادیانیوں کی گاہ ہے بگاہے مارے جانے کی اطلاعات مل
رہی ہیں اس سے بھی خلافت گدی کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ قادیانیوں اور مسلمانوں میں
نفرت اور عداوت کو بڑھایا جائے۔ چنانچہ حال ہی میں جو دو افراد مسلمان اور جاوید سکھر میں
دن دھاڑے آتیں اسکے اسکھ اور کھاڑی بردار افراد کے ہاتھوں مارے گئے ان میں مسلمان جاوید
۲۱ سالہ نوجوان تھا اور صرف تین سال قبل قادیانیت کے چنگل میں پھنسا تھا اس کے والدین
بھائی بہن سب ہی مسلمان ہیں یہ پچھے قادیانی تنظیم جو کراچی سے امدادی ٹیم (جو آئے دن
سکھر بھیجی جاتی ہیں) میں شریک ہو کر سکھر گیا تھا ظاہر ہے ان افراد کا قتل خلافت کی گدی
کے ایماء پر ہوا اس سے قادیانی گدی کے دو مقاصد واضح ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ قادیانیوں
کے قتل سے قادیانیوں کی مسلمانوں سے مخالفت میں اضافہ و سراسر مسلمان جاوید کے قتل سے
اس کے مسلمان رشتہ داروں کی قادیانی تحریک کے خلاف اپنے لئے ہمدردی حاصل کرنا اور
اس طرح تفرقی میں اسلامیں بھی پیدا کرنا یعنی مسلمان جاوید کے قتل کو علمائے اسلام کی
طرف منسوب کر کے اس کے مسلمان رشتہ داروں اور ان کے ہمدردوں کو علمائے اسلام سے
تفہمر کرنا۔

عامۃ اسلامیین بھی قادیانی رہنماؤں کے ان ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہیں خاص طور
پر قادیانی حضرات سے انہی کی ہمدردی میں مکر رخواست ہے کہ ذرا ہوش و خرد سے کام لیں
انہی عقیدت سے قطع نظر ساری تحریک کا مطالعہ کریں علمائے اسلام سے رجوع کریں اور
اس چنگل سے گلو غلاصی حاصل کریں دیکھئے سوائے مرزا قادیانی کی نبوت کو ڈھکو سلے کے
آپ میں اور اہل سنت والجماعت میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ آپ کا ان سے ہندو مسلم والا

فرق نہیں کہ ہر مسئلے اور طریق عبادت اور دیگر ارکان پر اختلاف ہو۔ یا آپ کھل کر مرزا غلام احمد قادریانی کو پکا باقاعدہ نیا نبی مان کر ایک نئے مذہب سے مسلک ہو کر اپنے لئے علیحدہ اقلیتی حقوق حاصل کر لیں جو کہ مسلمانوں سے قدرے زیادہ ہی ہیں یا پھر مرزا کی نبوت کے دعویٰ کو ان کی مراقب کی بیماری اور دوران سر (جو کہ خود اپنا مرض اپنی کتب میں اس نے بیان کیا ہے) کا نتیجہ قرار دے کر دکر دیں۔ اہل سنت والجماعت میں شمولیت کے لئے آپ کو اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ باقی تھوڑے بہت اختلافات بزرگان اسلام کے فیض صحبت سے بفضلہ تعالیٰ سمجھ میں آ جائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے یہی وظیرہ رکھا کہ جب اختلافات مخالفت و یکجہ تو کہہ دیا کہ مرزا اصلی نبی نہیں تھا۔ ظلی بروزی تھا اور زیادہ مخالفت و یکجہ تو اکار کر دیا۔ خلیفہ جی کے سامنے بیٹھے تو مرزا کو دیگر نبیوں سے افضل نبی کہنے لگا اور خلیفہ جی بھی مرید کی چالپوی دیکھ کر دادا جی کی نبوت بلند ہوتی دیکھ کر جھومنے لگے یا موقع دیکھا تو مرزا کی وہ تحریر دکھاوی جس میں مدح نبوت پر لعنت بھیجی ہے موقعہ دیکھا تو وہ کتاب دکھاوی جس میں مرزا نے رسول اور نبی اور ابن مریم سے بذا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ کبھی ڈھل مل یقین لوگوں سے واسطہ پڑا تو وہ تحریر دکھاوی جس کے مطابق مرزا نبی نہیں تھا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی تھا اور پہلو سے امتی ظلی بروزی تھا یعنی گول مول بات کر دی۔ اس طرح آپ محمدیہ امت کو زیادہ دیر ٹک بے وقوف نہیں بنا سکیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلسل تعبیریہ اور مہلت سے جلد فائدہ اٹھا کر رجوع الی الحق نہیں کریں گے تو صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔



فاتر العقل ۲ جب نام نماز کا وقت ہوتا تو مرزا بشیر الدین کو لا کر مدد امامت پر کھڑا کر دیا جاتا۔ بشیر الدین کبھی ہاتھ پاندھ لیتا کبھی چھوڑ دیتا۔ کبھی سجدے کھا جاتا اور کبھی سجدوں پر سجدے کیے جاتا۔ کبھی رکوع عاصب ہو جاتے، کبھی چار کی بجائے دو رکھن اور کبھی دو کی بجائے چار رکھن پڑھ جاتا۔ وہ منہ میں اول فل بکار رہتا۔ کوڑھ داعی قادیانی اس کے پیچے کھڑے اس کی حرکات دہراتے رہتے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی اس کے سامنے زبان کھوں سکے۔

قادیانیوں کا اسلامی شعائر استعمال کرنا اسلام پر ڈاکہ ہے

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ

تعمیر مساجد صرف مسلمانوں کا حق ہے یہ قرآنِ کریم کا فیصلہ ہے۔ امت کے تمام آئمہ علماء اور ہر دور کے فقہاء قضاۃ اور حضرات مفتیان کا بھی متتفقہ فیصلہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو تعمیر مساجد کا ہرگز حق نہیں تو اس صورت حال میں کہ قادیانیوں کا مسئلہ ہے ہو چکا کہ وہ اسلام سے خارج ہیں اور پھر اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مسجدیں بھی بنائیں۔

قرآنِ کریم کا یہ صاف اور واضح فیصلہ ان الفاظ میں ہے، ارشاد باری عتمانی ہے:

ما کان للْمُشْرِكِينَ ان يعْمِرُوا مساجدَ
اللّٰهِ الشَّاهِدِينَ عَلٰى انفُسِهِمْ بِالْكُفُرِ
اولنک حبطت اعمالَهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ
خالدونَ. ائمَّا يعْمِرُ مساجدَ اللّٰهِ مِنْ
امْنِ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَاقْلَامُ الصلوٰةِ
وَاتسَى الزَّكُوٰةُ وَلَمْ يَخْشِ إِلَّا اللّٰهُ فَعْسَى
اولنک ان یکون من المهدتینِ۔ (التوبہ)

مشرکوں کے واسطے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ مسجدیں تعمیر کریں حالانکہ وہ گواہ ہیں اپنے اور کفر کے۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جن کے اعمال برپا دھوئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ مساجد اللہ کی تعمیر صرف ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لا میں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے ذرنے والے نہ ہوں تو ایسے لوگ تو امید ہے کہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ نے اس امر کی وضاحت کر دی کہ مشرکین کے لیے یہ حق نہیں ہے کہ وہ مسجدیں بنائیں اور آباد کریں۔ اگرچہ آیت میں لفظ مشرکین ہے لیکن اس لحاظ سے کفر کی تمام قسمیں خواہ وہ بت پر تی کی ٹھلل میں ہوں یا ستاروں کی پرستش یا آگ کی پوجا یا سرے سے خدا کے وجود کا انکار سب کسی ٹھلل میں ہوں حکم ایک ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الکفر ملة واحده

اس بناء پر مرزاں اور قادیانی جو اپنے اس اعتقاد کی بناء پر اسلام سے خارج ہیں، ان میں اور مشرکین میں کوئی فرق نہیں، غیر مسلم ہونا جب طے ہو گیا اور مسجد کی تعمیر کا حق بعض قرآنی مسلمان کو ہے۔

لہذا یہ سوچنے کی قانوناً کوئی گنجائش نہیں کہ مرزاں تو بت پرست نہیں اگرچہ بت پرست نہیں مگر کافر تو ہیں اور ہر کافر دبت پرست کا حکم شرعی ایک ہی ہے۔ آیت مبارکہ میں صرف اس منفی پہلو ہی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ثابت پہلو سے یہ فرمادیا گیا، مسجدوں کی تعمیر اور آبادی تو صرف ان ہی لوگوں کے لیے خصوص ہے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تعمیر مساجد اہل ایمان کا کام ہے جو اپنے عمل اور عقیدے کی رو سے صحیح مسلمان ہوں۔ احکام الہی کے پابند ہوں اور ظاہر ہے کہ احکامِ خداوندی کی پابندی رسول اللہ کی اطاعت کے بغیر کیونکر ہو سکتی ہے تو جس فرقہ کا کفر ثابت ہو چکا اور انہوں نے رسول اللہ کی اطاعت کے بجائے ایک مدعاً نبوت کو نبی قرار دے لیا اور اس طرح حکم کھلا اسلام اور اصول اسلام کے بااغی ہو کر جماعت کی تنظیم کی۔ اپنے آپ کو خود امت مسلمہ سے علیحدہ کر لیا اسی حد تک نہیں بلکہ تمام دنیاۓ اسلام کے مسلمانوں کو کافر قرار دیا، اپنا قبرستان علیحدہ بنایا، اپنے حج کی جگہ قادیان پھر ربوہ تجویز کیا۔ ان تمام باتوں کے شواہد قادیانی فرقہ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور عدالت میں پیش بھی کیے گئے تو ان سب باتوں کے بعد ان کا مومن اور مسلمان ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اور جب مومن نہ ہوئے تو مساجد کی تعمیر کا حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ کی مسجدیں اللہ کی عبادات اور بندگی کے واسطے بنائی جاتی ہیں اور جو اس کا بااغی ہو اور اسلام کو مٹانے کے درپے ہو وہ ظاہر ہے کہ مسجدوں کی تعمیر کا کوئی حق نہیں رکھ سکتا اس لیے کہ اگر وہ مسجدیں بنائے گا تو اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کو مٹانے کے واسطے بنائے گا۔ اس بناء پر بنیادی طور پر یہ بات عقلناً اور شرعاً ثابت ہو گئی کہ کوئی بھی فرد یا جماعت جو خارج از اسلام ہو چکی ہو وہ اسلام کی مسجدیں نہیں بناسکتی۔

عمارت کا جو لفظ آیت مبارکہ میں ہے اس کے دو معنی ہیں، ایک ظاہری اور حسی طور پر درود بوار کی تعمیر کرنا۔ اسی شق میں اس کی مرمت، حفاظت صفائی دیکھ بھال بھی داخل ہے۔ دوسرے عبادات اور ذکر الہی و تلاوت قرآن سے اس کو آباد کرنا تو تعمیر کرنا اور آباد کرنا دونوں چیزیں ایمان پر موقوف ہیں جو ایمان والا ہو گا، اس کو اس بات کا حق پہنچے گا اور جس کا کفر واضح ثابت اور مسلم ہو چکا، وہ یقیناً کسی درجہ میں مستحق نہیں اسی وجہ سے فقهاء نے غیر مسلموں کی امداد و

اعانت کوہی مساجد کی تعمیر میں درست نہیں قرار دیا۔

ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ پر انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما عمار المساجد هم اهل اللہ

کہ مسجدوں کو تعمیر کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ والے یعنی ایمان والے ہوں اور ظاہر ہے کہ جو شخص کافر ہے وہ اللہ والوں میں کیونکہ شمار ہو سکتا ہے۔

شاهدین علی انصفہم بالکفر

کہ جو اپنے اوپر گواہ ہیں کفر کے اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوی صاحب تفسیر روح المعانی ص ۵۸ جلد ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ اپنے نفس پر کفر کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان سے وہ باقی نہ طاہر اور صادر ہیں جو ان کے کفر کو ثابت کر رہی ہیں اگرچہ اپنی زبان سے یہ شکتے ہوں کہ ہم کافر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ انسان کے مشرکان اور کافران افعال خود اس کے گواہ ہوتے ہیں، خواہ زبان سے وہ کچھ ہی دعویٰ کرتا ہوا س جگہ پر قرآن حکیم نے صرف منفی ہی پہلو بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ثابت انداز میں بحیثیت قانون یہ واضح فرمادیا کہ مسجدیں بنانے کا حق صرف اہل ایمان کو حاصل ہے اور اس کے ساتھ اقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ فرمایا گیا اس سے غرض یہ ہے کہ ان اہل ایمان کو جن کا مقصد دین اسلام کو جمیع طور پر قائم کرنا ہو اور ظاہر ہے کہ احکام دین کی اسی صورت میں اتباع اور ان کی اقامت ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی موجود ہے تو ایک نئی شریعت اور تبادل دین اور علیحدہ نہ ہب اختیار اور اختراع کرنے والی ہوئی۔ چنانچہ قادیانیوں نے اپنے قبرستان علیحدہ بنا کر اپنی مسجدیں جدا تعمیر کر کے خود اس بات کو ثابت کر دیا کہ ہم امت مسلمہ سے علیحدہ ہیں۔ وہ امت مسلمہ جس کو تمام دنیا مسلمان کہتی ہے اس سے ہمارا موت و حیات میں کوئی واسطہ نہیں۔

الغرض یہ روشن اور طریقہ ان کے کفر کا کھلا ہوا ثبوت ہیں اور یہ بھی قادیانیوں پر تمام و کمال صادق آرہے ہیں اور اگر یہ لوگ کسی عمارت کو مسجد کے عنوان سے بنا میں تو اس بارہ میں علامہ آلوی کی یہ تصریح کافی ہے، فرماتے ہیں بعض سلف مفسرین کا اس آیت کی تفسیر میں یہ قول ہے کہ ایسے لوگ اگر کوئی عمارت بنا میں تو یہ حال ہے کہ اس کا نام مسجد قرار دیا جائے۔ (روح المعانی جلد ۱۰ ص ۵۸)

قرآن شریف نے صرف اسی قانون پر انہائیں فرمائی بلکہ غیر مسلموں کے لیے مساجد

میں داخلہ بھی منوع قرار دیا، فرمایا گیا:

اے ایمان والو! مشرکین سوائے اس کے اور پچھلیں کہ جس (پلید) ہیں سوزدیک نہ آئے پائیں مسجد حرام کے اس سال کے بعد اور اگر تم کو ذر ہوتقہ و تندتی کا تو اللہ اپنے فضل سے تم کو غنی کر دے گا اگر وہ چاہے۔ بے شک اللہ حکیم۔ (آیت ۲۸، التوبۃ)

سب کچھ جانے والا، حکمت والا ہے۔

نجس کا لفظ عام ہے جو ظاہری اور معنوی ہر قسم کی نجاست کو شامل ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس میں وہ نجاست بھی داخل ہے جو آنکھ ناک یا ہاتھ وغیرہ سے محسوس ہو اور وہ بھی جو علم اور عقل کے ذریعے معلوم ہوا ہی وجہ سے ان معنوی نجاست کو بھی نجس کہا جاتا ہے جن کی گندگی اور نجاست کا حکم شریعت کے ذریعے معلوم ہوا اور اس پر وضو یا غسل واجب کیا گیا اور اسی کے ساتھ ان باطنی نجاست کو بھی شامل ہے جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے جیسے عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ اور جب کوئی قوم جھوٹے نبی کی پیروی کر کے اسلام سے خارج ہو گئی اس سے بڑھ کر اور کیا نجاست و گندگی ہو گی۔ آیت کامفہوم ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس وحی الہی کے ذریعے یہ اعلان کر دیا کہ مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد آئندہ کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہیں آ سکتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحجہ بننا کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ اس حکم خداوندی کا جا کر حرم میں اعلان کر دو۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور ہر ہر موقع پر اس اعلان کو نشر کیا گیا۔

مفتي اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ پر فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں جو حکم دیا گیا کہ کوئی مشرک آئندہ مسجد حرام کے قریب بھی نہیں آ سکتا اس میں تین باتیں غور طلب ہیں کہ یہ حکم مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے یا دنیا کی دوسری مسجدیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے تو کسی مشرک (یا غیر مسلم) کا داخلہ مسجد حرام میں مطلقاً منوع ہے یا صرف حج اور عمرہ کے لیے داخلہ کی ممانعت ہے و یہے جا سکتا ہے۔ تفسیرے یہ کہ آیت میں یہ حکم مشرکین کا بیان کیا گیا ہے کفار اہل کتاب بھی

یا ایها الذین امنوا انما المشرکون
نحو فلا يقربوا المسجد الحرام بعد
عامهم هذا وان خفتم عليه فسوف
يغنيكم الله من فضله ان الله علیم
حکیم۔ (آیت ۲۸، التوبۃ)

اس میں شامل ہیں یا نہیں؟

ان تفصیلات کے متعلق الفاظ قرآنی چونکہ ساکت ہیں اس لیے اشارات قرآن اور روایاتِ حدیث کو سامنے رکھ کر ائمہ مجتہدین نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق احکام بیان فرمائے اس سلسلہ میں پہلی بحث اس بارے میں یہ ہے کہ قرآن کریم نے مشرکین کو خس کس اعتبار سے قرار دیا ہے اگر ظاہری نجاست یا جنابت وغیرہ مراد ہے تو ظاہر ہے کہ کسی مسجد میں نجاست کا داخل کرنا جائز نہیں اسی طرح جنابت والے شخص یا حیض و نفاس والی عورت کا داخلہ کسی مسجد میں جائز نہیں اور اگر اس نجاست سے مراد کفر و شرک کی باطنی نجاست ہے تو ممکن ہے کہ اس کا حکم ظاہری نجاست سے مختلف ہو۔

تفصیر قرطبی میں ہے کہ فقهاء مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ مشرکین ہر معنی کے اعتبار سے بھی ہیں۔ ظاہری نجاست سے بھی عموماً اجتناب نہیں کرتے اور جنابت وغیرہ کے بعد بھی غسل کا بھی عوام اهتمام نہیں کرتے اور کفر و شرک کی باطنی نجاست تو ان میں ہے ہی اس لیے یہ حکم تمام مشرکین اور تمام مساجد کے لیے عام ہے اور اس کی دلیل میں عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فرمان پیش کیا جس میں انہوں نے امراء (حکام) بلا دکویہ حکم بھیجا تھا کہ کفار کو مساجد میں داخل نہ ہونے دیں اور اس فرمان میں اسی آیت کو بطور دلیل تحریر فرمایا تھا۔
نیز یہ کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب

کر میں کسی حائضہ عورت یا جنپی شخص کے مسجد داخل ہونے کو حلال نہیں سمجھتا اور ظاہر ہے کہ مشرکین و کفار عوام احتالت جنابت میں غسل کا اہتمام نہیں کرتے اس وجہ سے ان کا داخلہ مساجد میں منوع ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم مشرکین و کفار اور اہل کتاب سب کے لیے عام ہے گری مسجد حرام کے لیے مخصوص ہے۔ دوسری مساجد میں ان کا داخلہ منوع نہیں (قرطبی) اور دلیل میں شامہ بن ابیال کا واقعہ پیش کیا جن کو مسلمان ہونے سے قبل گرفتاری کے بعد مسجد نبوی کے سقون سے باندھ دیا تھا۔ امام اعظم ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت میں مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت کا یہ مطلب ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج و عمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

حضرات حضرتی نے کسی شدید ضرورت اور بجوری کے باعث غیر مسلم کو مسجد میں داخل

ہونے کی اجازت دی ہے اور یہ واقعہ ثانیہ بن اثمال کا اور اسی طرح نصاریٰ نجران کے وفد کا مسجد نبوی میں آنے کا ان احکام اور آیات کے مزول سے قبل کا ہے کیونکہ یہ آیت ۹۷ ہجری میں نازل ہوئی اور یہ واقعات اس سے بہت پہلے کے ہیں۔

پھر یہ کہ نصاریٰ نجران کے وفد کا مسجد میں آنا ان کی عبادت کے لیے نہیں تھا وہ تو صرف گفتگو کے لیے تھا۔ یہ قطعاً بے بنیاد اور ظلاف حقیقت ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصاریٰ کو ان کے طریقہ کے مطابق مسجد میں عبادت کی اجازت دی تھی۔ علی ہذا القیاس ثانیہ کو ایک قیدی کی حیثیت سے مسجد میں باندھا گیا تھا اس طرح کے تو اتفاقی واقعات ہیں، حیوان اور اونٹ کا بھی مسجد میں داخل ہونے کا ذکر ہے جس کی بناء پر امام بخاری نے صحیح بخاری میں حیوان کے مسجد میں داخل ہونے کا ایک باب قائم کیا۔

الغرض یہ ثابت ہوا کہ کفر و شرک کی نجاست جو حصی لحاظ سے بھی ہے اور شرعی لحاظ سے بھی اس کے ہوتے ہوئے یہ درست نہیں کہ مسجدوں میں داخل ہونے کی غیر مسلموں کو اجازت دی جائے۔ احکام القرآن للجھاص جلد دوم صفحہ ۸۸ پر تصریح ہے کہ ثقیف کا وفڈ فتح مکہ ہی کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ آیت ۹۷ ہجری میں نازل ہوئی۔

اسی حدیث میں یہ بات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ قادیانیوں کو حج بیت اللہ اور حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اور یہ بات حکومت پاکستان نے بھی تسلیم کر رکھی ہے۔ چنانچہ حج فارم میں یہ تصریح کرنی ہوتی ہے اور اس بیان و ثبوت پر وزیر اعظم جاری ہوتا ہے کہ یہ شخص قادریانی نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسجدوں میں ان کا داخلہ منوع ہوا اور اس طرح ان کو کوئی حق نہیں رہا کہ وہ مسجد میں تعمیر کریں اور مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں کیونکہ نماز اسلام کی نشانی ہے جب ایک گروہ اسلام سے خارج ہے اور یہ خارج از اسلام ہونا صرف علمی تحقیقی اعتقادی اور مذہبی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ قانون اسلام کو ملک کے فیصلے سے اور شرعی فیصلے کو حکومت پاکستان کی قرارداد اور فیصلہ ہونے کا مقام حاصل ہو چکا جس کی وجہ سے اس فیصلہ کو قانون ہی کی حیثیت میں سمجھنا ہو گا۔ یہ بات نہایت ہی بعید از فہم ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ کوئی قانون نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ جب ملک کے آئین میں ہر شخص کو اپنے مذہب اور عقیدے کے اظہار کی آزادی ہے تو ہم کو اسلام کے اظہار اور اس چیز سے کہ ہم کیمیں کہ ہم مسلمان ہیں، کیسے روکا جاسکتا ہے؟ یہ ہمارا اپنا عقیدہ ہے اور ہم اس کو ظاہر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

اول تو اس لیے کہ جس ملک کا مذہب اسلام ہو اس ملک میں اسلامی فیصلہ کو خود بخود

قانونی حیثیت حاصل ہے اور پھر جبکہ آئین میں ترمیم کے ساتھ اس کو حصی فیصلہ کی نویت سے جاری کر دیا گیا ہے تو قانون اسلام ہونے کے ساتھ یہ ملک کا بھی قانون ہو گیا۔

یہ بات کہ ہر ایک کو اپنے عقیدے کے اظہار کی آزادی ہے یہ درست ہے لیکن جس عقیدے کا اظہار و اعلان اس حکومت کے فیصلہ اور قانون کے صریح خلاف بلکہ اس کا مقابلہ اور بغاوت ہو اس کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے اس کا نام حقوق مذہب کی آزادی قرار دینا کسی بھی داشمن دنیا کے نزدیک لائق توجہ امر نہیں۔

تو اس صورتِ حال میں کہ مسجد میں اسلام کا نشان ہیں اور مسلمان ہی کی عبادت گاہ کا نام مسجد ہے۔ قادیانیوں کو نہ مسجد بنانے کا حق ہو سکتا ہے اور نہ اپنی مسجدوں کا نام مسجد رکھ سکتے ہیں اور نہ ان کو قبلہ رخ بنانے کے لئے اپنے مسجدوں کا نام مسجد رکھ سکتے ہیں۔

جب حکومتِ پاکستان قادیانیوں کو حج سے روکنے کو اس قرارداد کے نتائج میں بھجتی ہے اس بنیاد پر حج بیت اللہ مسلمان کی عبادت کا نام ہے اسی وجہ سے غیر مسلم حج نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس نماز بھی اسلام ہی کا رکن خاص ہے اور وہ میں اسلام کا خصوصی نشان ہے اس لیے قانونی طور پر نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ہوئی چاہیے۔

مسجدیں صرف مسلمانوں کی ہوتی ہیں اس کے لیے قرآنِ کریم کی واضح تصریح اس امر کو ثابت کر رہی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

ولولا دفع الله الناس بعضهم بعض او را گرنہ ہوتا اللہ کا ہٹانا لوگوں کو بعض کو بعض لہدمت صوامع و بیع و صلووات کے ذریعہ تو ڈھا دیئے جاتے صوامع یعنی و مساجدیذ کرفیها اسم الله کثیرا۔ (یہود کی خانقاہیں) اور کلیسا و گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام لیا (انج)

جاتا ہے کثرت سے

احکام القرآن روح المعانی اور تفسیر خازن میں یہ تصریح ہے کہ اس آیت میں مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کے نام بیان کر کے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ راہبوں کے خانقاہ صومع اور یہود کے عبادت خانے صلووات اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں بیع یعنی کلیسا (گرجا) ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی عبادت گاہ مسجد ہوتی ہے اس وجہ سے یہی ثابت ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر صرف مسلمانوں کا حق ہے اور کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ کا نام مسجد نہیں ہو سکتا۔ رہی یہ بات کہ اصحاب کہف کے قصے میں یہ مضمون:

قال الذين غلبو اعلى امرهم لستخذن کہہ ان لوگوں نے جو اپنے معاملہ پر غالب رہے کہ البتہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

مسجد کا اطلاق قبل از اسلام ایک ملت میں بولا گیا اور قبل از اسلام جو ادیان ساویہ اپنی اصلی ہیئت اور تعلیم پر برقرار رہے، ان کی اصلی بنیاد اور روح دراصل اسلام ہی کی روح ہے اور اسلام تمام ہدایات حقدار اور تعلیمات ساویہ کا لب لباب اور جوہر اور جموعہ ہے لیکن اسلام کے بعد جب قرآن نے دوسرے مذاہب کی عبادات گاہوں کا ذکر کیا اس میں لفظ مسجد خاص طور پر مسلمانوں کی عبادات گاہوں کے واسطے مخصوص کیا گیا اس وجہ سے یہی ثابت ہوا کہ قادیانیوں کو اپنی عبادات گاہوں کو مسجد کہنے کا کوئی جواز اس قرآنی وضاحت کے بعد باقی نہیں رہتا۔ یہ لوگ چونکہ مرزا غلام احمد کو صحیح مسعود بھی کہتے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی عبادات گاہوں کو بیوت اُنھیں قرار دیں یا ہر عبادت گاہ کو ”دار اسیکیت“ کہیں یا ایسا ہی کوئی اور مناسب نام اور اگر قادیانی کہنے میں کوئی عار محسوس کریں تو صحیح مسعود کی طرف منسوب ہونے کے باعث اپنا نام مسیحی رکھیں کیونکہ مسلمان تو وہی ہو گا جو اسلام کے تمام اصول اور بنیادی باتوں کو مانتا ہو اور اس کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو مگر وہ قوم جس نے اپنا نیا پیغمبر تجویز کر لیا ہو اور کلمہ بھی احمد رسول اللہ متعین کر لیا ہو (جس کے ثبوت موجود ہیں) اب ان کو کوئی حق نہیں کہ خود کو مسلمان کہیں۔ یہ فلسفہ کوئی عقل والا نہیں سمجھ سکتا کہ اسلام کی بنیاد کو ختم کر دلیں اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے جدا عبادات گاہیں بنائیں تیرستان علیحدہ کر لیں تو جب سب با تسلی علیحدہ کر لیں تو پھر اس کا کیا جواز رہ گیا کہ وہ یوں کہیں کہ ہم مسلمان ہیں اگر وہ مسلمان ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، مسلمانوں کی مسجدوں کو اپنی مسجد سمجھتے، مسلمانوں کے پیغمبر کے علاوہ اور کوئی پیغمبر تجویز نہ کرتے۔ یہ بات تو ایسی ہی ہو گئی کہ کوئی شخص تو حیدر خداوندی کا انکار کر دے یا یوں کہنے لگے کہ فلاں خدا ظلی اور بروزی خدا ہیں اور میں اس دوسرے ظلی اور بروزی خدا کا قائل ہونے سے اصل خدا کا مکر نہیں بلکہ موحد ہی ہوں اور میرا اسی پر ایمان ہے تو اس تمسخر اور خلاف عقل بات کو کوئی گوارہ تک نہیں کرے گا اور پھر بھی یہ کہے کہ میرا عقیدہ ہی ہے کہ میں مسلمان ہوں یا لکل یہی حال مرزا یوں اور قادیانیوں کا ایمان بالرسالت کے معاملہ میں ہے یا ایسا سمجھ لیجیے کہ کوئی شخص آتش پرستی کرتا ہو یا بتوں کو جدہ کرتا ہو اور پھر بھی اس کا اصرار ہو کہ مجھے مسلمان کہو اور یہ میرا اپنا عقیدہ ہے، خواہ قانون کی نظر میں اس کو شرک یا آتش پرست کہا جائے اور یہی حال قادیانیوں کا ہے کہ ختم نبوت کا انکار یا خاتم الانبیاء کے بعد کسی اور پیغمبر کے وجود کا تصور انسان کو دین اسلام سے اسی طرح خارج کر دیتا ہے جیسے کہ بت پرستی یا

آتش پرستی سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو یہ منطق کوئی عقل والا کیسے سن سکتا ہے کہ ایک شخص میں اسلام سے خارج ہو جانے کی علت پائے جانے کے بعد بھی دعویٰ کر رہا ہو کہ نہیں میں اسلام سے خارج نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور یہ میرا عقیدہ ہے۔

الغرض اس قانونی میعاد کو لمحظاً رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ جس فرقہ کا حکم اور فیصلہ قانونی اور شرعی خارج از اسلام ہونے کا ہو چکا ہواں کو مسلمان کہنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ ان حالات میں ایسی جماعت کا اپنے اسلام کا دعویٰ کھلمنکھلا قانون اور ملک کے فیصلہ کے ساتھ بغاوت کے متادف ہے۔ رہی یہ بات کہ کوئی یہ کہے کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبیحنا فذالک المسلم الذي له ذمة همارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیح کھایا تو وہ شخص تو ایسا مسلمان ہے جس کے واسطے اللہ ذمة رسولہ۔

(ابخاری، مکلوۃ المصانع) اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔

اور اس بناء پر کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور قبلہ کا استقبال کرتا ہوں لہذا میں مسلمان ہو اور مجھ کو مسلمان شاکر کرنا چاہیے۔

تو یہ استدال بھی نہایت ہی بعید از عقل و قانون ہے کیونکہ قادیانیوں کی نماز ہماری نماز یعنی مسلمانوں کی نماز ہی نہیں ہے کیونکہ ہماری نمازو تو وہ ہو گی جو ہماری مسجد میں ہو؛ ہمارے ساتھ ہو؛ ہمارے سامنے کے پیچھے ہو اور ہمارے جیسے اعتقاد کے ساتھ ہو۔

جب ہر چیز میں قادریانی جدا ہو گئے، اعتقاد میں جدا، مسجد میں جدا، نمازوں سے علیحدہ، امام بھی علیحدہ تو عجیب بات ہے کہ جب سب کچھ علیحدہ ہو گیا تو پھر ان کی نماز مسلمانوں جیسی نماز کہاں ہوئی؟ حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ جو شخص ہماری جیسی نماز پڑھے اور یقیناً قادریانیوں کی نماز ہی ہماری نماز کہلانے کی کسی حیثیت سے مصدق نہیں ہو سکتی پھر جبکہ قادریانیوں کے نزدیک دنیا کے کل مسلمان اس بناء پر کہہ مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ان کے زعم میں کافر ہیں تو ان کی نماز ہماری جیسی نماز کیونکر ہو گی تو کیا کافروں جیسی نماز سے انسان مسلمان کہلانے کا۔

الغرض یہ نہایت واضح اور سیدھی بات ہے جب تک تمام دنیا کے مسلمان ہیں، کوئی قادریانی مسلمان نہیں ہو سکتا البتا اگر کوئی طاقت ایسی ہے کہ کل دنیا نے اسلام کے مسلمانوں کا کفر

ثابت کر دے تو پھر اس کا امکان ہو گا کہ کسی قادیانی کو مسلمان کہا جاسکے اور اس امر کا فیصلہ چودھری ظفر اللہ قادیانی نے کر دیا جبکہ انہوں نے قائد اعظمؐ کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کی اور اس موقع پر موجود ہوتے ہوئے بھی نماز میں شریک ہونے کے بجائے ان لوگوں کی جگہ بیٹھے رہے ہے جہاں غیر مسلم سفراء اور زعماء تھے جب دریافت کیا گیا کہ قائد اعظمؐ کے جنازے میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ تو جواب دیا اس میں کیا تعجب کی بات ہے؟ میں تو کافر حکومت کا ایک مسلمان دزیر ہوں۔ گویا چودھری ظفر اللہ قادیانی نے اس وجہ کو بیان کر کے یہ اعتراف کر لیا اور غائب کر دیا کہ قادیانی اور غیر قادیانی دونوں مسلمان نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک ہی مسلمان ہو سکتا ہے اور دوسرا کافر ہو گا۔

اس لیے اس فیصلہ کی رو سے جب تک دنیا میں اسلام کے مسلمان مسلمان ہیں، کوئی قادیانی مسلمان نہیں کہلا یا جاسکتا اور اس بات کے واسطے کہ قادیانی شخص کو مسلمان کہا جاسکے پہلے تمام دنیا کے مسلمانوں کے کفر کو ثابت کرنے کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔

عدالتِ عالیہ کیا اس جسارت کا اندازہ نہیں لگاتی کہ کس بے باکی کے ساتھ ایک جھوٹے نبی کی نبوت پر ایمان نہ لانے والے دنیا کے کل مسلمانوں کو کافر کہا جا رہا ہے تو اگر اس مفروضہ پر قادیانی شخص روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک پچ برق قیغمیر خاتم الانبیاء والمرسلین کی ختم نبوت کا انکار کرنے والے اور ان کے فرمان کا کفر کرنے والوں کو کافرنہ کہا جائے اور پھر یہ کیا بواحی ہے کہ کفر کا ارتکاب ہو، ہزاروں دلائل اور برائیں سے کفر غائب ہو چکا ہوا اور پھر بھی دعویٰ کہ ہم مسلمان ہیں۔

دنیا کا کوئی قانون اس بات کے جواز کا تصور نہیں کر سکتا پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہرمہب کے شعائر اور خصوصی نشانات ہوتے ہیں اور ان ہی چیزوں کو اس مذہب کی نشانی اور امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ نماز اور مسجد اسلام کے شعائر اور خصوصیات ہیں تو جو گروہ اسلام سے خارج ہے اس کو کیسے یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ ان خصوصیات کو اختیار کرے اگر فونج کا باغی اور غیر فوجی فوجی لباس پہن لے تو قانوناً مجرم ہے اور سزا کا مستحق ہے اسی طرح مسلمانوں کے شعار صرف وہی اختیار کر سکتا ہے جو مسلمان ہو۔

اس سلسلہ بحث میں کہ کیا غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اور خصوصیات کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں، ہم ایک بہت اہم اور وزنی دستاویز کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔ وہ اہم دستاویز امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ معاهدہ ہے جو شام کے نصرانیوں سے انہوں

نے قبول کیا اور اس پر ان کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے جملہ عملی شعبوں میں اس کی پابندی کریں گے۔

اس معاهدہ کامتن حافظ عمار الدین ابن کثیر الدمشقی نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ اور تفسیر ابن کثیر میں نقل کیا ہے، معاهدہ کامتن آئندہ آتا ہے۔

تو پھر ان حالات میں شرعی اصول قرآنی تصریح اور حکومتِ پاکستان کے فیصلہ کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں کہ روزانیوں کو خواہ وہ قادریاً ہوں یا لاہوری مسجدوں کی اجازت دی جائے۔
اس آیت کی تفسیر میں حافظ عمار الدین ابن کثیر حبہم اللہ نے اپنی تفسیر کی جلد گانی صفحہ ۳۲۷ پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک معاهدہ نقل کیا ہے جو انہوں نے شام کے نصاریٰ سے کیا۔ اس معاهدہ کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اسلامی سلطنت میں اقلیت کے حقوق کیا ہیں اور ان پر کس طرح کی پابندی عائد ہے اور کیا کیا کام کرنے کا ان کو استحقاق ہے۔ اس معاهدہ کو ائمہ محدثین نے عبد الرحمن بن غنم کی سند سے روایت کیا ہے جس کامتن حسب ذیل ہے:
وَذَلِكَ مَمَارِوَاهُ الْأَنْتَمَةِ الْحَفَاظُ مِنْ رَوَايَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كَبَتْ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ صَالَحَ نَصَارَى مِنْ أَهْلِ الشَّامِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هذا کتاب لعبد الله ابن عمر امير المؤمنین من نصاریٰ مدنیۃ کذاؤ کذا
انکم لما قدتم علينا سالنا کم الامان لانفسنا وذریتنا واموالنا واهل ملتنا
وشرطنا لكم على انفسنا ان لاتحدث في مدينتنا ولا فيما حولها دیراً ولا
کنیسة ولا قلابة ولا صومعة راهب ولا نجدد ما خرب منها ولا نحری منها
ما كان خططاً للمسلمین وان لا نمنع کنا لستنا ان ينزلها احد من المسلمين في
ليل او نهار وان نوسع ابوابها لللمارة وابن السبيل وان ننزل من بنا من المسلمين
ثلاثة ايام نطعمهم ولا نزوی في کنائسنا ولا منازلنا جاسوساً ولا نکتم غشا
للمسلمین ولا نعلم او لا دنا القرآن ولا نظهر شرکاً ولا ندعو اليه أحداً ولا نمنع
احداً ولا نمنع احداً من ذوى قرابتنا الدخول في الاسلام ان ارادوه وان
نوقر المسلمين وان نقوم لهم من مجالسنا ان ارادوا الجلوس ولا نتشبه بهم في
شيء من ملابسهم في قنسوة ولا عمامة ولا نعلين ولا فرق شعر.
ترجمہ:- جس کو حفاظ محدثین نے عبد الرحمن بن غنم الاشعری کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں

نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ معاہدہ لکھا تھا اور ان سے شام کے نصاریٰ نے کہا تھا:
بسم اللہ الرحمن الرحيم

یہ معاہدہ ہے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے لیے فلاں فلاں علاقہ کے نصاریٰ کی طرف سے کہ آپ لوگ ہمارے یہاں آ کر آتے (یعنی فتح کے بعد) اور ہم نے آپ سے اس طلب کیا، اپنی جانوں اور اپنی ذریت اور اپنے بالوں کے لیے اور (اس بناء پر) ہم نے اپنے اور پر اس بات کی پابندی قبول کی ہے کہ ہم اپنے شہر اور شہر کے اطراف میں کوئی گرجا نہیں تعمیر کریں گے اور نہ راہبوں کی کوئی خانقاہ و تعلیم گاہ اور جو عبادت گاہیں جو تمہدم ہوئیں یا ان میں ثوث پھوٹ ہوئے ہم اس کی تجدید بھی نہ کریں گے اور ایسی کوئی عمارت ہم مسلمانوں کے علاقہ میں بھی نہیں بنائیں گے اور ہم اپنے گرجاؤں کو مسلمانوں سے نہیں روکیں گے کہ اس چیز سے وہ ان میں ظہر ہریں رات میں یادوں میں اور ان کے دروازے ہم کھلے رکھیں گے، گزرنے والے لوگوں اور مسافروں کے لیے اور جن مسلمانوں کو ہم ان میں دیکھیں گے ہم ان کو کھانا کھلائیں گے اور ہم اپنے گرجاؤں اور صوموں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے اور مسلمانوں کے لیے ہم کسی قسم کا کھوٹ اپنے دلوں میں نہیں رکھیں گے اور ہم اپنی اولاد و قفر آن کی تعلیم نہیں دیں گے اور نہ شرک کا اظہار کریں گے یعنی نصاریٰ کے مشرکانہ طریقوں کا ہم کسی کے سامنے اظہار و اعلان نہیں کر سکیں گے اور نہ ایسے شرک کی طرف کسی کو دعوت دیں گے اور ہم اپنے قرابت داروں میں سے کسی کو اسلام میں آنے سے نہیں روکیں گے اگر کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے گا۔ ہم مسلمانوں کی تعظیم و تکریم کریں گے اور ان کے احترام میں ہم اپنے مجبووں سے اٹھا کریں گے اور ہم نہ ان کے لباس میں مشابہت اختیار کریں گے اور نہ ان کی ٹوپی اور عمامہ میں اور نہ جوتوں میں اور نہ ہی سر کے بالوں اور ماگ میں۔
ولَا تَكُلُمْ لِكَلَامَهُمْ وَلَا نَكْتُنِي بِكَنَاهِهِمْ وَلَا نَرْكِبُ السَّرُوجَ وَلَا نَقْلِدُ

السيوف وَلَا نَتَخَذُ شَيْئاً مِنَ السَّلاحِ وَلَا نَحْمِلُهُ مَعَنَا وَلَا نَنْقُشُ خَوَاتِيمَنَا بِالْعَرَبِيةِ
وَلَا يَبْيَعُ الْخَمُورُ وَانْ نَجِزْ مَقَادِيمَ رَؤْسَنَا وَانْ نَلْزَمْ زِينَ حِيشَمَا كَنَا وَانْ نَشَدَ
الْزِنَانِيرَ عَلَى اوْسَاطِنَا وَانْ لَا نَظَهِرَ الصَّلِيبَ عَلَى كَنَا ئَسَنَا وَانْ لَا نَظَهِرَ صَلِينَا
وَلَا كَبَنَافِي شَيْئِي مِنْ طَرْقِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا أَسْوَاقَهُمْ وَلَا نَضْرِبَ نَوَاقِسَنَا فِي
كَنَا ئَسَنَا الاَضْرِبَ بِاَخْفِيفَا وَانْ لَا نَرْفعَ اصْوَاتَنَا مَعَ مَوْتَانَا وَلَا نَظَهِرَ النَّيْرَانَ مَعَهُمْ فِي
شَيْئِي مِنْ طَرْقِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا اَسْوَاقَهُمْ وَلَا تَجَاوِرُهُمْ بِمَوْتَانَا وَلَا نَتَخَذُ مِنْ
الرَّقِيقِ مَاجِرَى عَلَيْهِ سَهَامَ الْمُسْلِمِينَ وَانْ نَرْشَدَ الْمُسْلِمِينَ وَلَا نَطْلُعَ عَلَيْهِمْ فِي

قال فلما أتىت عمر بالكتاب زاد فيه ولا نضرب أحدا من المسلمين
شرطنا لكم ذلك على أنفسنا وأهل ملتنا وقبلنا عليه الأمان فان نحن خالقنا في
شيء مما شرطناه لكم ووظفنا على أنفسنا فلا ذمة لنا وقد حدد لكم مناما يحل من

أهد المعاندة والشقاق. (تفسير ابن كثير جلد ۲ ص ۳۷)

ترجمہ: اور ان کے خصوصی الفاظ بولیں گے اور نہ ان کی کنیت اختیار کریں گے اور نہ
زین پر سوار ہوں گے (یعنی اگر گھوڑے پر بیٹھنے کی ضرورت ہوگی تو بازیں کے ان پر بیٹھیں گے۔
گویا اس طرح اپنے تذلل اور پوتی کو ظاہر رکھیں گے) اور نہ تکواریں لٹکائیں گے اور نہ عربی الفاظ
میں اپنی انگشت یوں پر نقش کندہ کرائیں گے تھیا رہیا کریں گے اور نہ ان کو اپنے ساتھ اٹھائیں گے
اور نہ شرابوں کی بیع و شراء کریں گے اور سر کے آگے کے حصے کے بال کاٹا کریں گے اور جہاں بھی
ہوں گے اپنی خصوصی وضع برقرار رکھیں گے اور زنار اپنی پشت پر ڈالیں گے اور ہم صلیب کو اپنے
گرجاؤں میں بھی نمایاں نہیں کریں گے اور نہ اپنے صلیب اور مذہبی کتابیں مسلمانوں کے
راستوں اور بازاروں میں نمایاں کریں گے اور نہ اپنے گرجاؤں میں ناقوس بجا کیں گے اور نہ ہم
اپنے جنائزوں کے ساتھ آوازیں بلند کریں گے اور نہ آگ روشن کریں گے۔ (جنائزوں کے ساتھ
جیسا کہ ان کا طریقہ تھا) مسلمانوں کے راستوں میں اور نہ بازاروں میں اور جو غلام مسلمانوں کے
حصے میں آگئے ہیں ان سے ہم کوئی خدمت نہیں لیں گے اور مسلمانوں کو راستہ بھی بتائیں گے اور
ایسے ہی مسلمانوں کے گھروں تک بھجو پہنچائیں گے (اگر کوئی اس کا ضرورت مند ہوگا)

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب میں یہ معاهدہ لکھ کر عمر فاروقؓ کے پاس لا یا تو آپ نے
اس میں ایک چیز کا اور اضافہ کر دیا کہ ہم کسی مسلمان کو ماریں گے بھی نہیں، ہم نے یہ معاهدہ قبول
کیا۔

اس معاهدے کے متن سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوئیں کہ غیر مسلم اقلیت کو تو خود
اپنے مذہبی نشانات اور عبادات گاہوں کو نمایاں کرنے کی بھی اجازت نہیں ہو سکتی اور جو عبادات
گاہیں پہلے سے موجود ہیں ان کی بھی نہ کوئی مرمت کی جائے گی اور نہ تجدید بلکہ اسی حالت پر باقی
رہنے دیا جائے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اقلیت کو اس بات کا حق نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی عبادات گاہوں میں
مسلمان کو آنے سے روکیں گے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے جو مسجدیں تعمیر کر کی

ہیں وہ ان مساجد کو مسلمانوں سے نہیں روک سکتے بلکہ ان کے حوالہ ہی کرنا چاہیے اس معاملہ میں اس بات کی تصریح کہ ہم مسلمانوں کی کسی چیز میں مشابہت نہیں اختیار کریں گے ان کے لباس میں نہ ثوبی اور عمامہ میں اور جوتے میں اور نہ سر کے بالوں میں اور نہ ان کلمات اور عبارتوں کے تلفظ میں جو مسلمانوں کے خصوصی کلمات و عبارات ہیں۔

اس معاملہ میں یہ تصریح کہ وہ نہ تکواریں لٹکائیں گے اور نہ ہتھیار مہیا کریں گے اس امر کو بخوبی ثابت کر رہی ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت ہو جانے کے بعد کسی طرح کی مجاہدات اور رضا کارانہ تنظیم کی عنیجاش نہیں۔

اس معاملہ میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لباس اور وضع قطع میں ایسی چیزیں نمایاں کریں گے جس سے ان کا غیر مسلم ہونا ظاہر ہوتا ہے اس بناء پر یہ ضروری ہے کہ قادیانیوں کے لباس اور بیت اس طرح ممتاز کر دیئے جائیں کہ دیکھنے سے پہچانے جائیں کہ وہ غیر مسلم ہیں اور یہ بھی تصریح ہے کہ وہ اپنے مذہبی رسوم نہایت مخفی اور پوشیدہ انداز سے انجام دیں گے۔ ان کا اظہار اور نمائش نہیں کر سکیں گے۔

الغرض فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ کی رو سے اور اس معاملے کے متن سے واضح طور پر یہ باقی ثابت ہو رہی ہیں کہ غیر مسلم اقلیت کو تو خود اپنے مذہبی نشانات کو نمایاں کرنے اور مذہبی رسوم کو پھیلانے اور اپنی کتابوں کی اشاعت و تقسیم کی اجازت نہیں۔

الہذا معلوم ہوا کہ قادیانیوں کو کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مذہبی خصوصیات اور اپنی کتابوں اور لشیکر کی اشاعت کریں اور مسلمانوں کے طریقوں اور روایات میں سے کسی ایسی چیز کا اظہار کریں کہ اس سے وہ مسلمان سمجھے جائیں۔ اس معاملہ کی رو سے جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہودیوں نے کیا تھا۔ یہودیوں کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے گر جانے تعمیر کریں یا اس کی عمارت کی تجدید کریں تو اس بناء پر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قادیانی مسجد تعمیر کریں، ان مساجد میں وہی کام انجام دیں جو ان کا موضوع ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد بنا کرو ہی کام کریں گے جس کے وہ علمبردار ہیں اس ضمن میں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قادیانیوں کو ضروری ہے کہ وہ اپنے لباس اور بیت میں کوئی بات مسلمانوں کی سی اختیار نہ کریں جب اقلیتی فرقہ لباس اور وضع قطع میں مسلمانوں سے امتیاز برقرار رکھنے کا پابند ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اصل عبادت گاہ میں مسلمانوں سے مشابہت اور ان کی مذہبی خصوصیات کو اختیار کرے۔ مسجدیں مسلمانوں کا مرکز عبادت ہیں اور مسلم قوم کی حیات اور اس کے ایمانی مقاصد کی تحریک کے لیے مساجد ہی محور زندگی

اور اس مذہب ہیں تو یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کی اس مرکز حیات کے ساتھ کافروں کے کفر کے مرکز کو مشابہت اور یکسانیت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے۔

جب لباس و ٹوپی اور سر کے بال میں التباس گوارنیس کیا گی تو اصل مرکز دین میں التباس کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس معاهدہ کی رو سے کہ یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں جیسے الفاظ استعمال کرنے کا حق نہ ہو گا اور نہ ہی وہ مسلمانوں کے خصوصی کلمات کا تکلیم کریں گے۔ واضح طور سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کسی قادیانی کو اپنے متعلق لفظ مسلم کے احلاقوں کی ہر گز اجازت نہیں ہو سکتی۔

اللہ نے صرف مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ہو سما کم المسلمين کر اللہ نے صرف تمہارا ہی نام مسلمان رکھا ہے کہ جو قوم اپنے باطل عقیدہ کی رو سے خارج از اسلام ہے اسے اپنے آپ کو مسلم اور مسلمان کہنے کا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔

عدالتِ عالیہ کو میں اس طرف خاص طور سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس بات کو نظر انداز نہ کرے کہ ایک گروہ اصول اسلام کا منکر ہونے کے باوجود آخروہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر کیوں مصر ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح وہ خود ایسی گمراہی میں بنتا ہوا جس کی بناء پر وہ خارج از اسلام ہوا وہ اپنा� نام مسلمان قرار دے کر وہ سروں کو بھی اسی گمراہی میں پھسانے کے لیے صرف اسی نام سے کسی کو بھی گمراہ کر سکتا ہے اس لیے ثابت ہوا کہ خارج اسلام ہونے کی صورت میں اسلام کا دعویٰ اور اپنے کو مسلمان کہنا بذریع جرم ہے اسی طرح کفر کے داعی کو مسجد کے عنوان سے کوئی عمارت بناتا قطعاً مسجد ضرار والی بات ہے جو منافقین نے مسجد کے نام پر ایک اڈہ کفر کا اور مسلمانوں میں تغیریق اور پھوٹ ڈالنے کے لیے بنایا تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ہے:

والذين اتخذوا مسجدا ضرار و كفرا
و تفرقىا بين المؤمنين اوصادا لمن
حارب الله ورسوله من قبل و ليحلون
ان اردن الا الحسنى والله يشهد انهم
لکاذبون. (التوبۃ: ۱۰۷)

اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر
اور پھوٹ ڈالنے کے لیے مسلمانوں میں اور
مورچہ بنانے کے لیے ان لوگوں کے واسطے
جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کر رہے ہیں،
پہلے سے اور وہ فتنمیں کھائیں گے ہم نے تو
بھلائی اور نیکی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا
اور خدا گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے اس مسجد ضرار کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھرت کر کے مدینہ منورہ جب تشریف لائے تو پہلے آپ چند روز مدینہ سے باہر قباء میں ٹھہرے جو بنو عمرو بن عوف کی جگہ تھی اسی جگہ آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور پھر اس کی تعمیر ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مسجد سے بہت زیادہ تعلق اور محبت تھی اور آپ کا مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہ معمول رہا کہ ہفتے کے روز وہاں تشریف لے جا کر دور کعت نماز پڑھا کرتے۔ چنانچہ احادیث میں اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی گئی۔ بعض منافقین نے یہ چاہا کہ اس مسجد کے نزدیک ایسا مکان بنائیں جس کا نام مسجد رکھیں اس میں اپنی علیحدہ جماعت ٹھہرائیں اور جن سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا جاسکے ان کو مسجد قباء سے ہٹا کر اس طرف لے آئیں اور گویا اس طریقہ سے ان کا رشتہ اسلام اور اسلام کے مرکز سے جدا ہو جائے۔ ان کو یہ بات ایسے سازشی مقاصد کی تکمیل کے لیے بہت مناسب معلوم ہوئی، اس کا نام مسجد رکھا جائے کیونکہ مسجد کے تقدس کو ظوہار کرنے کے باعث ان کے ناپاک ارادوں اور ان کی سازشوں میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور بڑے تحفظ کے ساتھ مسجد کا عنوان دے کر اسلام کی نیخ کرنی کرتے رہیں گے۔ دراصل اس ناپاک سازش کا اصل محرك ایک شخص ابو عامر خزری تھا۔ بھرت سے پہلے اس شخص نے نفرانی بن کراہیانہ زندگی اختیار کی تھی۔ مدینہ منورہ اور قرب و جوار کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج والے اس کے زہد و درویشی کے رنگ کو یکہ کر بڑے معتقد ہو گئے تھے اور کافی تنظیم و تحریم کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جب ایمان و عرفان کا آفتاب چکنے لگا تو اس کی درویشی کا بھرم لوگوں پر کھلنے لگا۔ ابو عامر اس صورتِ حال کے باعث عداوت اور حسد کی آگ سے بھڑک آئی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت وی تو کہنے لگا کہ اصل ملت ابراہیمی پر تو میں پہلے سے قائم ہوں، حقیقی ملت ابراہیمی والا اسلام تو میرے پاس ہے اس لیے مجھے ضرورت نہیں کہ مزید کوئی چیز اختیار کروں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرمائی اور نصیحت کی تو بجائے صحیح اثر قبول کرنے کے غصہ میں بر افروختہ ہو کر کہنے لگا، ہم میں سے جو جھوٹا ہو، خدا اس کو غربت دے کی موت مارے۔ آپ نے اس پر فرمایا، آئین۔ جگہ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور مسلمانوں کا عروج حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا تو ابو عامر کو برداشت نہ ہو سکی تو بھاگ کر مکہ پہنچا تاکہ کفار مکہ کو مقابلہ کے لیے آمادہ کرے۔ اسی وجہ سے معرکہ احمد میں خود بھی کفار

مکفر لش کے ساتھ آیا۔ پہلے تو اس نے آگے بڑھ کر انصار مدینہ میں سے جو اس کے معتقد تھے ان کو خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا اس احمق نے یہ نہ سمجھا کہ جن ہستیوں کو انوارِ نبوت نے منور کر دیا ہے ان پر اب اس کا پرانا جادو کیسے مل سکے گا۔ آخر وہ انصار جو اس کی پہلے تو تعظیم کرتے تھے اس کے ساتھ اس طرح مخاطب ہوئے اوقاتِ دشمن خدا تیری آنکھ بھی خندی نہ ہو۔ کیا رسول خدا کے مقابلے میں ہم تیرا ساتھ دیں گے۔ انصار کا یہ مایوس کن جواب سن کر کچھ جو اس ٹھکانے آئے لیکن غیزو و غصب میں برافروختہ ہو کر کہنے لگا، اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آئندہ جو قوم بھی تمہارے مقابلہ کے لیے اٹھے گی، میں برادر اس کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ غزوہِ ختنہ ۸ بھری بیک کے معز کر میں کفار کے ساتھ رہا اور مسلمانوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ احمد میں اسی کی خباثت اور شرارت۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر زخم آیا تھا اور دنماں مبارک بھی شہید ہونے کا واقعہ چیز آیا تھا۔ اس نے دونوں صفووں اور سورچوں کے درمیان گڑھے کھدوادیے تھے۔ ختنہ کے بعد جب ابو عامر نے یہ محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچھے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر شام پہنچا اور منافقین مدینہ (جو اس کی تیار کردہ جماعت تھی) وہ اپنے کو مسلمان کہا کرتے نمازیں بھی پڑھتے، قرآن کی آیات بھی پڑھا کرتے اور ہر طرح سے اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کرتے (کوخط لکھا کر میں قیصر روم سے مل کر ایک لٹکر جرار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے لیے بیجع رہا ہوں جو چشم زدن میں مسلمانوں کو ختم کر ڈالے گا۔ تم لوگ فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بناؤ جہاں نماز کے عنوان سے جمع ہوا کرو تاکہ وہاں اسلام کے خلاف سازشیں اور منشور ہو سکیں اور میرے تمام خطوط وغیرہ قاصد تم کو وہیں پہنچایا کرے گا اور میں بذاتِ خودا وہ تو سب سے ملاقات کو ایک موزوں یعنی قابلِ اطمینان اور مامون جگہ ہوں۔

یہ تھے خبیث مقاصدِ جن کے لیے یہ مسجد ضرار تقریر ہوئی۔ یہ منافقین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رو برو حاضر ہوئے اور بڑی ہی تفسیں کھائیں کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس مسجد کی تعمیر میں ہمارا یہ مقصد ہے کہ باہش اور سردی کے زمانے میں بیماروں ضعیفوں کو مسجد قابلِ پہنچنے میں دشواری ہو گئی اس لیے ہم نے یہ مسجد بناوی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبائلی جگہی وقت بھی لوگوں کو ہوتی ہے وہ بھی دُور ہو جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ چل کر وہاں نماز پڑھ لیں تو ہمارے والٹے موجب برکت اور سعادت ہو گا اور ظاہر ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہاں ایک دفعہ بھی تشریف لے

گئے تو پھر سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے جاں میں پھنسانا آسان ہو گا۔ آپ اس وقت غزوہ تجوک کے لیے پابہ رکاب تھے فرمایا اب تو میں تجوک کے لیے روانہ ہو رہا ہوں واپسی پر دیکھا جائے گا یا یہ لفظ فرمایا، ایسا ہو سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تجوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو جریلِ امین یہ آیات لے کر آئے جن میں متفقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ نے مالک بن خشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس مکان کو جس کا نام ازراہ خداع فریب مسجد رکھا ہے گرا کر پیوند ز میں بنادو۔ انہوں نے فوراً تمیل کی اور اس مکان کو جلا کر خاک بنادیا اور ابو عامر منافق اور اس کے نولے کے سب ارمان خاک میں مل گئے۔

اس آیت میں مسجد نما کو کے بنانے کی تین غرضیں ذکر کی گئیں۔ اول ضرار[#] یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے۔ ضرار کے معنی دوسرے کو نقصان پہنچانا خواہ خود کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو چونکہ یہ مسجد اسی مقصد کے لیے بنائی گئی۔ دوسری غرض تفریق میں المؤمنین کہ اہل ایمان میں تفریق کر دی جائے۔ ایک امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اس کوکڑوں اور فرقوں میں بانٹ دیا جائے۔ تیسرا غرض وار صاداً لمن حارب الله و رسوله کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ کرنے والوں کے واسطے ایک پناہ گاہ ہو اور سازشوں کا مرکز ہو تو مرزائیوں کی مسجدیں بالکل ان ہی تین اغراض کا پورا پورا پیکر ہیں۔ ضرار پہنچانا اور مسلمانوں کے درمیان تفریق اور دشمنان اسلام کے لیے سازشوں کا مرکز۔ اس بناء پر قادیانیوں کی ہر مسجد بلاشبہ مسجد ضرار ہے اور ظاہر ہے کہ جبکہ کوئی جماعت اسلام سے خارج ہے، اسلام کی بنیادیں اکھاڑنا اس کا نصب ایسیں ایک جھوٹے نبی کی نبوت کا بہروپ تو ایسی جماعت کا اسلام کا نام لینا پورا پورا متفقین کا کردار ہے۔ ایسی حالت میں ان کی مسجدیں لا محالة مسجد ضرار ہوں گی اور مسجد ضرار کا حکم اور نوبیت قرآن کریم کی نفس صریح اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ میں معلوم ہو گئی۔

لہذا یہ بات قرآنی تصریح سے ثابت ہو گئی کہ جو عمارتیں قادیانیوں نے مسجد کے نام سے موسم کر رکھی ہیں، ان کو جلا کر پیوند زمین کر دیا جائے یا مسلمانوں کو ان کا وارث بنایا جائے جو مسجدوں کی تعمیر و تکرانی کے حق دار ہیں اور آئندہ قادیانیوں کو مسجد کے نام سے کوئی عمارت بنانے نہ دی جائے اسی طرح قادیانیوں کو اذان دینے کی بھی اجازت نہیں ہوئی چاہیے۔

اول تو اس وجہ سے کہ اذان اسلام کا خصوصی شعار ہے اور جو قوم اسلام سے خارج ہے اس کو حق نہیں کہ وہ اس کو اختیار کرے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ جب قادیانی مسلمان ہی نہیں ہیں

تو پھر ان کی اذان و نماز کا مطلب؟ عبادات تو ایمان کے ساتھ ہیں جیسے قرآن کریم کی متعدد آیات میں فرمایا:

ومن يعْلَمُ مِنَ الصلحَتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ مِّنْ عَمَلِ صَالِحٍ مِّنْ ذِكْرِ أَوْ اشْتِيَاءٍ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
جَبْ إِيمَانٌ هِيَ نَبِيُّنَا تُوَضِّهُ عَبَادَاتٍ كَمَا كَيْا مَطْلَبُ؟ أَوْ هُرْ شَرِيعَةُ كَيْ عَبَادَاتٍ اسْ شَرِيعَةُ
كَيْ دَارَهُ مِنْ رَهْبَتِ ہے؟ ہی عَبَادَاتٍ كَهْلَاتِی ہیں جَبْ كُوئی فَرْدِيَا جَمَاعَتُ کَيْ شَرِيعَةُ كَيْ دَارَهُ
سَے خَارِجٌ ہو چکی تُوَضِّهُ اسْ دِينَ کَيْ عَبَادَاتٍ كَاتَصُورٍ هِيَ بَيْ مَعْنَى ہے اور پھر یہ کَيْ جَبْ قَادِيَانِي خَارِجٌ
اِزْ اِسْلَامٌ ہیں تُوَضِّهُ اِسْلَامَ کَيْ انْ خَصْوصِيَاتَ كَوْعَلَأَا اِخْتِيَارَ كَرْنَا بِالاشْبَهِ اِيكِ فَرِيبَ اُورْ دَحْوَهَ کَهْ ہے جو کسی بھی
قَانُونَ سَے قَابِلٍ بِرَدَاشْتِ نَبِيُّنَا فَرِيبَ، دَحْوَهَ دِهِ، جَعْلِ سَازِی اُورْ سَازِشِ یَہِی وَهُ بَاتِیں ہو سکتی
ہیں جو غیرِ مُسْلِمٍ مُسْلِمَانُوں جَسِیَّے اَفْعَالِ اِخْتِيَارَ كَرْنے مِنْ مَقْصِدِ بَنَاتِا ہے۔

دُنْيَا کَأَكْوَافِيَ قَانُونَ فَرِيبَ دِهِ اُورْ جَعْلِ سَازِی کَيْ روْشُ كَوْغَارِ نَبِيُّنَا كَرْسَكَتَا اُورْ اسْ پَرْ یَہِ
اسْتَدَالَ کَيْ مِيرِی اِعْتَقَادِي عَبَادَاتٍ ہیں اسْ مِنْ مِنْ آزادِ ہوں فَرِيبَ کَارِی کَيْ سَاتِهِ دَيْدَهِ
دَلِيرِی کَامْصَادِقَ ہے پھر مزیدِ برآں اسْ پَرْ اسْ آیَتَ کَاحوالَهُ دِینَا:

وَمِنْ أَظْلَمُ مَنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ إِنْ يَذْكُرُ

کَرْ اسْ خَصْصَ سَے زِيَادَهُ کَوْنَ خَالِمٌ ہو گا جَوَالَهُ کَيْ مَسَاجِدَ کَوْا سْ چِیزَ سَرْوَکَ کَهْ کَرْ اسْ مِنْ
الَّهُ کَانَامِ لِيَا جَائِيَ جَرْمِ بِالآخِرَجِمِ ہے۔ قَادِيَانِيُوں کَيْ مَسَجِدِیں تو مَسَجِدِیں ہی نَبِيُّنَا تَخْرِيبَ وَضَرَارَ کَا
اُذُنْ ہیں تو نِیَہَايَتِ ہی اَفْسُوسِ نَاکِ حَرْكَتَ ہے کَرَانِ کَيْ پَانِدِی کَوْ آیَتَ نَدَکُورَ سَے چِلْعَیَ کَیَا جَائِيَ
جبِ یَہِرِ دَپَ کَھَلَ گَیَا کَهْ مَسَجِدُوں کَعَنْوَانَ سَے جَلَگَهْ بَنَادِینَ کَيْ ظَلَافِ سَازِشُوں کَا اُذُنْ تَيَارَ
کَرْنَا ہے تو انِ کَبَندِشِ پَرِیَا یَہِ آیَتَ پَرِیَتَ ہوَے شَرِمَانَجَا ہے۔ کِیا بھی چِیزَ اللَّهِ کَاذْکَرْ ہے اُور اسْ کَيْ
عَبَادَتَ ہے جَوَانِ جَگَھُوں مِنْ اِنجَامِ دِیِ جَارِ ہی ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقوی ”کا کشف“ ۲ حضرت میاں شیر محمد شرقوی نے
ایک دفعہ مراقبہ کیا اور مرتضیٰ قادری کو قبر میں باولے کتے کی نکل میں دیکھا کہ اس کے منہ سے
جھاک نکل رہی ہے اور وہ انتہائی خوفناک آوازیں نکال رہا ہے۔ بڑی پھر تی سے گھوم گھوم کر منہ
سے دم پکونے کی کوشش کر رہا ہے۔ غصہ میں آ کر کبھی اپنی ناگوں کو کھانا ہے اور کبھی سر زمین
پر پٹتا ہے۔ (الله تعالیٰ اس لمحے کے عذاب میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین)

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء پس منظر، پیش منظر

مہدی معاویہ

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قادیانیوں نے اپنے سیاسی اثر و رسوخ کے ذریعے اپنی تبلیغی مہماں کو پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ تیز تر کر دیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سرفراز اللہ خاں جو قادیانی العقیدہ تھے ان کے ذریعے قادیانیت سرکاری سائے میں پروان چڑھنے لگی۔ ربودہ میں ایک مستقل شہر بنانے کے لیے قادیانیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ جگہ مل چکی تھی مگر انہیں سرکار، خصوصاً وزارت خارجہ کی سرپرستی کا کچھ اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ اپنا ایک الگ صوبہ بنانے کا خیال کرنے لگے اور بلوچستان کو قادیانی شیعہ بنانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ 1948ء میں مرزا بشیر الدین نے کوئی میں اس انداز کا خطبہ دیا کہ:

”میں جانتا ہوں کہ صوبہ بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نہیں نکل سکتا، یہ ہماری عکارگاہ ہو گا، دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی، ہم سے یہ علاقوں نہیں چھین سکتیں۔“

مرزا غلام احمدی ذریت البھایا اپنے سیاسی اثر، برطانوی سامراج کی مکمل سرپرستی دولت کی فراوانی، وسائل اور ملازمتوں کے ہتھیار لے کر پڑھے لکھے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان ضائع کرنے کے لیے میدان میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین پر ایمان کے ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ ملک میں اہم سرکاری مناصب اور عہدے قادیانیوں کے زیر تصرف آنے لگے جہاں قادیانی افسر اپنے سرکاری عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ماتکوں، عملے کے ارکان کو قادیانیت کی تبلیغ، ترغیب اور تحریص و حونس کے انداز میں کرنے لگئے آری کا شعبہ ان کی خاص عکارگاہ تھا۔

1950ء کے ایکش میں مسلم لیگ نے اپنی ناعقبت اندازی سے 6 مرزاں کو کلکٹ دے دیئے جس پر دینی طبقوں نے شدید احتجاج کیا، خود مسلم لیگ میں اندرونی طور پر بڑی لے دے ہوئی۔ سرفراز اللہ خاں قادیانی جو تدبیج وزیر خارجہ کی حیثیت سے اہم عہدے پر بر اجمان تھے ان کی سرگرمیاں نوزائدہ مملکت پاکستان کی تعمیر و ترقی کی بجائے برطانیہ کے خود کاشتہ پودے کو

تادور بنانے ملک محمد و تھیں۔

یہ تمام حالات مجلس احرار کی نظر میں تھے۔ احرار..... جنہوں نے قیام پاکستان کو کھلے دل سے نہ صرف تسلیم کر لیا تھا بلکہ اس کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے ہر قدم مصروف عمل رہنے کا عزم کیا تھا۔ سیاسی میدان مسلم لیگ کے لیے علیحدہ چھوڑ دیا اور اپنی تمام ترجیحات میں سرگرمیوں کی طرف رکوز کر دی، ان کے لیے یہ تمام حالات سوہان روح تھے۔ مرزاںی امیدواروں کی کامیابی کی شکل میں آئندہ پاکستان کا جو نقشہ بننا تھا وہ کسی بھی صاحب بصیرت انسان کو لرزانا دینے کے لیے کافی تھا۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مرزاںی امیدواروں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ احرار نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں اس کے لیے زیر دست حکمتِ عملی تیار کی۔ مرزاںی امیدواروں کے مقابلہ میں مسلم لیگ امیدواروں کو کھڑا کیا، اپنے مبلغین کو ان حلقوں کے دوروں پر لگادیا تا کہ عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت کا علم ہو، ان میں اس عقیدے کے تحفظ کا احساس پیدا ہوا اور وہ مرزاںی امیدواروں کو دوست دینے سے باز رہیں۔ چنانچہ احرار کی بنے پناہ مسائی سے تمام مرزاںی تکست کھا گئے بلکہ اپنی خانست بھی ضبط کرائیں گے۔

اس تکست کے بعد مرزاںیوں نے اندر گراوڈ موسوٰ منت شروع کر دی۔ آرمی کو انہوں نے خاص طور پر اپنا ہدف بنایا، بہت سے قادیانی ملک و شہر سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری[ؒ] اور ان کے رفقاء ماشر تاج الدین انصاری، شیخ حام الدین محمّم اللہ تعالیٰ وغیرہم اور ہر صحیب وطن آدمی کے لیے یہ سرگرمیاں پر بیانی کا باعث تھیں۔ مرکزی شوریٰ مجلس احرار کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے تمام دینی جماعتوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی جانب سے تمام جماعتوں کو ایک دعوت نامہ جاری کیا گیا جس پر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے بھی دستخط تھے۔ اس اجلاس میں جمیعت علماء اسلام، جمیعت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، تنظیم اہل سنت، جمیعت اہل سنت، جمیعت اہل حدیث، مؤتمر اہل حدیث ونجاب، ادارہ تحفظ حقوقی شیعہ، جمیعت العربیہ، جمیعت الفلاح وغیرہ شامل تھیں جبکہ مجلس احرار اسلام اور مجلس کاشعبۃ تبلیغ تحفظ ختم نبوت داعی کی جمیعت رکھتے تھے۔ ملک کے تمام جید علماء و مشائخ نے شرکت کی اور مجلس عمل کا قیام ہوا۔ اجلاس میں چار مطالبات حکومت سے کیے گئے۔

(1) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

- (2) چودھری سرفراز اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے۔
 (3) تمام کلیدی عہدوں سے مرزا نیوں کو ہٹایا جائے۔
 (4) ربوبہ کی زمین کا مرزا نیوں کے نام پنا منسونگ کر کے وہاں مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

ان مطالبات کے حق میں ملک کے مختلف حصوں میں جلسے منعقد ہونے لگے۔ انہی مطالبات کو لے کر مجلس عمل کے رہنماؤں کے وفد ماضر تاج الدین انصاری اور شیخ حامد الدین کی قیادت میں دو تین مرتبہ وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملے مگر خواجہ ناظم الدین نے اندر ولی دباؤ اور بیرونی طاقتلوں کے کہنے پر مطالبات کو یکساں مسترد کر دیا۔ بعد میں خواجہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب 1953ء کو بیان دیتے ہوئے اس بات کا اکٹشاف کیا کہ امریکی وزیر خارجہ نے پاکستان کو یہ تاثر دیا تھا کہ چودھری سرفراز اللہ خاں کو خوش نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار رہ ہو گا۔ حتیٰ کہ گندم کا مہیا کرنا مشکل ہو جائے گا جس کی پاکستان کو اس وقت سخت ضرورت ہے۔ (بحوالہ تحریک ختم نبوت، شورش کاشمیری، ص 90) ان مطالبات کو نہ مانتے کے نتیجے میں عوام الناس میں سخت رد عمل ہوا اب ان مطالبات کے پیچھے صرف مجلس احرار ہی نہ تھی بلکہ تینوں مکاتب فکر بریلوی، اہل حدیث، دیوبندی اور ان مکتبہ ہائے فکر کی تمام جماعتیں حتیٰ کہ مسلم لیگ کے بعض دوسرے اور تیسرے درجے کے رہنماء بھی حمایت کر رہے تھے پیش پیش تھیں۔ حکومت کی مسلسل لاپرواہی کے نتیجے میں مسئلہ قادیانیت پر آخوندی غور و خوض کے لیے 16، 17، 18 جنوری 1953ء کو کراچی میں تمام مکاتب فکر کا کنوش منعقد ہوا۔ لاہور سے بریلوی مکتبہ فکر کے مولا نا ابوالحسنات محمد احمد قادری، مجلس احرار کے صدر ماضر تاج الدین انصاری اور مولا ناصر تقی احمد میکش شرکت کے لیے کراچی گئے۔ یہ کوئی معمولی کنوش نہیں تھا بلکہ مرزا نیت کے اتصاب کے لیے اس کنوش میں فیصلہ کن اقدام کا عزم کیا جانا تھا چونکہ یہ سب کچھ احرار رہنماؤں کی مسامی سے ہو رہا تھا لہذا مرزا بشیر الدین محمود نے احرار کے خلاف مجاز قائم کیا ہوا تھا۔ قصر خلافت ربوبہ اور مرزا نیپولیس افروں کی ملی بھگت سے احرار رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف مقدمات کی بھرمار شروع ہو گئی۔ منیر اکوائزی رپورٹ کے مطابق صوبہ پنجاب میں 6 مارچ 1953ء سے پہلے 390 اجتماعات ہوئے جن میں سے 167 کا اہتمام مجلس احرار نے کیا تھا۔

کراچی کے کنوش میں بہت سے زمینے شرکت کی جن میں سرفہرست سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولا نا سید ابوالحسنات قادری، مولا نا محمد یوسف بخاری، مولا نا احمد علی لاہوری، مولا نا

شمس الحق وزیر معارف قلات، مولانا راغب حسین آف ذھاک، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، شیخ حامد الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مفتی محمد شفیع، مولانا ابوالا علی مودودی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور بہت سے دیگر علماء و مشائخ، پیر ان عظام نے شرکت کی۔ اس کونشن میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے منقی رویہ کو دیکھ کر راست اقدام کافیصلہ کیا گیا۔ قادریانی فرقہ کے کامل مقاطعہ کی تجویز پاس ہوئی چونکہ خواجہ صاحب ظفر اللہ خاں کو بر طرف کرنے پر راضی نہ تھے اس لیے ان سے استغفاری کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کونشن کے بعد ملک بھر میں احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ دیوانہ اور تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی جانیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین پر پختاونگر کرنے کے لیے نکل پڑے۔ کراچی میں وزیر اعظم کی کوئی پر رضا کار پانچ پانچ کے گروپوں کی ٹکل میں جا کر پکنگ کرنے لگے۔ ادھر 26 فروری کو دریانی شب مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ماسٹر تاج الدین، مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبد الحامد بدایوی اور دیگر ہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے اگلے روز پنجاب میں احرار کے تمام متعلقین کی پکڑ دھکڑہ شروع ہو گئی۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لاہل پور، ملتان، راولپنڈی اور فیصلبری (اب ساہیوال) میں پکڑ دھکڑہ اور مار دھاڑ کالا تھاہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ختم نبوت کے فدائیں کے مظاہرے بھی شدت اختیار کرنے لگے۔ ان مظاہروں کو تشدید کی راہ پر ڈال کے تحریک کو جلد ختم کرنے کے لیے پولیس نے اپنے سفید پوش اہل کاروں کے ذریعے پولیس پر پھراؤ کرایا اور اس طرح فائزگنگ کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں پر امن مظاہرین پر تھانہ کپ سے فائزگنگ کی گئی جس سے تین افراد موقع پر اور تین ہسپتال جا کر شہید ہو گئے؛ بہت سے آدمی زخمی بھی ہوئے، بہت سی جگہوں پر قادریانی جیپ میں سوار ہو کر فائزگنگ کرتے رہے، انہیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ قادریانی العقیدہ پولیس افسروں نے اپنے اپنے علاقوں میں مسلمان نوجوانوں کو بے دریخ شہید کیا۔

لاہور میں مال روڈ پر چائیز لیخ ہوم کے سامنے کلمہ پڑھتے ہوئے 15 سے 22 سال کی عمر کے نوجوانوں کی ایک جماعت پر ملک حبیب اللہ پر نشہذ نہی آئی ذی نے گولیوں کی بوجھاڑ کرائی اور دس بارہ نوجوانوں کو موقع پر ہی شہید کر دیا۔

اس تحریک میں بہت سے دردناک اور کرب انگیز واقعات ہوئے۔ مولانا عبدالستار نیازی جو اس وقت ایک خوب رونو جوان تھے اور تحریک میں بڑی پا مردی اور استقلال کے ساتھ حصہ لیا وہ فرماتے ہیں کروہی دروازہ (لاہور) کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوبنی تھی، چاروں کو پولیس نے باری باری نشانہ بنایا۔ مولانا نیازی کے بقول ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا۔ لا الہ الا اللہ کا ورد

نفرہ تکمیر، ختم نبوت زندہ باد کے نظرے ورز بان تھے وہاں پر زبردست فائرگ ہوئی مگر نوجوان ینے کھول کھول کر سانے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔ اسی تحریک کے دوران کرفوگ گیا، اذان کا وقت ہوا تو ایک مسلمان کرفوگی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا، مسجد میں پہنچا، اذان شروع کی ابھی ”اللہ اکبر“ ہی کہہ پایا تھا کہ گولی لگی اور وہ ذہیر ہو گیا، دوسرا مسلمان آگے بڑھا اس نے ”اَشْهَدُ اَنَّ اللَّهَ اَكْبَرَ“ کہا تھا کہ گولی لگی وہ بھی ذہیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا اس نے ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کہا، گولی لگی وہ بھی وہیں ذہیر ہو گیا پھر چوتھا بڑھا اس کے بعد پانچواں آیا غرضیکہ باری باری نومسلمان شہید ہو گئے مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

لا ہور کا دہلي دروازہ تحریک کا مرکز تھا، مجلس احرار اسلام کا مرکزی دفتر بھی یہیں تھا اور یہ عذر قد احرار کا گڑھ تھا۔ وہاں سے کرفوگ کے دوران بھی جلوس نکلتے، لوگ دیوانہ وارا پنے سینوں پر گولیاں کھا کر آتائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ ایک دن عصر کے بعد جب جلوس لکھا بند ہو گئے تو ایک آتی (80) سالہ بوڑھا اپنے 5 سالہ پوتے کو گود میں لے آیا۔ باپ نے ختم نبوت کا نفرہ لکھا یا بیٹے نے جسے باپ نے سبق بڑھا تھا، اس کے مطابق زندہ باد کہہ کر جواب دیا۔ دو گولیاں آئیں آتی (80) سالہ بوڑھا اور 5 سالہ بچ کے میئے سے گزر گئیں، دونوں شہید ہو گئے اور تحفظ عزت و ناموس رسالت میں ایک منے باب کا اضافہ کر گئے۔

4 مارچ 53ء کو جب پنجاب میں مارشل لا نافذ ہوا تو سیالکوٹ میں ایک جلوس پر زبردست لاثی چارج ہوا، سینکڑوں لوگ زخمی ہو گئے۔ لوگ اس پر سخت مشتعل ہوئے، اگلے روز شہر فوج کے سپرد ہو گیا۔ فوج نے فائرگ شروع کر دی۔ بڑے بازار میں مظاہرین کے سامنے ایک سرخ لکیر لگادی کر جو اس لکیر کو کراس کرے گا، اُڑا دیا جائے گا مگر مسلمانوں نے ختم نبوت زندہ باد کا نفرہ بلند کیا، کلمہ طیبہ کاورد کیا اور سرخ لکیر کو اس کر گئے۔ اس پر فوج کے بریگیڈیز اے کے اکبر کے حکم سے انہاد ہند گولی چلا دی گئی، بیسیوں مسلمان موقع پر شہید ہو گئے اور کئی ایک نے ہپتال میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ زخمیوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہوئے، اس تحریک میں جو شہید ہوئے ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد دس ہزار ہے۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس سے بھی بڑھ کر شہید ان ختم نبوت کی الاشوں پر یہ ظلم کیا کہ انہیں کباڑیے کے سامان کی طرح فوجی ہڑکوں میں لادا گیا اور چھانگا مانگا کے جنگلات میں لے جا کر جلا دیا گیا۔ اس بات کا انکشاف یوں ہوا کہ جب وہاں سے ہڈیاں اور آگ سے فج رہنے والے خون

آلوکپڑے ملے۔ حکومت نے اپنے ریاستی تشدید اور بے پناہ ظلم و تم سے اس مقدس تحریک کو بظاہر ختم کر دیا۔ رضا کاروں اور فدا کیں ختم نبوت کے لیے احتلاء و آزمائش کا ایک نیا در شروع ہو گیا۔ ساہیوال، ملتان، لاہور، میانوالی، سکھر، کراچی کی جیلیں ختم نبوت کے نام لیواوں سے بھر گئیں جو رضا کار اس تحریک میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، ان کے لیے شاہی قلعہ لاہور کے عقوبات خانے انگریزی جبرا و استبداد کے بعد اب اپنوں کے ہاتھوں اپنے رنگ دکھار ہے تھے۔ تحریک میں حصہ لینے والوں کے والدین اور ان کے اعزز و اقتداء کو اپنے جگر گوشوں کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس تحریک کے سرخیل حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو پہلے سکھر کی بدنام زمانہ جیل میں رکھا گیا جہاں گئی کی شدت تمازالت و حرارت کی وجہ سے شاہ جی کی صحت گرنی خوارک میں ریت ملا کر کھلانی تھی، بدن پھوزوں پھنسیوں کی آماجگاہ بن گیا۔ یہیں آپ کو ذیان بیٹھ کا مرض لگا، بعد میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔ لاہور جیل کی قید کا ایک واقعہ جو بڑا اول فنگار و جگر پاش ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کی ایمانی قوت کا مظہر بھی۔ کچھ یوں ہے کہ لاہور سنترل جیل میں شاہ جی کی آمد کی اطلاع جب پہلے سے موجود اسیر ان ختم نبوت کو ملی تو انہوں نے جیل حکام سے شاہ جی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ایک روز صحیح جب شاہ جی ناشستہ کر رہے تھے اطلاع دی گئی کہ باہر دوسرے احاطہ میں قیدی آپ سے ملاقات کے لیے بے تاب ہیں اگر اجازت ہو تو انہیں اندر پالائیں بات ابھی مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ شاہ جی نگہ پاؤں ان قیدیوں کے استقبال کے لیے دیوانہ وار کمرے سے نکل گئے۔ دیوانی احاطہ کے باہر قیدی خراماں خراماں چلے آ رہے تھے ہھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار اور شاہ جی کا استقبال، ایک عجیب منظر تھا۔ شاہ جی نے سب کو گلے لگایا، ایک کی ہھکڑی اور بیڑی کو بوس دیا پھر آپ نے اٹکلبار اور غم ناک لبھے میں کہا:

”تم لوگ میرا سرمایہ نجات ہو، میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی اور پیٹ کی خاطر نہیں پکارا، لوگ اس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں، میں نے تو اپنے نانا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی دعوت دی ہے اور تم لوگ صرف اور صرف اسی مقدس فریضہ کے لیے قید بند اور طوق و سلاسل کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہو۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ سیاسی شہرت یا ذلتی وجاهت جس کا مقصود ہو، تم یہاں جیل میں بھی غیر معروف ہو اور جب تم اس دیوارِ زندگی سے پرے جاؤ گے تو باہر تمہارا استقبال کرنے والا اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر نفرے لگانے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔ نیت اور ارادے کے اعتبار سے جس کی آمادہ مقصد کے لیے ہوئی ہے وہ بھی مقصد لے کر واپس چلا جائے گا۔ میرے لیے اس سے بڑا سرمایہ اختار اور کیا ہو سکتا ہے۔“

شاہ جی یہ چند جملے کہہ چکے تو کسی نے ایک قیدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا بھائی گولی کا نشانہ بن چکا ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔ اس پر شاہ جی نے تحریک کے دوران تشدد و اذہ کا رواجیوں کی ذمہ کرتے ہوئے کہا ”بھائی! ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت یا عوام تشدد پر آتر آئیں اور کوئی ناخوشگوار صورت نمودار ہو جائے۔ میں نے کراچی جیل میں جب لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی جلنے کے واقعات سے اور معلوم ہوا کہ کئی بوڑھے باپوں کی لاٹھیاں ٹوٹ گئی ہیں، ماڈل کے چراغ ٹکل ہو گئے ہیں اور کئی سہاگ اجزہ گئے ہیں تو مجھے اس کا بڑا اصدہ تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر لے جائے یا ارباب اقتدار تک میری یہ آواز پہنچا دے کہ تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہے تو گولی میرے سینے میں مار کر مہنڈی کر دی جائے اور کاش اس سلسلہ میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی ہیں وہ مجھے ٹکلتی پر باندھ کر میرے سینے میں پیوست کر دی جائیں۔

شاید آج کی نسل نو کو نہ کوہے حالات پڑھ کر حیرت ہو کر یہ تو کسی جناتی کہانی کے کروانے نظر آتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کو یا اسی ظلم و تشدد سے کچل دیا گیا۔ وسیع پیانے پر کچھ حصہ کو ہوئی، پولیس کو جس کے متعلق ذرا بھی شبہ ہوا کہ اس نے تحریک میں حصہ لیا ہے، پکڑ کے اندر کر دیا۔ تحریک کے رضا کاروں نے اپنے گھر واڑ مال جان، اہل و عیال، اعزاز، و ارباء، ذکر سکھ، گرجی سردی، دن رات کی پرداہ کیے بغیر حضور نبی آخر الزمان، خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کا نذر رانہ پیش کر کے پنجاب کی سڑکوں پر اپنا ہبہا کر عشق و وفا، صبر و رضا کی وہ داستان روشن رقم کی کائنات کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔

انہی شہیدین ختم نبوت کی یاد میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ربوہ کے سب سے پہلے اسلامی مرکز مسجد احرار میں ہر سال شہداء ختم نبوت کا انفراس نہایت ترک و احتشام سے منعقد کی جاتی ہے جہاں ملک بھر کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، طلباء، دکاء، دانشور حضرات شہیدین ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ امسال بھی 16th مارچ کو ربوہ میں مجلس احرار اسلام کی جانب سے یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے ان دینی و قومی محسنوں کو یاد رکھیں اور ان کی یاد سے اپنے لوؤں کو معمور کر کے اپنے اندر دینی وحدت، محبت اور اخلاقیں کی صفات کو پیدا کریں اور دین حق کے تحفظ کے لیے مر منہ کا جذبہ بیدار کریں۔ آج جبکہ توہین رسالت کے نصرانی مجرم پاکستان میں دندنار ہے ہیں اور حضور کی ختم المرسلین معرض خطر میں ہے، شہداء ختم نبوت کے ہی جذبہ و اخلاقیں کی ضرورت ہے۔

طريق السداد في عقوبة الارتداد

خلافے اشہرین اور قتل مردہ حضرت مولانا مفتی محمد فتحی

۱۳۱ اگست ۱۹۲۷ء کامل میں قادریانی مبلغ نعمت اللہ کو بھرم ارتداد سے موت دی گئی۔ اس پر قادریانی اور قادریانی نواز گروہ نے آسان سرپر اخراجیا۔ اخبارات میں لے دے شروع ہو گئی۔ اکابر علمائے دینی بندے والئی افغانستان کے اسلامی فیصلہ کی بھرپور تائید کی۔ ارتادی کی اسلامی سزا قتل پر رسائل لکھے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اخبارات کو بیان جاری کیا۔ بعد میں معمولی ترمیم و اضافے سے اسے رسالہ کی ٹھنڈل میں شائع کر دیا۔ (مرتب)

خلافت اسلامیہ کی سازش ہے تیرہ سو سالہ عمر میں ہمیشہ مرد کو سزاے موت دی گئی ہے!

قادیانی مذہب اور اس کی تحریفات نے جن ضروریات اسلامیہ کو تختہ مشتمل بنایا ہے وہ غالباً ہمارے ناظرین سے پہنچنی تھیں۔ ختم نبوت کا انکار، نزول سچ کا انکار، فرشتوں کا زمین پر آنے سے انکار، دغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر ہم سمجھتے تھے کہ یہ سب مرزا قادریانی کے دم تک ہیں۔ کیونکہ: ”وہ اپنے آپ کو خدا کا نبی کہتے تھے اور اس کا مستحق سمجھتے تھے کہ حدیث نبوی کے ذمہ دار میں سے جس حصہ کو چاہیں لیں اور جس کو چاہیں لیں (نحوہ باللہ) ردو کی نوکری میں ڈال دیں۔“ جس کا خود مرزا قادریانی نے (اربعین نمبر ۳۴ ص ۵۶) اخراجی، اس ۳۰۰ ملخص (دغیرہ میں) کلے بندوں اعلان کیا ہے۔ لیکن آن نعمت اللہ خان مرزا ای کے قتل نے یہ بات دکھلا دی کہ:

ایں خانہ تمام آفتاب است

مرزا قادریانی کے مرنے سے بھی نصوص شرعیہ کی تحریف اور بدیہی الشیوں مسائل اسلامیہ کے انکار کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ ان کا رو عالمی فیض آج تک اپنے لوگوں میں کام کر رہا ہے۔ جس کی ایک نظر یہ ہے کہ شریعت اسلام کا کھلا بہاؤ فیصلہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد مردہ ہونے کی سزا قتل ہے۔ آیات قرآنیہ کے بعد احادیث نبویہ کا ایک بڑا ادفنڑا اس حکم کا صاف طور سے اعلان کر رہا ہے۔ جن میں سے تقریباً تیس حدیثیں ہمارے زیر نظر ہیں۔ جن کو اگر ضرورت سمجھی جئی تو کسی وقت پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر خلافت اسلامیہ کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو چاروں خلناکے راشدین محدث سے لے کر بعد کے تمام خلافاء کا متواتر عمل بتلارہا ہے کہ یہ مسئلہ ان بدیہات اسلامیہ سے ہے کہ جس کا انکار کسی مسلمان سے متصور نہیں۔ باس ہے آج جبکہ دولت افغانستان نے اس شرعی اور قطبی

فیصلہ کے مختص تھت اللہ خان مرزا ای کو مل کر دیا تو فرقہ مرزا یتی کی دفوں پار بیان قادیانی اور لاہوری اور بالخصوص اس کا آرگن پیغام صلح سرے سے اس حکم کے انکار پر حل گئے اور دولت افغانستان پر طرح طرح کے بیوہدہ میب لگانے اور ان کے عین شرعی فیصلہ کو دھیانہ حکم ثابت کرنے میں ایزیدی چوٹی کا زور صرف کیا۔ ہمیں اس دیدہ دلیری معاصر سے سخت تعجب ہوا کہ وہ ملت اسلامیہ کو چیخ دیتا ہے کہ: "از روئے شریعت اسلامیہ مرتد کی سر اقلیٰ ہوتا ہاتھ ثابت کریں۔" حالانکہ یہ مسئلہ اسلام میں اس قدر بدیہی الشیوں ہے کہ ہم کسی مسلمان پر بلکہ خود ایمپیریشن پیغام صلح پر یہ بدگمانی نہیں کر سکتے کہ وہ اس قدر نادا اتفاق اور احکام شریعہ سے غافل ہوں گے کہ ان کو قتل مرتد کی کوئی دلیل اذل شریعہ میں نہیں ملی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ قرآن کریم کے دلائل اور اس کے محیر العقول لائے ان کی پرواز سے بالآخر ہونے کی وجہ سے ان کی نظر سے اوجمل رہے ہوں۔ لیکن یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ احادیث کا اتنا بڑا افتراق ایک ایسے شخص پر بالکل غلطی رہے جو من بمیر بمیر کر علم کی ڈیکھ مارتا ہے اور علمائے اسلام کے مذاہات ہے؟۔ ہاں میں ان کو اس میں بھی محدود رسمحتا کریں سب حدیثیں غیر درسی کتابوں میں ہوتیں۔ لیکن حجت تو یہ ہے کہ ان میں سے دس بارہ حدیثیں وہ ہیں جو حدیث کی درسی کتابوں (صحاح) پر ایک سرسری نظر ڈالنے والے کے بلاکلف سامنے آ جاتی ہیں۔ جن سے معمولی درجہ کے طالب علم نادا اتفاق نہیں رہ سکتے۔ مگر ایمپیریشن پیغام صلح ہیں کہ نہایت دلیری کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ سنت نبوی میں قتل مرتد کا کوئی اسوہ نہیں ملتا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کلام غلط و فضب کی بدحواسی میں ان کے قلم سے لکل گیا ہے۔ جس پر وہ اتفاق کے بعد قرآن و حدیث کو دیکھ کر پیشان ہوئے ہوں گے۔ یادِ اقمع میں ان کی تفصیل اور مبلغ علم ہیں ہے کہ جس حکم سے قرآن و حدیث اور تعالیٰ سلف کے دفتر بمیرے ہوئے ہوں ان کا دماغ اس کے علم سے ایسا کو رہے کہ علمائی یہ پڑھا صاحب کو اس معاملہ میں بھی محدود رسمحتیں گے۔ کیونکہ ان گورزا قادیانی ایک ایسے کام میں لگا گئے ہیں جس سے وہ کسی وقت فارغ نہیں ہو سکتے۔ مرزا قادیانی کے مہماfat اور متعارض اقوال کی گفتگوں کا سلجنہا ہی عمر گنوادینے کے لئے کافی ہے۔ ان کو کہاں فرمت کہ وہ خاتم الانبیاء ﷺ کے دین کی طرف متوجہ ہوں اور آپ ﷺ کی احادیث کو پڑھیں اور سمجھیں۔ اگرچہ مرزا ای فرقہ کی حالت کا تحریر برکھنے والے حضرات یہاں بھی بھی کہیں گے کہ یہ سب شفیعی غلط ہیں۔ دراصل یہ سب احکام قرآن و حدیث ان کے ضرور سامنے ہیں مگر وہ جان بوجہ کردیکھتی آنکھوں ان کا انکار کر رہے ہیں۔ اور وہ اس میں بھی محدود رہیں۔ کیونکہ ان کے آقا مرزا قادیانی کی سیکھی تعلیم ہے جس پر ان کی زندگی کے بہت سے کارنا میے شاہد ہیں۔ بہر حال صورت کچھ ہو۔ آج پیغام صلح دنیاۓ اسلام کو پیغام جنگ دے کر یہ چاہتا ہے کہ اس مسئلہ کو اخباری گھوڑ دوز کا میدان ہائے۔ اگر اس کے نزدیک اسی کی ضرورت ہے کہ اس بدیہی الشیوں مسئلہ پر بحث کر کے اخبار کے کالموں کو پر کیا جائے تو ہمیں بھی کچھ ضرورت نہیں کہ اس کو غیر ضروری ٹاہت کریں۔ لہذا ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ مرتد کے لئے کیا سزا تجویز کرتی ہے اور خلفاء راشدین ﷺ اور بعد کے تمام خلفاء نے مرتدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟۔

قرآن عزیز اور قتل مرتد

اس بحث کو چونکہ مجھ سے پہلے اور افضل بھی مفصل لکھ چکے ہیں۔ اس لئے صرف ایک آیت کو محضرا پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تعالیٰ: ”انما جزا الذین يحاربون الله ورسوله۔ المائدہ ۳۲“ یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ جس کا طویل واقعہ اکثر کتب حدیث و تفسیر میں موجود ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے حکم کی تعلیم کرتے ہوئے ان لوگوں کو قتل کیا۔ جیسا کہ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۲ اور فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۶ باب انجاجاء الذین يحاربون الله) وغیرہ تمام معترض کتب حدیث و تفسیر میں موجود ہے اور امام بخاری نے قتل مرتد کے بارہ میں اسی آیت سے استدلال کرنے کے لئے احادیث کے ابواب کو اسی آیت سے شروع فرمایا ہے۔ نیز سورۃ مائدہ کی تفسیر میں حضرت سید ابن حبیرؓ سے قتل کیا ہے کہ آیت میں: ”يَحَارِبُونَ اللَّهَ“ سے مراد کافر ہوتا ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۶۳ اور فتح الباری میں بحوالہ ابن حاتمؓ اسی کی تائید کی گئی ہے۔ الفرض آیت مذکورہ مرتد کے لئے سزاۓ قتل تجویز کرتی ہے۔ پھر قتل کے معنے مطلق جان لینے کے ہیں۔ خواہ تکوار سے یا سگاری سے یا کسی اور طریق سے۔ جیسا کہ امام راغب اصفہانیؓ نے مفرادات القرآن میں اور صاحب اقرب الموارد نے اقرب میں نقش کیا ہے۔

حدیث نبوی اور قتل مرتد

ہم نے نقش کیا ہے کہ کثیر تعداد احادیث اس مسئلہ کے ثبوت میں وارد ہوئی ہیں۔ جن میں سے تقریباً تیس حدیثیں ایک سرسری نظر دالتی سے ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن اخبار کے کالم اس کام کے لئے زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتے کہ ان میں اس قدر احادیث کا سلسہ نقش کیا جائے۔ اس لئے صرف ان گیارہ احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے جو کتب صحاح یعنی احادیث کی درسی کتابوں میں موجود ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی اخباری دنیا کے لئے بہت زائد ہے۔

- ۱ ”من بدل دینه فاقتلوه۔ رواہ البخاری ج ۱ ص ۴۲۳ باب لا يعذب بعذاب الله عن ابن عباس“، ”عُفْش أپنے دین اسلام کو بدالے اس کو قتل کر دالو۔
- ۲ حضرت ابو موسیٰ اشرعیؓ آنحضرت ﷺ کی طرف سے والٹی یکن تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ میں پہنچنے تو دیکھا کر ان کے پاس ایک مرتد قید کر کے لا یا گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا: ”لا جلس حتی یقتل“ قضاء الله ورسولہ ثلث مررات فامر بہ فقتل۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ باب حکم المرتد“ میں اس وقت تک نہ یہوں گا جب تک کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ یہی ہے اللہ اور رسول کا حکم۔ تم مر جب یکی کہا۔ چنانچہ اس کو قتل کیا گیا۔ (روایت کیا اس کو بخاری، مسلم، نسائی، ابو داؤد وغیرہ نے)
- ۳ حضرت علی کرم اللہ وجہ روانیت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اسکی ہی ایک جماعت کے متعلق

حکم فرمایا: "اینما القیتموهم فاقتلواهم فان فی قتلہم اجرأ المُنْ قتلم یوم القيمة . بخاری
ج ۲ ص ۱۰۲۴ باب قتل الخوارج والملحدین" ان کو جہاں پاؤ قتل کردا لو۔ اس لئے کان کے قتل کرنے میں
ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳..... اسی مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد نے ج ۲ ص ۲۹۹ باب قتل الخوارج میں حضرت
ابو سعید خدریؓ سے نقل کی ہے۔

۴..... جب قبیلہ عربیہ کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو خود آنحضرت ﷺ نے ان کو قتل کیا۔ جس کا طویل واقعہ
اکثر کتب حدیث بخاری ج ۲ ص ۶۶۲ وغیرہ میں موجود ہے۔

۵..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل ہرگز حلال
نہیں۔ مگر تین شخص کو قتل کیا جائے گا: "النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینه التارک للجماعۃ".
بخاری و مسلم ج ۲ ص ۹ بباب مایباح به دماء المسلم "جان کے بدالے میں جس کی جان لی جائے اور یہاں
ہونے کے بعد زنا کرنے والا اور اپنے دین اسلام اور جماعت مسلمین کو چھوڑنے والا۔

۶..... اور جب عثمان غنیؓ گھر کے اندر عصورت ہے تو ایک روز گھر کی دیوار پر چڑھے اور لوگوں سے خطاب
کر کے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم تباہوں کی کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلم کا قتل اس وقت تک
جاڑنہیں جب تک اس سے تین کاموں میں سے کوئی کام سرزد نہ ہو۔ اور وہ تینوں یہ ہیں: "زنی بعد احسانہ و کفر
بعد اسلام و قتل نفساً بغير نفس . نسائی ج ۲ ص ۱۶۵ بباب مایحل به دم المسلم / ترمذی /
ابن ماجہ" بیہا ہونے کی صورت میں زنا کرنا اور اسلام کے بعد کافر ہونا اور کسی شخص کو بغیر حق کے قتل کرنا۔

۷..... اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی اسی مضمون کی کئی حدیثیں ہروی ہیں۔ ویکی مسلم ج ۲ ص ۱۵۹
باب مایحل به دم المسلم اور متدرک حاکم وغیرہ!

۸..... "من غیر دینه فاضربوا عنقه عن زید ابن اسلم . کنز العمال ج ۱ ص ۹۱ باب
الارتداد" جو شخص اپنے دین اسلام کو بدالے اسے قتل کردو۔ (بخاری و مسلم)

۹..... "اذا ابىق العبد الى الشرك فقد حل دمه . رواد ابو داؤد عن جبیر
ج ۲ ص ۱۳۹ بباب الحكم فيمن ارتد" جب کوئی اسلام چھوڑ کر فرکی طرف بھاگے تو اس کا خون حلال ہے۔

۱۰..... "من جحد آیت من القرآن فقد حل ضرب عنقه . ابن ماجہ عن ابن عباس
عن ۱۸۲ بباب اقامة الحدود" جو شخص قرآن کی کسی آیت کا تکارکرے اس کی گردن مار دینا حلال ہو گیا۔ یہ سب
حدیثیں ہیں جو صحاح کی تباہوں میں موجود ہیں اور اکثر صحیحین بخاری و مسلم میں مذکور ہیں۔ ان تمام فرایمیں نبوی کے ہوتے
ہوئے ایڈٹر پیغام صلح کا یہ کہنا کس قدر ان کے علم کی داد دیتا ہے کہ: "سنت نبوی میں قتل مرتد کا کوئی اسوہ نہیں ملتا" میں کے
جباب میں ہم بھروس کے کیا کہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی احادیث میں دل دینا حق ان کی

اصولی علیٰ اور خواخواہ دل و معمولات ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ اپنے مہدیؐ مجھ نبی مکائیل عیسیٰ موسیٰ امیر اصمم آدم نمرہ عورت حاملہ حاضر غرض ہرگز مقتداً کی عبارات اور اس کے ادیہ بن میں لگئے رہیں اور احکام اسلامیہ کو ان لوگوں کے سپرد کریں جو اس کے اہل ہیں۔

خلافے راشدین ﷺ اور قتل مرتد

اس بحث میں سب سے پہلے افضل الناس بعد الانبیاء خلیفہ اول سیدنا حضرت صدیقؓ اکبرؓ کامل ملاحظہ فرمائیے۔

۱..... شیخ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور مدینہ کے ارگردوں میں بعض عرب مرتد ہو گئے تو خلیفہ وقت صدیقؓ اکبرؓ شرعی حکم کے مطابق ان کے قتل کے لئے کھڑے ہو گئے اور عجب یہ کہ فاروق اعظمؓ جیسا اسلامی پس سالار اس وقت ان کے قتل میں بوجہ نزاکت وقت تأمل کرتا ہے۔ لیکن یہ خدا کی حدود تھیں جن میں مسابک سے کام لینا صدیقؓ اکبرؓ کی نظر میں مناسب نہ تھا۔ اس لئے فاروق اعظمؓ کے جواب میں بھی یہی فرمایا: ”ہیهات ہیهات مضی النبی ﷺ وانقطع الوھی والله لا جاحد هم ما استمسك السیف فی يدی . تاریخ الخلفاء ص ۶۱ فصل فی ما وقع فی خلافته . ” ۲ ”ہیهات ہیهات آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی اور وہی منقطع ہو گئی۔ خدا کی قسم میں ضرور ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا جب تک میرا ہاتھ تکوار پکڑ سکے گا۔“ ۳ یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ کو بھی بحث کے بعد حق واضح ہو گیا اور اجھائی وقتون سے مرتدین پر جہاد کیا گیا اور ان میں سے بہت سے تدعیٰ کر دیے گئے۔

۲..... حوالی مدینہ سے فارغ ہو کر صدیقؓ اکبرؓ میں کذاب کی طرف متوجہ ہوئے جو نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے باجماع صحابہؐ مرتد قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک لشکر حضرت خالدؓ سر کر دیگی میں اس کی طرف روانہ کیا جس نے میں میں کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (فتح الباری تاریخ الخلفاء ص ۶۲ فصل فی ما وقع فی خلافته طبع اصح المطابع کراچی) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر دعیٰ نبوت مرتد ہے۔ اگرچہ وہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا کوئی تاویل کرے۔ کیونکہ میں کذاب جس کو صدیقؓ اکبرؓ نے قتل کرایا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کا مکننیں تھا۔ بلکہ اپنی اذان میں اشہد ان محمدًا رسول اللہ، کا اعلان کرتا تھا۔ (تاریخ طبری ج ۱ حصہ دوم ص ۱۰۰، اردو نسخہ اکیڈمی لاہور) پھر جس جرم میں اس کو مرتد، واجب القتل، سمجھا گیا وہ صرف یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ماننے کے باوجود اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کرتا تھا جیسا کہ مرزا قادیانی کا بعینہ بھی حال ہے۔

۳..... پھر ۱۷ ابجری میں بھریں میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو آپؐ نے ان کو قتل کے لئے علامہ ابن الحضری کو روانہ کیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

- ۲..... اسی طرح عمان میں بعض لوگ مرتد ہو گئے تو ان کے قتل کے لئے عکرمہ بن ابی جہل کو حکم فرمایا۔
- ۵..... اہل بیتِ میں سے چند لوگ اسلام سے پھرے تو صدیق اکبر نے بعض مہاجرین کو ان کے قتل کے لئے بھیجا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

- ۶..... اسی طرح زید بن لبید انصاریؑ کو ایک مرتد جماعت کے قتل کے لئے حکم فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

یہ تمام واقعات وہ ہیں جو اسلام کے نسب سے پہلے خلیفہ اور افضل الناس بعد الانبیاء کے حکم سے ہوئے اور صحابہ کرام کے ہاتھوں ان کا ظہور ہوا۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی جو کسی خلاف شرع حکم کو دیکھنا سوت سے زیادہ ناگوار بحصت تھی۔ کیسے ہو سکتا تھا کہ اگر معاذ اللہ صدیق اکبرؓ بھی کسی خلاف شریعت حکم کا ارادہ کرتے تو تمام صحابہ کرامؓ ان کی اطاعت کر لیتے اور خون ناقن میں اپنے ہاتھ رکھتے؟ لہذا یہ واقعات اور اسی طرح باقی تمام خلفاء راشدینؓ کے واقعات تھے اس صدیق اکبرؓ غیرہ کا عمل نہیں بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کا اجتماعی فتویٰ ہے کہ شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

خلیفہ ثانی فاروق عظیمؓ اور قتل مرتد

- ۱..... آپ معلوم کر چکے ہیں کہ نبکور الصدر تمام واقعات میں فاروق عظیمؓ بھی صدیق اکبرؓ کے ساتھ اور شریک مشورہ تھے۔

- ۲..... فاروق عظیمؓ نے چند مرتدین کے متعلق اپنے لوگوں سے کہا کہ ان کو تین روز تک اسلام کی طرف بانٹا چاہئے اور روزانہ ان کو ایک ایک روٹی دی جائے۔ اگر تین روز تک صحت کے بعد بھی ارتداد سے تو پسند کریں تو قتل کر دیا جائے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۲ تا ۳۱۳، اس قسم کی متعدد روایات ہیں)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ اور قتل مرتد

- ۱..... جو احادیث ہم اور پر نقل کر آئے ہیں ان میں گزر چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ قتل مرتد کو آنحضرت ﷺ کا فرمان بھجتے تھے اور لوگوں سے اس کی تقدیم کرتے تھے۔

- ۲..... کنز العمال میں بحوالہ تین قتل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: "من کفر بعد ایمان طائعاً فانہ یقتل۔ کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۲ حدیث ۱۴۷۰ باب حکم الاسلام۔" جو شخص ایمان کے بعد اپنی خوشی سے کافر ہو جائے اس کو قتل کیا جائے۔

- ۳..... سلیمان ابن مویؓ نے حضرت عثمانؓ کا دامی طرز میں یہی نقل کیا ہے کہ مرتد کو تین مرتبہ قوبہ کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ اگر قبول نہ کرتا تو قتل کر دیتے تھے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۲ حدیث ۱۴۷۱)

- ۴..... امام الحدیث عبد الرزاقؓ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتد حضرت ذی النورینؓ کی خدمت میں لا یا گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ قوبہ کی طرف بلایا۔ اس نے قبول نہ کیا تو قتل کر دیا۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۲ حدیث ۱۴۷۲)

۵..... حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتد جماعت کو گرفتار کیا اور ان کی سزا کے بارے میں مشورہ کے لئے حضرت علیؓ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: "اعرض عليهم دین الحق فان قبلوها فخل عنهم و ان لم يقبلوها فاقتلمهم۔ کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۳ حدیث ۱۴۷۲، ان پر دین حق پیش کرو۔ اگر قبول کر لیں تو ان کو چھوڑو۔ ورنہ قتل کرو۔

خلیفہ رابع حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور قتل مرتد

۶..... امام بخاریؓ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے بعض مرتدین کو قتل کیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ باب حکم المرتد والمرتدہ)

۷..... حضرت ابوالظفیلؓ فرماتے ہیں کہ جب علیؓ کرم اللہ وجہہ نے میں تاجیہ کے قبال کے لئے لٹکر بیجا تو اس میں بھی شریک تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں میں تین فرقے ہیں۔ بعض پہلے نصاریٰ تھے پھر مسلمان ہوئے اور اسی پر ثابت قدم رہے۔ اور بعض نصاریٰ تھے اور ہمیشہ اسی مذہب پر رہے۔ اور بعض لوگ وہ تھے کہ پہلے نصرانیت چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے اور پھر نصرانیت کی طرف لوٹ گئے۔ ہمارے امیر نے اس تیرے فرقے سے کہا کہ اپنے خیال سے تو بے کرو۔ اور پھر مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا تو امیر نے ہمیں حکم دیا۔ ہم سب ان پر ٹوٹ پڑے اور مردوں کو قتل اور پھر کو گرفتار کر لیا۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۴ حدیث ۱۴۷۶ باب الارتداد والحاکمه)

۸..... عبد الملک بن عیسرؓ را بیت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ مستور وابن قبیصہ گرفتار کر کے لا یا گیا جو اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ محو کروں میں مسل کر مارڈ الاجائے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۴ حدیث ۱۴۷۷)

یہ ان خلفائے راشدین کا حکم عمل جن کے اقتداء کے لئے تمام امت اسلامیہ مامور ہے اور جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "عليکم بستنتی و سنته الخلفاء الراشدين : مشکوٰۃ ص ۲۰ باب الاعتصام بالكتاب والسنۃ" تم پر لازم ہے کہیری سلت اور خلفائے راشدین کی سلت کی اقتداء کرو۔

کیا قتل مرتد کے لئے محاربہ اور سلطنت کا مقابلہ شرط ہے؟

ہماری ذکورہ بالاحیرہ میں اس کا کافی جواب آچکا ہے۔ کیونکہ اول تو جو احادیث سزاۓ مرتد کے بارے میں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں کوئی محاربہ اور مقابلہ کی شرط نہیں۔ بلکہ عموماً مرتد کے قتل کا اعلان ہے۔ اس کے بعد جن لوگوں کو خلفائے راشدین نے سزاۓ امرتد اور میں قتل کیا ہے۔ ان میں دونوں قسم کے آدمی ہیں۔ وہ بھی جو مرتد ہونے کے بعد محاربہ کے لئے کربستہ ہوئے اور وہ بھی جن سے کسی قسم کا ارادہ فساد یا محاربہ کا ظاہر نہیں ہوا۔ وہ لوگ جو قتل مرتد کو یہ کہہ کر اڑا دینا چاہتے ہیں کہ اسلام میں صرف انہیں مرتدین کے قتل کا حکم ہوا ہے جو محاربہ اور سلطنت کے مقابلہ پر آمادہ ہوں وہ آنکھیں کو لیں اور احادیث اور عمل سلف پر نظر ڈالیں کہ وہ کیا بتا رہے ہیں؟۔

کیا سزاۓ ارتدا میں سنگار بھی کیا جاسکتا ہے؟

مذکورہ الصدر احادیث اور واقعات سلف نے اس سوال کو بھی ملے کر دیا ہے۔ کیونکہ ان سے واضح ہو چکا ہے کہ اصل سزاۓ ارتدا قتل ہے اور ہم بحوالہ امام راغب اصفہانی اور دیگر اہل لخت یہ نقل کرچے ہیں کہ قتل کے معانی جان لیتا ہے۔ خواہ تکوار سے یا سنگاری سے یا کسی اور ذریحہ سے۔ لہذا جب سزاۓ قتل مرتد کے لئے ثابت ہو گئی تو امام وقت کو اختیار ہے کہ مصالح وقت کو دیکھ کر جس صورت سے چاہے قتل کرے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتد کو زیادہ سرکش سمجھ کر پاؤں میں مسل کر مارنے کا حکم کر دیا۔

خلفائے راشدینؓ کے بعد باقی خلفاء اسلام اور قتل مرتد

حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مختار ابن ابی عبید کو اسی جرم میں قتل کیا تھا جو آج مرزا قادریانی کے لئے معراج ترقی ہے۔ یعنی اس کے دعوے نبوت کو ارتدا دربارے کر قتل کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ص ۴۰۵ ج ۶ تلریخ الخلفاء، ص ۱۶۴)

خلد قسری نے اپنے زمانہ حکومت میں جعد ابن درہم کو ارتدا ہی کی سزا میں قتل کیا۔

(فتح الباری ص ۲۳۹ ج ۱۲ باب حکم المرتد والمرتدہ)

عبدالملک ابن مرداویں نے اپنے زمانہ خلافت میں حارث نایی ایک شخص کو اسی جرم میں قتل کیا جو آج مرزا قادریانی کا دعویٰ اور ان کی امت کا نمہب ہے۔ (یعنی دعویٰ نبوت) (شفاء، قاضی عیاض ص ۲۵۷، ۲۵۸ ج ۲)

ظیفہ منصور نے اپنے عهد خلافت میں فرقہ باطنیہ کے مرتدین کو قتل کیا۔

(فتح الباری ص ۲۳۹ ج ۱۲ باب حکم المرتد والمرتدہ)

یہ بھی یاد رہے کہ فرقہ باطنیہ کا بانی بھی ابتداء میں ایک صوفی مزاج آدمی تھا۔ مسلمانوں کی عموماً اور اہل بیت کی خصوصاً بہت ہمدردی کا دعویٰ کرتا تھا۔ شروع میں مرزا قادریانی کی طرح لوگوں پر تصوف کارگی ظاہر کیا اور کچھ لوگ معتقد ہو گئے تو نبوت کا دعوے دار بن گیا اور اسی جرم میں واجب انتقال سمجھا گیا۔

ظیفہ مہدی منصور کے بعد مہدی تخت خلافت پر جلوہ افرزو ہوئے تو باقی ماندہ باطنیہ کی استیصال کی فکر کی اور ان میں سے بہت سے آدمی موت کے گھاث اتار دیئے۔ (فتح الباری ص ۲۳۹ ج ۱۲ باب حکم المرتد والمرتدہ)

ظیفہ متعصم باللہ نے اپنے عهد خلافت میں ابن الغرائز کو اس لئے قتل کیا کہ وہ اسلام سے مرتد ہوا تھا۔

(شفاء، ص ۲۵۸ ج ۲)

قاضی عیاضؓ نے شفاء میں بہت سے مرتدین کے قتل کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ”و فعل ذلك غيره واحد من الخلفاء والملوك باشباههم واجمع علماء وقتهم على صواب فعلهم“ اور بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے مرتدین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور ان کے زمانہ کے علماء نے ان کے فعل کو موافق شرع ہونے پر

(شفاء ص ۲۰۸ ج ۲۰۷)

اتفاق کیا ہے۔

ہمیں اس مختصر گزارش میں تمام خلفاء کی تاریخ اور ان کے قتل کے واقعات کا استیصال کرنا نہیں ہے۔ بلکہ چند خلفاء اسلام کے طرزِ عمل کا نمونہ پیش کر کے ایئر پر بیان صلح کو یہ دکھلادینا ہے کہ آج نعمت اللہ مرزا جی کے قتل پر کسی وجہ سے جو طرح طرح کے الزام دولت کا بیان پر لگائے جائے ہیں وہ درحقیقت نہ صرف تمام خلفائے اسلام اور اسلامی سیاست پر عیب لگاتا ہے۔ بلکہ خلفائے راشدین کی سنت پر بیہودہ اعتراض اور احکام قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر الزام ہے۔ (نحو ز باللہ)

آئندہ اربعہ اور قتل مرتد

ایئر پر بیان صلح نے جہاں تمام احکام قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور تعالیٰ سلف کو پس پشت ڈال کر قتل مرتد کا انکار کر دیا تو کیا عجب ہے کہ اس نے فتنی کے ساتھ بھی سبی معاملہ کیا اور نہایت وفاحت کے ساتھ کہہ دیا کہ: ”فتنی میں اس کی کوئی تصریح نہیں ملتی۔“ ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ مرتد کے لئے سزاۓ سوت قتل نہ فقط فتنی کا تفقی علیہ مسئلہ ہے بلکہ فقہائے امت اور بالخصوص آئندہ اربعہ کا جماعی حکم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

دیکھو جامع صفیر ص ۲۵۱ باب الاوتداد والحاقد بدار الحرب مصنف حضرت امام محمد ویعرض على المرتد حرآکان او عبداً الاسلام فان ابی قتل۔ ”مرتد پر اسلام پیش کیا جائے۔ خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔ پس اگر انکار کرے تو قتل کر دیا جائے۔ اور ملاحظہ ہو: ”قال محمد ان شاء الله ما آخر المرتد ثلاثاً ان طمع في توبه او ساله عن ذلك المرتد وان لم يطع في ذلك ولم يسأله المرتد فقتله فلا يأس بذلك۔ موطا امام محمد باب المرتد ص ۳۲۱“ حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر امام کو توقع ہو کہ یہ مرتد تو بہ کرے گا یا خود مرتد مہلت طلب کرے تو امام کو اختیار ہے کہ میں روز بک اس کے قتل کو موخر کر دے۔ اور اگر نہ اس کو توبہ کی توقع ہو اور نہ خود مہلت طلب کرے۔ ایسی صورت میں اگر امام اس کو بلا مہلت دیے قتل کر دے تو مغلایت نہیں۔

حضرت امام مالک

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مرتد کے معاملہ میں وہی قول قابلِ عمل ہے جو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ یعنی مرتد کو تین روز مہلت دے کر تو بکی طرف بایا جائے۔ اگر تو بہنہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام شافعیؓ سے اس مسئلہ میں دردائیتیں میں۔ اول یہ کہ مرتد کو کو امہلت نہ دی جائے۔ بلکہ اگر وہ

وہیں تو پہنچ کرے تو فرما تھا کہ دوسرا بھائی کے تین دن کی مہلت دینے کے بعد تو بہن کرنے کی صورت میں قتل کر دیا جائے۔ (شفاء، ص ۲۲۶، ج ۱۲)

حضرت امام احمد بن حبیل

امام احمد بن حبیل کا بھی یہی مذهب نقل کیا جاتا ہے۔ (شفاء، ص ۲۲۶، ج ۱۲)

اس قدر رگزارش کے بعد ہمارے خیال میں کسی مسلمان کو جس طرح اس مسئلہ کے حکم میں شک و شبہ کی منجاش نہیں رہتی۔ اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں رہتا کہ مرزائی حضرات قطعیات اسلامیہ سے انکار کر دینے اور بے حیات کے ساتھ نصوص شعبہ کے ٹھکرانے کو کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے۔ ویحسبونہ ہیتناً وہ عنده اللہ عظیم!

میری جان بھی قربان

ایک بار اس وفا کے پتے کو چک، تحصیل چشتیاں (خلع بہاد لگن) جانا ہوا۔ چشتیاں تک ریل گاڑی میں سفر کیا۔ آگے چک تک منتظرین جلد نے تائیگے کا انتظام کیا۔ راستے میں تاگہر خراب ہو گیا۔ طرف تماشا یہ ہوا کہ اسی تاگہر میں جلد کے لیے لاڈو چیکر اور بیٹھری بھی لدے ہوئے تھے۔ آپ کی علی وجہت کے پیش نظریہ سوچا گیا کہ کسی اور سواری کا انتظام کیا جائے اور انتفار کیا جائے۔ آپ نے لے جانے والے ساتھی سے کہا "میاں دوسری سواری کے آنے تک ہم پیدل چل کر جلد کا بھیج جائیں گے۔ آپ تو پیدل چل لیتے گر مسئلہ لاڈو چیکر اور بیٹھری کا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھی کو سمجھا بجا کر آمادہ کر لیا کہ وہ لاڈو چیکر سر پر اٹھائے اور آپ بیٹھری اٹھائیں گے۔ فرمایا کرتے تھے "بیٹھری و زنی تھی" میں تھک کر چڑھ گیا مگر چڑا رہا اور دعا کر رہا گیا اے اللہ! تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی خدمت ہے قبول کر لینا۔ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میری جان بھی قربان ہو جائے تو زہے نصیب"۔

("حضرت مولانا محمد علی جalandھری" ص ۱۸۱-۱۸۲، ازو اکٹھ نور محمد غفاری)

ندا ہے جان میری عظمت ختم نبوت پر
کچل دوں گا خلاف اس کے کسی ہو فتنہ گر پیدا